فتاویٰ امن پوری

Part 231-250

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِي يَسْجُدُ قَبْلَ الْإِمَامِ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهٗ قَبْلَهٗ، إِنَّمَا نَاصِيَتُهٗ بِيَدِ الشَّيْطَانِ .

''جو شخص امام سے پہلے سجدے میں جاتا ہے اور امام سے پہلے اُٹھتا ہے، دراصل اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 7692، فوائد تمّام : 226)

جواب: یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے، ائمہ علل نے اس کے موقوف ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔ بہر صورت یہ روایت ان الفاظ سے ضعیف ہے۔

① ملیح بن عبداللہ سعدی مجہول ہے۔

② ملیح کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

❀ اس روایت کو ابن عجلان عن ابیہ عن ابی ہریرہ کی سند سے بیان کرنا خطا ہے، جیسا کہ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ اور امام ابو زرعہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(علل الحديث لابن أبي حاتم : 70/2)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے۔

(علل الدارقطني : 17/8)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے اس کے اسماء وصفات کی معرفت ضروری ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے صفات باری تعالیٰ اور اس کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت ناگزیر ہے، ان کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت ممکن نہیں۔

توحید اسماء وصفات توحید الٰہی کا اہم اور عظیم باب ہے، کیونکہ اس کا تعلق ذات الٰہی کے اسماء اور اس کی صفات سے ہے، اللہ تعالیٰ کا تقرب اور عبادت اسی نوع پر منحصر ہے، جب آدمی اللہ کو پہچانے گا ہی نہیں، تو اس کی عبادت کیسے کرے گا، یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت کے دلائل اس بارے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

اس توحید کی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن وسنت سے ثابت اس کے اسمائے حسنیٰ اور بلند صفات کے ساتھ اکیلا سمجھا جائے، کسی تحریف، تعطیل، تکیف یا تمثیل سے کام نہ لیا جائے، اس کی شایان شان جس طرح بیان ہوئی ہیں، اسی طرح ان کو برقرار رکھا جائے، نیز اس کے وہ معانی ثابت کیے جائیں، جو ان سے ثابت ہوتے ہیں۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی صفات اس کا عین ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کو لازم ہیں، صفات پر ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

❀ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

''صفات باری کے مسئلے میں جو صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، سلف کا مذہب ان کے اثبات اور انہیں ظاہر پر محمول کرنے کا ہے، سلف کیفیت اور تشبیہ کے قائل

نہیں ہیں، ایک گروہ اللہ کی ان صفات کا انکاری ہے، جن کا اس نے اثبات کیا ہے۔ ایک گروہ نے اثبات تو کیا، لیکن تشبیہ وتکییف کی طرف نکل گئے۔ حق ان کے دو انتہاؤں کا درمیانی راستہ ہے، (کیوں کہ) اللہ تعالیٰ کا دین افراط وتفریط کے درمیان اعتدال پسندی کا نام ہے۔

دراصل صفات باری تعالیٰ میں گفتگو کرنا ذات باری تعالیٰ میں ہی گفتگو کرنا ہے۔ ان میں بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، جو ذات باری تعالیٰ کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ تو بدیہی بات ہے کہ رب العالمین کا اثبات اس کی ذات کا اثبات ہے، نہ کہ اس کی کیفیت کا۔ اسی طرح صفات کا اثبات وجود کا اثبات ہے، نہ کہ کیفیت اور تحدید کا۔ لہٰذا جب ہم کہیں گے کہ صفت ید، سمع اور بصر اللہ کے لیے ثابت ہے، تو معنی یہ ہوگا کہ یہ صفات ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ ید (ہاتھ) کا معنی قدرت ہے اور سمع وبصر کا معنی علم ہے۔ نہ ہی انہیں جوارح (جسمانی اعضاء) قرار دیں گے۔ اور نہ ہی انہیں ہاتھوں، کانوں اور آنکھوں، جو کہ جسمانی اعضاء ہیں اور کام کرنے کے آلہ کار ہیں، کے ساتھ تشبیہ دیں گے، بل کہ ہم کہیں گے کہ ان کا اثبات واجب ہے، کیوں کہ یہ شریعت سے ثابت ہیں اور تشبیہ کی نفی کرنا بھی از حد ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾(الشُّوْرٰی : ۱۱) ''اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔'' نیز فرمایا: ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ﴾(الإِخلَاص : ۳) ''اور اس کے ہم سر کوئی نہیں ہے۔''

(سير أعلام النّبلاء : 284/18، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق نہیں ہیں، اس کی صفات اس کی ذات سے جدا نہیں، صفات کا وہی معاملہ ہے، جو ذات کا معاملہ ہے، جب اللہ تعالیٰ کی ذات مخلوق نہیں، تو اس کی صفات بھی مخلوق نہیں۔ نیز صفات باری تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا گمراہی ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

سلف کا منہج دو اصولوں پر مبنی ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ صفات نقص سے منزہ ہیں، جیسے نیند، اونگھ، عجز اور جہالت وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ اللہ صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہے۔ ان صفات میں کوئی نقص نہیں۔ مخلوق کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کے مشابہ نہیں، لیکن معطلہ (صفات کی نفی کرنے والے گمراہ) صفات کا اثبات کرنے والوں کو نام مشبہہ رکھتے ہیں، بل کہ غالی باطنی معطلہ، اللہ کے اسمائے حسنی کو ماننے والوں کو مشبہ کہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جب ہم اللہ کو، حی وعلیم کہتے ہیں، تو گویا ہم نے ان صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دے دی ہے، اسی طرح اگر ہم نے اللہ کی صفت سمیع وبصیر کو مانا تو یہ بھی تشبیہ ہے کیوں کہ سننے اور دیکھنے کی صفت تو انسان میں بھی ہے، اگر صفت رؤوف و رحیم مانیں تو یہ بھی تشبیہ ہے کیوں کہ نبی میں بھی یہ صفات ہوتی ہیں، بل کہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ہم کہیں کہ اللہ موجود ہے تو یہ بھی تشبیہ ہے کیوں کہ مخلوق میں بھی وجود کی صفت پائی جاتی ہے۔ ان سے کہا جائے کہ پھر تم کہو کہ اللہ نہ موجود ہے نہ حی ہے۔ وہ کہتے ہیں اگر ہم یہ کہیں تو یہ معدوم کے ساتھ تشبیہ ہو

جائے گی، ان میں سے بعض کہتے ہیں وہ نہ موجود ہے نہ معدوم، نہ حی نہ میت، ان سے کہا جائے کہ تم نے اللہ کو ایک ناممکن چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے، بل کہ تم نے تو ذات باری تعالیٰ کے وجود کا ہی انکار کر دیا ہے، کیوں کہ جس طرح اجتماع النقیضین ناممکن ہے۔ اسی طرح ارتفاع النقیضین بھی ناممکن ہے، کیوں کہ جس نے کہا اللہ موجود بھی ہے اور نہیں بھی، تو اس نے دو متضاد چیزوں کو جمع کر دیا ہے، اور جس نے کہا اللہ موجود بھی نہیں اور معدوم بھی نہیں، اس نے دو ضدوں کا انکار کیا، حال آں کہ یہ دونوں (اجتماع نقیضن و ارتفاع نقیضن) صورتوں کا پیدا ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ پھر یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ جو اللہ دوسروں کے وجود کو قائم رکھتا ہے، خود اس کا کوئی وجود نہ ہو؟! ایسا باطل نظریہ رکھنے والوں سے کہا جائے گا کہ تمہاری بے ہودہ باتوں اور جہالت کی وجہ سے حقائق کا انکار نہیں ہوسکتا، بل کہ یہ وہمیات سے مرکب قیاس اور منطقی مغالطہ ہے، مغالطے کی تین قسمیں ہیں: ① حق بات کو جانتے ہوئے نہ ماننا۔ اس سے بھی سنگین ان کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ نہ موجود اور نہ ہی معدوم ہے، کیوں کہ یہ شک کی وجہ سے تناقضات کی وادیوں میں سرگرداں ہیں۔ ② دوسری مغالطے کی قسم، متجاہلہ، لاادریہ (ایک فرقے کا نام) کا قول کہ ہمیں کوئی علم نہیں کہ اللہ کی حقیقت بھی ہے یا نہیں، اس سے بھی خطرناک اس کا قول ہے جو کہتا ہے کہ نہ میں جانتا ہوں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ اللہ موجود ہے یا معدوم، زندہ ہے یا میت۔ ③ مغالطے کی تیسری قسم، اس فرقے کا قول جو کہتا ہے کہ حقائق عقائد کے تابع ہوتے ہیں۔ پہلی قسم حقائق کی منکر ہے،

دوسری توقف کرنے والی اور تیسری جو کہتے ہیں کہ حقائق لوگوں کی عقلوں پر موقوف ہیں۔ ایک چوتھی قسم کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جو کہتے ہیں کہ کائنات کا نظام خود بخود چل رہا ہے لیکن وہ اس بات کا ثبوت پیش نہیں کرتے۔ یہ بھی پہلی قسم (حقائق کے منکر) سے ہیں لیکن یہاں ان کے باطل قول (نظام کائنات خود بخود چل رہا ہے) کی وضاحت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کا اجتماع نقیضین کے متعلق خاموشی اختیار کرنا، ان کے عدم کا متقاضی نہیں۔ اس قول کا نتیجہ یہ ہے کہ دلوں، زبانوں اور اعضاء کو باری تعالیٰ کی معرفت، ذکر اور عبادت سے روکنا ہے۔ بطریق وقف وامساک یہ تعطیل اور کفر ہے، نہ کہ نفی و انکار کے اعتبار سے۔ اپنے گم راہ کن نظریے پر دلیل دیتے ہیں کہ تشبیہ کا لفظ مجمل ہے۔ ہر دو چیزیں کسی نہ کسی وصف میں مشترک ہوتی ہیں، لیکن یہ قدر مشترک خارج میں نہیں ہوتی، بل کہ ذہن میں ہوتی ہیں۔ دونوں چیزوں کا کسی صفت میں برابر ہونا ضروری نہیں ہوتا، بل کہ اکثر اوقات ان دو چیزوں میں سے ایک میں وہ وصف قدرے زائد ہوتا ہے۔ لہٰذا جب آپ مخلوق میں سے کسی دو کے متعلق کہیں، کہ یہ بھی 'حی' یعنی زندہ، ہے اور یہ بھی 'حی' ہے، یہ بھی 'علیم' یعنی جاننے والا، ہے اور یہ بھی 'علیم' ہے، اسی طرح یہ بھی 'قدیر' یعنی قدرت والا، ہے اور یہ بھی ''قدیر'' ہے، تو اس سے دونوں کا صفت حیات، علم اور قدرت میں برابر ہونا لازم نہیں آتا اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ایک کی حیات، علم اور قدرت بعینہٖ دوسرے کی حیات، علم اور قدرت کے مماثل ہو۔ نیز یہ بھی لازم نہیں آتا ہے کہ دونوں خارج عن الذہن وجود میں مشترک ہوں۔

یوں یہ گم راہ تشبیہ، جس کی اللہ سے نفی کرنا ضروری تھی، کی وجہ سے جادۂ مستقیم سے گم گشتہ ہو گئے اور اس تشبیہ کو 'تعطیل' کا ذریعہ بنا لیا۔ عقیدہ تعطیل، 'عقیدہ تجسیم' (اللہ تعالیٰ کو جسم قرار دینا) سے بھی خطرناک ہے۔ مُشَبِّہ (اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینے والا) بت کی عبادت کرتا ہے اور مُعَطِّل (اللہ کو صفات سے عاری ماننے والا) عدم کی عبادت کرتا ہے۔ ممثل (مشبہ) کی ضعیف البصر اور معطل سرے سے ہی اندھا ہے۔''

(مِنْهاج السُّنّة النّبويّة في نقض كلام الشيعة والقدريّة: 2/523، 526)

سوال: جو شخص مخلوق میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرح ہمیشہ سے قائم ودائم مانے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفریہ عقیدہ ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ثابت کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نہ اولاد ہے نہ بیوی اور نہ ہی والدین۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے۔ جو اس کے لیے اولاد ثابت کرے، وہ کافر ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ (الإخلاص: ٣)

''نہ اللہ کی اولاد ہے اور نہ والدین۔''

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز محال ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے ہر کام ممکن ہے، کچھ محال نہیں، وہ ہر چیز پر مکمل قدرت اور ملکیت رکھتا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(البقرة : ٢٠)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾(الذّاريات : ٥٨)

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا، قوت دینے والا اور مضبوط ہے۔''

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ، خیانت، ظلم وغیرہ کا امکان موجود ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے امکان وعدم امکان کی بحث جائز نہیں۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات سے متصف ہے، جو صفات کمال ہیں اور تمام ان نقائص سے مبرا اور پاک ہے، جو صفات نقص ہیں۔ اللہ تعالیٰ بری صفات سے پاک ہے، بری صفات سے پاک ہونا ہی اس کی صفت ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جھوٹ، خیانت، ظلم وغیرہ سے متصف نہیں، کیونکہ وہ صفات کمال سے متصف ہے، صفات نقص سے متصف نہیں ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾، رَدٌّ عَلَى الْمُشَبِّهَةِ، وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(الشّورٰى : ١١)، رَدٌّ عَلَى الْمُعَطِّلَةِ، فَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى مَوْصُوفٌ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ، وَلَيْسَ لَهٗ فِيهَا شَبِيهٌ، فَالْمَخْلُوقُ وَإِنْ كَانَ يُوصَفُ بِأَنَّهٗ سَمِيعٌ بَصِيرٌ، فَلَيْسَ سَمْعُهٗ وَبَصَرُهٗ كَسَمْعِ الرَّبِّ وَبَصَرِهٖ، وَلَا يَلْزَمُ مِنْ

إِثْبَاتِ الصِّفَةِ تَشْبِيهٌ، إِذْ صِفَاتُ الْمَخْلُوقِ كَمَا يَلِيقُ بِهٖ، وَصِفَاتُ الْخَالِقِ كَمَا يَلِيقُ بِهٖ.

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ ''اس جیسی کوئی شے نہیں۔'' میں مشبہہ کا رد ہے اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشّورٰی: ۱۱) ''وہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔'' میں معطلہ کا رد ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے، ان صفات میں باری تعالیٰ جیسا کوئی نہیں۔ اگرچہ مخلوق کو بھی ''سمیع'' اور ''بصیر'' کہا گیا ہے، مگر مخلوق کا ''سننا'' اور ''دیکھنا''، رب تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے جیسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرنے سے تشبیہ لازم نہیں آتی، کیونکہ مخلوق کی صفات مخلوق کے لائق ومناسب ہیں اور خالق کی صفات، خالق کے لائق ومناسب ہیں۔''

(شرح العقیدة الطّحاویة، ص 137)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ فِي هٰذَا الْبَابِ أَنْ يُّوصَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ، وَبِمَا وَصَفَتْهُ بِهٖ رُسُلُهٗ نَفْيًا وَّإِثْبَاتًا، فَيُثْبَتُ لِلّٰهِ مَا أَثْبَتَهٗ لِنَفْسِهٖ، وَيُنْفٰى عَنْهُ مَا نَفَاهُ عَنْ نَّفْسِهٖ.

''اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی وہی صفات بیان کی جائیں، جو اس نے اپنے لئے بیان کی ہیں، یا جو انبیائے کرام نے نفیاً واثباتاً اللہ کے لئے بیان کی ہیں، تو اللہ کے لئے ان چیزوں کا اثبات کیا جائے جن کا اللہ نے اپنے لئے اثبات کیا،

اوران چیزوں کی اللہ سے نفی کی جائے جن کی اللہ نے اپنے لئے نفی کی۔''

(الرِّسَالة التَّدْمُرِيَّة، ص 4)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے تمام نقائص کی نفی کر دی ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ ثابت ہیں؟

جواب: کتاب وسنت میں جو صفات اللہ تعالیٰ کے لیے وارد ہوئی ہیں، وہ سب حقیقی ہیں، ان کی تاویل کرنا اوران کی حقیقت کا انکار کر دینا جائز نہیں۔

متکلمین صفات کی حقیقت نہیں مانتے، بلکہ تاویل کو واجب سمجھتے ہیں، خالق کی صفات کومخلوق کی صفات کے مشابہ سمجھ کران کی تاویل کرتے ہیں۔اس لیے اہل سنت کہتے ہیں کہ ہر ممثل معطل ہے اور ہر معطل ممثل ہے، کیونکہ تعطیل کی بنیاد تشبیہ ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ''ہاتھ'' ثابت کیا ہے، اہل سنت تو اس کو بغیر کیفیت بیان کیے حقیقت اور ظاہر پر رکھتے ہیں اور خالق کے ہاتھ کو مخلوق کے ہاتھ کے مشابہ نہیں سمجھتے، مگر متکلمین اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ کو ثابت نہیں کرتے، جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ہاتھ کا اثبات کیا ہے، وہاں ''قدرت'' سے تاویل کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ ثابت کریں گے، تو مخلوق کے بھی ہاتھ ہیں، اس سے تشبیہ لازم آئے گی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جسے متکلمین بھی ثابت کرتے ہیں، اب مخلوق کی بھی ذات ہے، یہاں تشبیہ لازم کیوں نہیں آتی؟، لہٰذا جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے اثبات سے مخلوق کی ذات سے تشبیہ لازم نہیں آتی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کے اثبات سے بھی مخلوق کی صفات سے تشبیہ لازم نہیں آتی۔

سوال: کیا قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے بغیر آواز اور حروف کے کلام کیا؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے صوت وحروف

سے کلام کیا۔

❁ امام معمر بن احمد، ابو منصور رحمہ اللہ (۴۱۸ھ) اہل سنت کا متفقہ عقیدہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَوَحْيُهُ وَتَنْزِيلُهُ، تَكَلَّمَ بِهِ وَهُوَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، مِنْهُ بَدَا وَإِلَيْهِ يَعُودُ، وَمَنْ قَالَ : إِنَّهُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ جَهْمِيٌّ .

''بلاشبہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام، وحی اور نازل کردہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، یہ غیر مخلوق ہے، اللہ ہی کی طرف سے ظاہر ہوا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا، قرآن کو مخلوق کہنے والا اللہ کا منکر اور جہمی ہے۔''

(الحُجّة في بيان المَحجة :248/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اللہ تعالیٰ کا علم کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ صفت علم سے متصف ہے، وہ ہر شے سے واقف ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں، وہ ہر چیز کو اس کے وجود میں آنے سے پہلے اور عدم کے بعد ہر وقت جانتا ہے، اس کے علم میں غلطی کا امکان نہیں، نیز اس کا علم کامل واکمل ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾(الطلاق : ۱۲)

''تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے ہر چیز کو علم کے اعتبار

سے گھیر رکھا ہے۔‘‘

سوال: کیا مخلوق کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے؟

جواب: ہر شے کا خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، مخلوق کی طرح ان کے اعمال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾(الزّمر : ٦٢)

’’اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔‘‘

سوال: ہر مخلوق کو رزق دینے والا کون ہے؟

جواب: ہر مخلوق کے رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، مافوق الاسباب رزق کا سوال اللہ ہی سے کرنا چاہیے، کسی مخلوق سے رزق کا سوال کرنا شرک ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾(الرّوم : ٤٠)

’’اللہ وہ ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر رزق دیا، پھر تمہیں مارے گا، پھر زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے بھی کوئی یہ کام کر سکتا ہے؟ اللہ پاک ہے اور تمام تر شریکوں سے بلند ہے۔‘‘

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿أَمَّنْ يَّبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ

وَالْأَرْضِ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

(النّمل : ٦٤)

''کون ہے، جو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ (مارنے کے بعد) لوٹاتا ہے اور کون آسمان وزمین سے تمہیں رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی الہ ہے؟ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔''

سوال: کیا ہر اچھی بری چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے؟

جواب: کائنات میں جو کچھ ہوا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، کچھ اچھا ہوا یا برا ہوا، سب اس کے علم میں ہے۔

سوال: کیا ہر چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ دیا ہے؟

جواب: ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش سے پہلے ہی تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ وہ ہر شے کو جانتا ہے۔ تقدیر پر ایمان لانا واجب ہے، اس کا انکار کفر ہے۔

تقدیر پر ایمان واجب ہے، اس پر دلائل ملاحظہ ہوں:

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (القمر : ٤٩)

''ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تقدیر کے بارے بحث کرنے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ . إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (القمر٤٨، ٤٩)

”اس روز یہ لوگ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے اور (ان سے کہا جائے گا کہ) جہنم کا مزہ چکھو! ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔“

(صحیح مسلم : 2656)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ .

”زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی، نیز فرمایا: اللہ کا عرش (ابھی) پانی پر تھا۔“

(صحیح مسلم : 2653)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَدِلَّةُ الْقَطْعِيَّاتُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَأَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ عَلٰى إِثْبَاتِ قَدَرِ اللّٰهِ .

”کتاب وسنت اور صحابہ وفقہائے سلف وخلف کا اجماع تقدیر کے اثبات پر واضح دلالت کرتے ہیں۔“

(شرح صحیح مسلم : 155/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) صحابہ وتابعین کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہل سنت کے نزدیک تمام موجودات، اعیان ہوں یا افعال، سب پر اللہ کی تقدیر کا اثبات کرتے ہیں، نیز اللہ کی مشیت عامہ بھی ثابت مانتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہیں کہ اس کی بادشاہت میں کوئی ایسی چیز ہو، جس پر اس کی مکمل قدرت نہ ہو اور اس کی مشیت کے تحت نہ ہو۔ اہلِ سنت سابقہ تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں، یہ بھی مانتے ہیں کہ بندے اللہ کی تقدیر کے موافق عمل کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں، جو اللہ کی مشیت میں ہو، وہی کرتے ہیں، جو اس کی مشیت میں ہو۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے، جسے وہ نہ چاہے، وہ نہیں ہوسکتا۔ یہ دو باتیں ایسی ہیں کہ اہل سنت کے ہاں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ اہل سنت کے ہاں تقدیر اللہ کی قدرت، مشیت اور اس کی تخلیق کا نام ہے۔ کوئی ذرہ یا اس سے بھی چھوٹی چیز اس کی مشیت، علم اور قدرت کے بغیر حرکت نہیں کرسکتی ہے۔''

(شِفاء العليل :150/1)

سوال: کیا ہر انسان اپنے اعمال کے متعلق مجبور محض ہے کہ ہونا تو وہی ہے، جو تقدیر میں لکھا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نیکی کا حکم دیا ہے اور برائی سے منع کیا ہے، اسے خیر اور شر کے راستوں سے آگاہ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور نہیں کیا، بلکہ اسے اختیار دیا ہے، البتہ انسان کون سے راستے کو اختیار کرے گا، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں لکھ دیا ہے کہ انسان اپنے اختیار سے اسی رستے پر چلے گا، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق لکھا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا علم غلط نہیں ہوسکتا۔

اس بنا پر انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی برائیوں پر تقدیر کو ذمہ دار ٹھہرائے کہ میں تو تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ یہ مشرکین کا طرز عمل ہے کہ وہ اپنے شرک پر تقدیر کو ذمہ دار ٹھہراتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

سَلَفُ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتُهَا مُتَّفِقُونَ أَيْضًا عَلٰى أَنَّ الْعِبَادَ مَأْمُورُونَ بِمَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ مَنْهِيُّونَ عَمَّا نَهَاهُمُ اللّٰهُ عَنْهُ وَمُتَّفِقُونَ عَلَى الْإِيمَانِ بِوَعْدِهٖ وَوَعِيدِهِ الَّذِي نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَمُتَّفِقُونَ أَنَّهٗ لَا حُجَّةَ لِأَحَدٍ عَلَى اللّٰهِ فِي وَاجِبٍ تَرَكَهٗ وَلَا مُحَرَّمٍ فَعَلَهٗ بَلْ لِّلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَنِ احْتَجَّ بِالْقَدَرِ عَلٰى تَرْكِ مَأْمُورٍ أَوْ فِعْلِ مَحْظُورٍ أَوْ دَفْعِ مَا جَاءَتْ بِهِ النُّصُوصُ فِي الْوَعْدِ وَالْوَعِيدِ فَهُوَ أَعْظَمُ ضَلَالًا وَّافْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ وَمُخَالَفَةً لِّدِينِ اللّٰهِ مِنْ أُولٰئِكَ الْقَدَرِيَّةِ فَإِنَّ أُولٰئِكَ مُشَبَّهُونَ بِالْمَجُوسِ وَقَدْ جَاءَتِ الْآثَارُ فِيهِمْ أَنَّهُمْ مَّجُوسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ .... فَهٰؤُلَاءِ الْمُحْتَجُّونَ بِالْقَدَرِ عَلٰى سُقُوطِ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ مِنْ جِنْسِ الْمُشْرِكِينَ الْمُكَذِّبِينَ لِلرُّسُلِ وَهُمْ أَسْوَأُ حَالًا مِّنَ الْمَجُوسِ وَهٰؤُلَاءِ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ .

"اسلاف امت اور ائمہ دین متفق ہیں کہ بندے اللہ کے احکام ونواہی کے

پابند ہیں۔ کتاب وسنت میں موجود اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں پر ایمان بھی اتفاقی ہے۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ کسی واجب کو ترک کرنے اور حرام کا ارتکاب کرنے کے بارے میں اللہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں قائم کی جاسکتی، بل کہ اللہ ہی دلیل زبردست ہے، جس نے کسی ممنوع وحرام کام پر دلیل لی یا وعدہ وعید پر مشتمل نصوص کا انکار کیا وہ منکرین تقدیر سے بڑھ کر گم راہ، اللہ پر جھوٹ باندھنے والا اور دین کا مخالف ہے۔ یہ لوگ مجوسیوں کے مشابہ ہیں۔ بعض آثار میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ منکرین تقدیر اس امت کے مجوسی ہیں.... اللہ کے اوامر ونواہی کی پامالی پر تقدیر کو دلیل بنانے والے لوگ رسولوں کو جھٹلانے والے مشرکین کی قبیل سے ہیں، بل کہ مجوسیوں سے برے ہیں۔ ان کی دلیل ان کے رب کے ہاں نکمی ہے، ان پر اللہ کے غضب کا کوڑا برسے گا اور دردناک عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔''

(مجموع الفتاوٰی : 452/8)

❀ مزید فرماتے ہیں:

الْقَدَرُ يُؤْمِنُ بِهٖ وَلَا يَحْتَجُّ بِهٖ فَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِّالْقَدَرِ ضَارَعَ الْمَجُوسَ وَمَنِ احْتَجَّ بِهٖ ضَارَعَ الْمُشْرِكِينَ وَمَنْ أَقَرَّ بِالْأَمْرِ وَالْقَدَرِ وَطَعَنَ فِي عَدْلِ اللّٰهِ وَحِكْمَتِهٖ كَانَ شَبِيهًا بِّإِبْلِيسَ .

''تقدیر پر ایمان لایا جائے گا، اسے دلیل نہیں بنایا جائے گا۔ جو تقدیر کو نہیں مانتا، وہ مجوسیوں کے مشابہہ ہے، جو اس سے دلیل پکڑتا ہے، وہ مشرکین کے مشابہہ ہے اور جو تقدیر کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کے عدل وحکمت میں طعن کرتا

ہے، وہ ابلیس کے مشابہہ ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ : 114/8)

❁ مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّصْعَدَ فَيُلْقِي نَفْسَهٗ مِنْ فَوْقِ الْبِئْرِ وَيَقُولُ : قُدِّرَ لِي وَلٰكِنْ يَّحْذَرُ وَيَجْتَهِدُ وَيَتَّقِي فَإِنْ أَصَابَهٗ شَيْءٌ عَلِمَ أَنَّهٗ لَمْ يُصِبْهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ .

''کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ کنویں کی منڈیر پر چڑھ کر خود کو اندر پھینک دے اور کہے : یہ میری تقدیر میں لکھ دیا گیا تھا، بل کہ اپنا پورا بچاؤ کرے اور کوشش کرے۔ اگر کوئی مصیبت پہنچ ہی جائے، تو سمجھے کہ وہی پہنچی ہے، جو تقدیر میں لکھی تھی۔''(حِلْيَة الأولياء لأبي نعيم : 202/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں، کسی نبی ولی نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھنے کی استطاعت رکھتا ہے، البتہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا اپنے چہرے کا دیدار کرائے گا۔ اس پر متواتر احادیث دلیل ہیں۔

❁ نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَقُولُ : أَنَا رَبُّكُمْ وَهُوَ أَعْوَرُ، وَرَبُّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَلَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوتُوا .

''دجال مومن سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، حالاں کہ وہ کانا ہوگا، یاد رکھئے گا کہ آپ کا رب کانا نہیں ہے اور آپ قیامت سے پہلے اللہ کو دیکھ بھی

نہیں سکتے۔''

(السنّة لابن أبي عاصم : 48، التوحيد لابن خزيمة : 459/2، وسندهٗ حسنٌ)

❀ اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ (۱۹۳ھ) آیت:﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ (الانعام: ۱۰۳) ''آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتیں، جبکہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هٰذَا فِي الدُّنْيَا .

''یہ دنیا کی بابت کہا جا رہا ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 1363/4، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا جب جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں، تو اللہ کے چہرے کی کوئی جہت ہوگی؟

جواب: قیامت کے دن اہل جنت کو اللہ کا دیدار ہوگا، یہ دیدار حقیقی ہے، اس میں جہت ثابت ہے۔

❀ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ، لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ، وَلَا حِجَابَ يَحْجُبُهٗ .

''آپ سب سے عن قریب اللہ تعالیٰ ہم کلام ہونے والے ہیں، اس طرح کہ آپ کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان یا حجاب نہیں ہوگا۔''

(صحيح البُخاري : 7443، صحيح مسلم : 1016)

❀ سیدنا جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھے تھے کہ اچانک آپ نے چودہویں کے

چاند کی جانب دیکھا اور فرمایا: آپ اپنے رب کو اسی طرح دیکھیں گے، جس طرح یہ چاند دیکھ رہے ہیں اور رب تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی، اگر آپ نماز عصر اور نماز فجر کو وقت پر ادا کرنے کی استطاعت پاتے ہیں، تو ایسا کرتے رہیں۔''

(صحیح البخاري : 7434، صحیح مسلم : 633)

❀ صحیح بخاری (۷۴۳۵) میں ہے:

إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا .

''آپ اپنے رب کو روبرو دیکھیں گے۔''

رؤیت کی تشبیہ رؤیت کے ساتھ ہے۔یعنی جس طرح حقیقت میں اپنی آنکھوں سے چاند دیکھتے ہیں، اسی طرح مومن روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا۔

جب رؤیت حقیقی ہو، تو جہت یقینی ہے۔ دراصل جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانتے ہیں، اس کے لیے جہت کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے لیے رؤیت حقیقی تسلیم کرنا مشکل ہے، جبکہ اہل سنت بالاتفاق اللہ تعالیٰ کی ذات کو عرش پر مانتے ہیں اور اللہ کے لیے جہت کا اثبات کرتے ہیں، لہٰذا وہ مذکورہ احادیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے وقت جہت کا اثبات کرتے ہیں، کیونکہ جہت کے اثبات کے بغیر رؤیت حقیقی ممکن نہیں۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو دیکھ رہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا دیکھنا حقیقی ہے، جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے، اللہ کے دیکھنے سے علم وقدرت مراد لینا جائز نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا تقدیر میں غور وخوض کرنے سے منع کیا گیا ہے؟

جواب: تقدیر پر ایمان لانا واجب ہے، اس کے متعلق بحث ومباحثہ کرنا اور اس کی کھوج میں پڑ جانا درست نہیں۔ افہام وتفہیم کے لیے تقدیر میں بحث جائز ہے، مگر بے جا اور فضول بحث کی گنجائش نہیں، اس میں زیادہ غور وفکر ہلاکت کا باعث ہے۔

کئی احادیث میں تقدیر میں زیادہ غور وخوض سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ کا راز ہے۔ جس کو اللہ نے اپنے علم میں خاص کیا ہوا ہے اور بندوں سے چھپایا ہے، اس کو کریدنا اسلام کی شاہراہ سے انحراف کا سبب ہے۔

۞ علامہ آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَا يَحْسُنُ بِالْمُسْلِمِينَ التَّنْقِيرُ وَالْبَحْثُ عَنِ الْقَدَرِ؛ لِأَنَّ الْقَدَرَ سِرٌّ مِّنْ سِرِّ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

”مسلمانوں کے لئے تقدیر کے بارے میں بحث وکرید مناسب نہیں، کیوں کہ یہ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔“

(الشّریعة: 697/2)

۞ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

الْقَدَرُ سِرُّ اللّٰهِ لَا يُدْرَكُ بِجِدَالٍ وَّلَا يَشْفِي مِنْهُ مَقَالٌ وَّالْحِجَاجُ

فِيهِ مَرْتَجَةٌ لَّا يُفْتَحُ شَيْءٌ مِّنْهَا إِلَّا بِكَسْرِ شَيْءٍ وَّغَلْقِهٖ .

''تقدیر اللہ کا راز ہے، جو بحث وتمحیص سے حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے، نہ ہی کوئی بات اس کیلئے شافی حل ہو سکتی ہے۔ اس میں زیادہ غور کرنے والا اختلاط کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کا ذرا سا حصہ بھی کسی چیز کو توڑنے یا بند کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔''

(التّمهيد لما في المُوَطّأ من المعاني والأسانيد : 14/6)

❁ امام قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے تقدیر میں بحث کرنے والوں سے فرمایا:

كُفُّوا عَمَّا كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ .

''اس سے رک جائیں، جس (کو بتانے) سے اللہ رک گیا۔''

(طبقات ابن سعد : 188/5، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام طاوس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِجْتَنِبُو الْكَلَامَ فِي الْقَدَرِ فَإِنَّ الْمُتَكَلِّمِينَ فِيهِ يَقُولُونَ بِغَيْرِ عِلْمٍ .

''تقدیر کے بارے میں بات چیت سے بچیں! کیونکہ اس بارے میں بات کرنے والے لوگ بغیر علم بحث کرتے ہیں۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 20075، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَلَاثٌ ارْفُضُوهُنَّ : سَبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّظَرُ فِي النُّجُومِ، وَالنَّظَرُ فِي الْقَدَرِ .

''تین کام چھوڑ دیجئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا کہنا، ستاروں میں غور وفکر اور

تقدیر میں غور وخوض۔‘‘

(فضائل الصحابة لأحمد بن حنّبل : 19، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَرْبَعٌ لَّا تَتَكَلَّمْ فِيهِنَّ : عَلِيٌّ، وَعُثْمَانُ، وَالنُّجُومُ، وَالْقَدَرُ .

’’چار چیزوں میں بات نہ کیجئے، سیدنا علی وعثمان رضی اللہ عنہما، نجوم اور تقدیر۔‘‘

(مَساوِي الأخلاق للخطرائطي : 748، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حبیب بن خالد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’’میں عبداللہ بن طاوس رحمہ اللہ کے پاس آیا، انہوں نے پوچھا: آپ کہاں سے ہیں؟ ہم نے کہا: بصرہ سے۔ فرمایا: شاید آپ قدری فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، عرض کیا: ہم تو امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، فرمایا: اللہ ایوب پر رحم کرے! وہ تو قدری نہیں تھے، میں نے عرض کیا: قدریوں کے بارے میں آپ کے والد (طاوس رحمہ اللہ) کا کیا خیال تھا؟ کہنے لگے: ان کا فرمان تھا:

هُوَ أَمرٌ مَّنْ تَكَلَّمَ فِيهِ سُئِلَ عَنهُ وَمَنْ لَّمْ يَتَكَلَّم فِيهِ لَمْ يَسْأَلْ عَنْهُ، مَا تُرِيدُونَ إِلَيْهِ؟ .

’’یہ ایسی چیز ہے کہ جس نے اس بارے میں بات کی، اس سے حساب ہوگا، جس نے اس بارے میں بات نہ کی اس سے حساب نہ ہوگا۔ (اب) آپ کیا چاہتے ہیں؟‘‘

(العِلَل ومعرفة الرّجال لأحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 3598، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: اللہ کی رحمت کو ماں باپ کی رحمت کے مشابہ ومماثل قرار دینا کیسا ہے؟

جواب: اللہ کی رحمت کو والدین کی رحمت کے مشابہ قرار دینا جائز نہیں، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت والدین کی رحمت کی بہ نسبت کئی درجے زیادہ ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعًا وَّتِسْعِينَ رَحْمَةً، وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كُلِّهِمْ رَحْمَةً وَاحِدَةً، فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَيْئَسْ مِنَ الْجَنَّةِ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ.

''اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو پیدا کیا، تو اس کے سو درجے بنائے، ننانوے درجے اپنے پاس رکھے اور ایک درجہ ساری مخلوق میں بھیجا۔ پس اگر کافر اللہ تعالیٰ کی تمام رحمت کو جان لے، تو وہ جنت سے نا اُمید نہ ہو اور اگر مؤمن اللہ تعالیٰ کے تیار کردہ مکمل عذاب کو جان لے، تو وہ جہنم سے بے خوف نہ ہو۔''

(صحيح البخاري : 6469، صحيح مسلم : 2752)

اللہ تعالیٰ کی رحمت دو طرح کی ہے؛ ایک رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، دوسری مخلوق ہے۔ مذکورہ حدیث میں جس رحمت کی بات کی گئی ہے، وہ مخلوق رحمت ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینا جائز ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ پر اسی طرح ایمان لانا واجب ہے، جس طرح کتاب وسنت میں وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حقیقی اور باکمال ہیں، ان میں تاویل (نصوص اور صفات باری تعالیٰ کو ان کے حقیقی معنی ومدلول

سے پھیر دینا)، تحریف (نصوص کو ان کے حقیقی معنی سے پھیر دینا)، تکییف (تمثیل کے بغیر صفت کی کیفیت بیان کرنا)، تمثیل (اللہ کی صفت کو مخلوق کی صفت کے مثل قرار دینا)، تشبیہ (اللہ کی صفت کو مخلوق کی صفت کے مشابہ قرار دینا)، تعطیل (اللہ تعالیٰ کی صفت کا انکار کرنا) اور تفویض (صفات کے الفاظ کو تو ماننا، مگر معنی کا انکار کر دینا) جائز نہیں۔

ہر معطل ممثل ہوتا ہے، ہر ممثل معطل ہوتا ہے۔ ہر ممثل مکیف ہوتا ہے، ہر مکیف ممثل نہیں ہوتا، ممثل اور مکیف میں عموم وخصوص مطلق پایا جاتا ہے۔

اللہ کی ذات اور صفات ہر قسم کی تشبیہ وتمثیل سے پاک ہے۔ اس کی کسی صفت کو مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ قرار دینا جائز نہیں۔ وہ ہر صفت میں وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اس کی صفات اس کے شایان شان ہیں اور مخلوق کی صفات مخلوق کے شایان شان ہیں۔ دونوں میں کوئی مماثلت یا مشابہت نہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَصْلُ فِي هٰذَا الْبَابِ أَنْ يُّوصَفَ اللّٰهُ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ، وَبِمَا وَصَفَتْهُ بِهٖ رُسُلُهٗ نَفْيًا وَّإِثْبَاتًا، فَيُثْبِتُ لِلّٰهِ مَا أَثْبَتَهٗ لِنَفْسِهٖ، وَيَنْفِي عَنْهُ مَا نَفَاهُ عَنْ نَفْسِهٖ، وَقَدْ عُلِمَ أَنَّ طَرِيقَةَ سَلَفِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا إِثْبَاتُ مَا أَثْبَتَهٗ مِنَ الصِّفَاتِ مِنْ غَيْرِ تَكْيِيفٍ وَّلَا تَمْثِيلٍ، وَمِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ وَّلَا تَعْطِيلٍ، وَكَذٰلِكَ يَنْفُونَ عَنْهُ مَا نَفَاهُ عَنْ نَفْسِهٖ، مَعَ إِثْبَاتِ مَا أَثْبَتَهٗ مِنَ الصِّفَاتِ مِنْ غَيْرِ إِلْحَادٍ لَا فِي أَسْمَائِهٖ وَلَا فِي آيَاتِهٖ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ذَمَّ الَّذِينَ

يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهٖ وَآيَاتِهٖ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(الأعراف : ١٨٠) وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ﴾(فُصّلت : ٤٠)، فَطَرِيقَتُهُمْ تَتَضَمَّنُ إِثْبَاتَ الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ مَعَ نَفْيِ مُمَاثَلَةِ الْمَخْلُوقَاتِ إِثْبَاتًا بِلَا تَشْبِيهٍ، وَتَنْزِيهًا بِلَا تَعْطِيلٍ، كَمَا قَالَ تَعَالَى : ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(الشّورٰى : ١١) فَفِي قَوْلِهٖ : ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ رَدٌّ لِّلتَّشْبِيهِ وَالتَّمْثِيلِ، وَقَوْلُهٗ : ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ رَدٌّ لِلْإِلْحَادِ وَالتَّعْطِيلِ.

”اس بارے میں اصل بات یہ ہے کہ اللہ کو ان صفات سے متصف کیا جائے، جن سے اس نے خود کو یا اس کے رسولوں نے اسے نفی و اثبات کی صورت میں متصف کیا ہے، یعنی جو اس نے اپنے لیے ثابت کیا ہے، اسے ثابت کیا جائے اور جس کی نفی کی ہے، اس کی نفی کی جائے، یہ تو واضح بات ہے کہ اسلاف امت اور ائمہ کرام کا طریقہ یہی تھا کہ جو صفات اللہ تعالیٰ نے ثابت کی ہیں ان کو بغیر تکییف و تمثیل اور بغیر تحریف و تعطیل ثابت کیا جائے، اسی طرح جن کو اپنے آپ سے نفی کی ہے، ان کی نفی کر دی جائے، نیز اس کے اسماء وصفات میں الحاد سے کام نہ لیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی ہے،

فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(الأعراف : ۱۸۰) ''اللہ تعالیٰ کے خوبصورت نام ہیں، ان کے ذریعے تم اسے پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو، جو اس کے اسماء میں الحاد اختیار کرتے ہیں، عنقریب ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے دیا جائے گا۔'' نیز فرمایا:﴿إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ﴾(فُصِّلت : ٤٠)''جو لوگ ہماری آیات (صفات) میں الحاد سے کام لیتے ہیں، وہ ہم سے مخفی نہیں، کیا جو آگ میں ڈال دیا جائے گا، وہ بہتر ہے یا وہ، جو قیامت کے دن پُر امن آئے گا، جو چاہو عمل کرو۔'' چنانچہ سلف کا طریقہ یہ ہے کہ اسماء وصفات کا اثبات اس طرح کیا جائے کہ مخلوقات کی مشابہت لازم نہ آئے، نہ تعطیل ہو جائے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مثل کی نفی کر کے تشبیہ وتمثیل کا رد کیا ہے اور اپنی سماعت وبصارت ثابت کر کے الحاد وتعطیل کا رد کر دیا ہے۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 3/3)

سوال: نفع ونقصان کا مالک کون ہے؟

جواب: نفع اور نقصان کا حقیقی مالک ومختار اللہ تعالیٰ ہے، مخلوق میں سے کسی کو نفع یا نقصان کا مالک یا مختار سمجھنا شرک ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کفر یا شرک معاف کر دیتا ہے؟

(جواب): موت سے پہلے پہلے اگر کفر یا شرک سے توبہ کر لی جائے، تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ بھی معاف کر دیتا ہے، بلکہ ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اگر شرک یا کفر پر موت ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان کیا ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا، نیز اس کے لیے جنت حرام ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا﴾(النّساء : ٤٨)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کر دے گا، جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے (اللہ پر) بہت بڑا بہتان باندھا۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾

(المائدة : ٧٢)

''یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، (بغیر توبہ کے مر جائے، تو) اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مشرک جب اپنے شرک پر مر جائے، تو وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوگا، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جیسے چاہے معاف کر دے گا، البتہ گناہگار مسلمان جو مشرک نہیں ہونگے، وہ اس کی مشیت کے تحت

ہوں گے، جسے چاہے گا، معاف کردے گا اور جسے چاہے گا، عذاب دے گا۔''

(فتح القدير :549/1)

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کا ہر کام مبنی بر حکمت ہوتا ہے، مگر ان حکمتوں کا ادراک مخلوق نہیں کر سکتی، اگر چہ کبھی بعض حکمتوں کا علم بھی ہو جاتا ہے، لیکن اس میں بھی تمام حکمتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ﴾(الأنعام : ١٨)

''وہ حکمت والا اور خوب خبر رکھنے والا ہے۔''

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ جنس بشر سے تھے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ جنس بشر سے تھے، نبی کریم ﷺ پر ایمان کی بنیادی شرائط میں سے ہے کہ آپ ﷺ کو بشر تسلیم کیا جائے۔ آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کفر ہے۔

❀ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (1231ھ) لکھتے ہیں:

يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الْإِيْمَانِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرِفَةُ اسْمِهٖ إِذْ لَا تَتِمُّ الْمَعْرِفَةُ إِلَّا بِهٖ وَكَوْنِهٖ بَشَرًا مِّنَ الْعَرَبِ وَكَوْنِهٖ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ اتِّفَاقًا لِّوُرُودِ ذٰلِكَ الْقَوَاطِعِ الْمُتَوَاتِرَةِ .

''متواتر اور قطعی نصوص کی بنا پر صحت ایمان کے لئے شرط ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کا علم ہو، کیونکہ نام کے بغیر معرفت ہوتی ہی نہیں۔ نیز یہ جاننا بھی شرط ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں، آپ کا تعلق عرب سے ہے اور آپ بالاتفاق

خاتم النبیین ہیں۔‘‘

(حاشية الطّحطاوي، ص 11)

سوال: کیا تمام انبیائے کرام علیہم السلام جنس بشریت سے تھے؟

جواب: پہلے نبی سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے۔ یہ رسولوں پر ایمان کی بنیادی شرط ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(الأنبياء : ٧)

’’(اے نبی!) آپ سے قبل جتنے انبیا ہم نے بھیجے اور ان کی طرف وحی کی، سبھی مرد تھے۔ اگر تمہیں معلوم نہیں، تو اہل ذکر سے پوچھ لیں۔‘‘

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ أَنَّ الرُّسُلَ كَانُوا مِنَ الْبَشَرِ .

’’تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ تمام رسول بشر تھے۔‘‘

(تفسير القُرطبي :272/11)

سوال: نبی ہونے کے لیے اس پر وحی ہونا ضروری ہے؟

جواب: نبی پر وحی نازل ہوتی ہے۔

سوال: قرآن کریم کی بعض آیات کے بعض پر افضل ہونے کا کیا معنی ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، اللہ کا سارا کلام افضل ہے، کوئی کلام مفضول نہیں۔ قرآن کریم کی بعض آیات اور سورتیں بعض دوسری آیات و سورتوں پر مقام و

مرتبہ میں فضیلت رکھتی ہیں۔ متکلم کے اعتبار سے تو سارا قرآن برابر ہے، کیونکہ سب آیات اورسورتیں ایک ہی متکلم (اللہ تعالیٰ) کا کلام ہیں، مگر اپنے مدلولات اور موضوعات کے اعتبار سے فرق ہے، مثلاً سورت اخلاص اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات پر مشتمل ہے، یہ سورت لہب کی طرح نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہاں ابولہب کا حال وانجام بیان ہوا ہے۔ اسی طرح انداز بیان کی قوت وتاثیر کے اعتبار سے بھی آیات وسور میں تفاوت ہے۔ بعض آیات چھوٹی ہوتی ہیں، لیکن ان میں ترغیب وترہیب کا گراں قدر سامان موجود ہوتا ہے۔

سوال: قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں کے بارے میں کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

جواب: ایمانیات ستہ میں سے ایک رکن ''کتابوں پر ایمان'' ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سمیت جتنی کتابیں یا صحیفہ نازل کیے، سب کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کا کلام ہیں اور حق ہیں، ان کتابوں یا صحیفوں میں سے جن کا نام معلوم ہے، ان پر ناموں کے ساتھ ایمان لانا، مثلاً تورات، زبور، انجیل، صحائف ابراہیم، صحائف موسیٰ علیہما السلام وغیرہ اور جن کے نام معلوم نہیں، ان پر بغیر نام لیے ایمان لانا، مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی پر جو کلام نازل کیا، میں اس کے حق ہونے پر ایمان رکھتا ہوں، نیز یہ بھی اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد پہلی تمام کتابیں اور صحیفے منسوخ ہو چکے ہیں، ان پر عمل کرنا جائز نہیں، نیز ان میں تحریف ہو چکی ہے۔

سوال: کیا قرآن کریم سب سے افضل کتاب ہے؟

جواب: قرآن کریم سب سے افضل کتاب ہے، اس نے پہلی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا، اس کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی

آخری ہیں اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم بھی آخری ہے۔اس کے بعد کوئی آسمانی کتاب یا صحیفہ نازل نہیں ہوگا۔

قرآن کریم کے ہر ہر حرف کی تلاوت پر اجر ہے، اس کی تعظیم اور ادب واحترام واجب ہے، اس کے ایک حرف کا بھی انکار کفر ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى وُجُوبِ تَعْظِيمِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَتَنْزِيهِهٖ وَصِيَانَتِهٖ وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْهُ حَرْفًا مِّمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ زَادَ حَرْفًا لَّمْ يَقْرَأْ بِهٖ أَحَدٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مطلقاً قرآنِ عزیز کی تعظیم، تنزیہ اور حفاظت کرنا واجب ہے، نیز اجماع ہے کہ جو جان بوجھ کر قرآن کے ایک بھی حرف کہ جس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کرے یا اپنی طرف سے کوئی حرف زیادہ کرے کہ جس کی قرأت (اس سے پہلے) کسی (اہل علم) نے نہیں کی، تو وہ کافر ہے۔''

(التِّبیان في آداب حَمَلة القرآن، ص 164)

سوال: کیا قرآن کریم کی کسی آیت میں تحریف ہوئی؟

جواب: قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔اس کا ایک حرف بھی تبدیل نہیں ہوا، بلکہ اسی طرح محفوظ ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا۔اس کی ہر آیت متواتر ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾(الحجر : ۹)

"بلاشبہ ہم نے ہی "ذکر" کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

ذکر کا معنی نصیحت ہے، وہ قرآن اور حدیث ہے۔لہٰذا قرآن و حدیث اللہ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہیں۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ، سُوَرُهٗ وَآيَاتُهٗ، فَمُتَوَاتِرٌ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، مَحْفُوْظٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يُبَدِّلَهٗ، وَلَا يَزِيْدَ فِيْهِ آيَةً، وَلَا جُمْلَةً مُّسْتَقِلَّةً، وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَحَدٌ عَمْدًا، لَانْسَلَخَ مِنَ الدِّيْنِ .

"قرآن عظیم کی سورتیں اور آیات متواتر ہیں، وللہ الحمد۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے، کوئی اس میں تبدیلی یا زیادتی نہیں کر سکتا، نہ کوئی جملہ بڑھا سکتا ہے، اگر کوئی ایسا جان بوجھ کر کرے گا، تو وہ دین سے نکل جائے گا (یعنی مرتد ہو جائے گا)۔"

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 171/10)

۞ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الْقُرْآنُ وَوَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، فَلَا يُزَادُ فِيهِ حَرْفٌ وَّلَا يُنْقَصُ حَرْفٌ وَقَدْ رَامَ الرَّوَافِضُ وَالْمُلْحَدَةُ ذٰلِكَ فَمَا يُمْكِنُ لَهُمْ .

"یقیناً قرآن صحیح سلامت ہے، اس پر اجماع ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں نہ ایک

حرف بڑھایا جا سکتا ہے اور نہ کم کیا جا سکتا ہے۔ روافض (شیعہ) اور ملحدین نے تحریف قرآن کی کوشش کی ہے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔''

(إكمال المُعلِم :1/119)

(سوال): قرآن کریم کی سات قراٗتوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): قرآن کریم کی ساتوں قراٗتیں متواتر ہیں، قراٗتوں سے مراد لہجے ہیں۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ .

''بلاشبہ قرآن کریم سات قراٗتوں میں نازل کیا گیا ہے، جو آسان لگے، اس میں تلاوت کر لیں۔''

(صحيح البخاري : 4992، صحيح مسلم : 818)

(سوال): کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے؟

(جواب): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نبوت ختم ہو چکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر رسالت یا نبوت کی وحی نازل نہ ہوگی۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

أَلَا وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ انْطَلَقَ وَقَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ .

''خبردار! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد :1/41، وسندهٗ حسنٌ)

❀ مزید فرمایا:

إِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ .

”وحی منقطع ہو چکی ہے۔“(صحيح البخاري :2641)

❀ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ آپ روتی کیوں ہیں تو فرمایا اس لئے روتی ہوں کہ، آسمان سے سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے۔

(صحيح مسلم : 2454)

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (456ھ) لکھتے ہیں:

اِتَّفَقُوا أَنَّهٗ مُذْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَكَمُلَ الدِّينُ وَاسْتَقَرَّ وَأَنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّزِيدَ شَيْئًا مِّنْ رَّأْيِهٖ بِغَيْرِ اسْتِدْلَالٍ مِّنْهُ وَلَا أَنْ يَّنْقُصَ مِنْهُ شَيْئًا، وَلَا أَنْ يُّبْدِلَ شَيْئًا مَّكَانَ شَيْءٍ وَّلَا أَنْ يُّحْدِثَ شَرِيعَةً وَّأَنَّ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ كَافِرٌ .

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہے، دین مکمل ہو چکا ہے، اس کے بعد اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے سے دین میں کمی بیشی کرے، کسی حکم کو تبدیل کرے یا کوئی نئی شریعت کھڑی کر دے، ایسا کرنے والا کافر ہے۔“

(مَراتِب الإجماع : 174)

مزید لکھتے ہیں:

إِذْ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ بِمَوْتِهٖ وَمَنْ أَجَازَ ذٰلِكَ، فَقَدْ أَجَازَ كَوْنَ

النُّبُوَّةِ بَعْدَهُ وَمَنْ أَجَازَ ذٰلِكَ فَقَدْ كَفَرَ وَحَلَّ دَمُهُ وَمَالُهُ .

''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، جو وحی کے امکان کو درست سمجھتا ہے، وہ نبوت کے امکان کو درست سمجھتا ہے اور جو نبوت کے امکان کو درست سمجھے، وہ کافر ہے، اس کا خون اور مال حلال ہے۔''

(الإحکام في أصول الأحکام : 4/79)

سوال: کیا نبوت کسبی چیز ہے؟

جواب: نبوت کسبی چیز نہیں کہ جسے انسان محنت یا نیکی تقویٰ کی بنا پر حاصل کر لے۔ بلکہ نبوت وہبی شے ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہوتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے، نبوت کے درجہ پر فائز کر دیتا ہے، مگر اب نبی کریم ﷺ کے بعد وہ منصب اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں کرنا، کیونکہ نبوت کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الأنعام : ١٢٤)

''اللہ بخوبی جانتا ہے کہ رسالت کسے سونپے؟''

❀ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (745ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ ذَهَبَ إِلٰى أَنَّ النُّبُوَّةَ مُكْتَسَبَةٌ لَّا تَنْقَطِعُ، أَوْ إِلٰى أَنَّ الْوَلِيَّ أَفْضَلُ مِنَ النَّبِيِّ، فَهُوَ زِنْدِيقٌ يَّجِبُ قَتْلُهُ، وَقَدِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ نَاسٌ، فَقَتَلَهُمُ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَكَانَ فِي عَصْرِنَا شَخْصٌ مِّنَ الْفُقَرَاءِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ بِمَدِينَةِ مَالِقَةَ، فَقَتَلَهُ السُّلْطَانُ بْنُ

الْأَحْمَرِ، مَلِكُ الْأَنْدَلُسِ بِغَرْنَاطَةَ، وَصُلِبَ إِلٰى أَنْ تَنَاثَرَ لَحْمُهُ.

''جو یہ کہتے ہیں کہ نبوت کسبی ہے، منقطع نہیں ہوتی، یا سمجھتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، وہ زندیق ہیں، انہیں قتل کرنا واجب ہے۔ جب بھی کسی نے نبوت کا دعوی کیا، مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔ ہمارے زمانے میں مالقہ نامی شہر کے ایک فقیر نے نبوت کا دعوی کیا، تو اندلس کے بادشاہ سلطان بن احمر نے اسے غرناطہ میں قتل کروا دیا اور اسے پھانسی دے دی، یہاں تک کہ اس کا گوشت بکھر گیا۔''(البحر المُحیط : 485/8)

سوال: جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبی سے نبوت زائل ہو جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اعتقاد کفر ہے۔ نبوت ایسا اعزاز اور سعادت ہے، جو کبھی سلب نہیں ہوتی۔

سوال: کیا نبی کو مرض لاحق ہو سکتا ہے؟

جواب: نبی کو جنون کے علاوہ ہر مرض لاحق ہو سکتا ہے، یہ انسانی عوارض ہیں، ان میں انبیائے کرام کے لیے استثنٰی نہیں۔ کئی انبیا مختلف امراض میں مبتلا رہے ہیں۔

❀ علامہ عبدالحق دہلوی صاحب (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''حدیث: ''نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا۔'' ملحدین کا ایک گروہ جادو کے اثرات اور نبی کریم ﷺ پر ان کے وقوع پذیر ہونے کو بعید خیال کرتا ہے۔ یہ لوگ وہم دیتے ہیں کہ جادو نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کی معصومیت کے خلاف ہے، نیز یہ آپ ﷺ کے معاملہ میں التباس اور شک کا باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ کی صداقت اور نبوت پر قطعی دلائل ہونے کے بعد یہ وہم بالکل باطل ہے۔ جادو ایک مرض اور عارضہ ہے، جس کا اثر نبی کریم ﷺ پر بھی ہو سکتا

ہے۔جس طرح کہ دیگر امراض، نبوت میں انکار اور قدح کا باعث نہیں بنتے۔ بالفرض اگر مرض کی وجہ سے آپ ﷺ کے کسی کام میں خلل واقع ہوا بھی ہے، تو اس سے یہ گمان لازم نہیں آتا کہ ان افعال میں بھی اثر انداز ہو جائے کہ جس سے شفایاب ہونے کے بعد بیماری کوئی نقصان نہیں دیتی۔

انبیا کرام علیہم السلام کے حق میں ممکن ہے کہ ان پر آفات، تغیرات، تکالیف اور بیماریوں سمیت وہ تمام عوارض انسانی لاحق ہو سکتے ہیں کہ جو دوسرے انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں، کیونکہ انبیا کے اجسام اور ظاہری ہیئت انسانوں کی طرح ہوتی ہے، جبکہ ان کی روحیں اور باطن معصوم ہوتے ہیں، ملأ اعلیٰ سے جڑے ہوتے ہیں، کیونکہ انبیا نے ان سے علم اور وحی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی انبیا کو انسانی آفات سے بھی محفوظ کر لیتا ہے، یہ عصمت معجزاتی طور پر ہوتی ہے اور دیگر انسانوں پر ان کے شرف اور امتیاز کے اظہار کے لیے ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے حکمتِ الٰہی کارفرما ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہودی عورت کے زہر (آلود کھانے) سے بچ جانا، ابن اعصم کے جادو سے بچ جانے سے کم نہیں ہے۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے جسم میں جادو کے اثر انداز ہونے میں حکمت ایک تو جادو کی حقیقت اور ثبوت کا اظہار کرنا تھی، دوسرا نبی کریم ﷺ کی نبوت کی سچائی بیان کرنا تھی کہ اس میں کوئی جادوگر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ رہی وہ روایت کہ جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو خیال گزرتا کہ آپ نے کوئی کام کیا، لیکن وہ آپ نے کیا نہ ہوتا تھا اور نہ کر رہے ہوتے تھے۔ تو ان خیالات میں آپ کی تبلیغ اور

رسالت داخل نہیں ہے کہ جو آپ کی سچائی میں قدح کا باعث ہو، کیونکہ آپ ﷺ کی عصمت پر دلیل قائم ہو چکی ہے۔ یہ خیالات صرف ان دنیاوی امور میں واقع ہوئے، جو آپ ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد نہیں تھے اور نہ ہی وہ آپ کے لیے کوئی فضلیت کا باعث تھے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ آپ ﷺ کو بعض بے حقیقت امور کا خیال ہوتا، بعد میں وہ خیال دور ہو جاتا۔

اس کی وضاحت ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ جس میں ہے: ''یہاں تک کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ اپنی ازواج کے پاس آئے ہیں، جبکہ آئے نہ ہوتے تھے۔ ......'' کہا گیا ہے: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے، جبکہ کیا نہ ہوتا، آپ صرف خیال کرتے، اس کی سچائی کا اعتقاد نہ کرتے تھے، یوں آپ ﷺ کے تمام اعتقادات درست ہی رہے اور آپ کے اقوال بالکل صحیح رہے، ائمہ نے اس مقام پر یہی ذکر کیا ہے۔''

(لَمعات التّنقیح: 9/442-444)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے پاس عطائی علم غیب تھا؟

جواب: علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کو غیب کا علم نہیں۔ انبیا علیہم السلام کو جن غیبی اُمور کی اطلاع دی گئی، وہ وحی سے تھی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ

إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾(الأعراف : ١٨٨)

''اے نبی! کہہ دیجیے، میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے، میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا، میں تو صرف اہل ایمان کو ڈرانے اور خوشخبریاں سنانے آیا ہوں۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يُفَوِّضَ الْأُمُورَ إِلَيْهِ، وَأَنْ يُخْبِرَ عَنْ نَفْسِهٖ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَلَا اطِّلَاعَ لَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِمَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے تمام تر معاملات اللہ کے سپرد کر دیں اور خبر دیں کہ آپ غیب دان نہیں، نہ ہی کسی چیز پر مطلع ہیں، سوائے اس کے جس پر اللہ نے مطلع کر دیا ہے۔''(تفسیر ابن کثیر : 523/3)

اگر نبی کریم ﷺ کو عطائی غیب حاصل ہوتا، تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے یہ نہ کہلواتے:

''اگر میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سے بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے کچھ بھی نقصان نہ پہنچتا!''

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عطائی غیب حاصل نہ تھا، بلکہ صرف انہی باتوں کا علم تھا، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آگاہ کر دیا تھا۔

❀ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے اس عقیدہ کا یوں اظہار کروایا ہے:

﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(الأنعام : ٥٠)

''میں غیب نہیں جانتا۔''

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مندرجہ ذیل آیت سے نبی کریم ﷺ کے عالم الغیب ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ۞ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾(الجن : ٢٦، ٢٧)

''(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا، سوائے رسول کے، جسے وہ پسند کرے۔''

جواب: اس آیت سے نبی کریم ﷺ کا عالم الغیب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ هٰذِهٖ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَلا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾(البقرة : ٢٥٥) وَهٰكَذَا قَالَ هَاهُنَا : إِنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَالشَّهَادَةَ، وَإِنَّهٗ لَا يَطَّلِعُ أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِهٖ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا مِمَّا أَطْلَعَهٗ تَعَالٰى عَلَيْهِ؛ وَلِهٰذَا

قَالَ : ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ وَهٰذَا يَعُمُّ الرَّسُولَ الْمَلَكِيَّ وَالْبَشَرِيَّ .

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ❊ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ ''(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا، سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے۔'' اس آیت کی طرح ہے:﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾(البقرۃ : ۲۵۵) ''وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کو اپنے احاطے میں نہیں لا سکتے، سوائے اس بات کے جو وہ چاہے۔'' اسی طرح یہاں فرمان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے علم میں سے کسی بھی چیز پر اطلاع نہیں پا سکتا، سوائے اس چیز کے جس پر اللہ تعالیٰ خود کسی کو مطلع کر دے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ:﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ❊ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ﴾ ''وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے۔'' یہ بات فرشتے رسول اور بشر رسول دونوں کو شامل ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 326/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يُفَوِّضَ الْأُمُورَ إِلَيْهِ، وَأَنْ يُخْبِرَ عَنْ نَفْسِهٖ أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ، وَلَا اطِّلَاعَ لَهٗ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ إِلَّا

بِمَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا﴾ .

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کوحکم دیا ہے کہ آپ تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں اور اپنے بارے میں خبر دے دیں کہ وہ مستقبل کے غیب کونہیں جانتے، نہ آپ کو اس میں سے کسی چیز کی اطلاع ہے، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دے دی ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا﴾ ''(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔''

(تفسیر ابن کثیر : 249/3)

❁ مزید فرماتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ : ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ أَيْ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ غَيْبَ اللّٰهِ فِي خَلْقِهٖ حَتّٰى يُمَيِّزَ لَكُمُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الْمُنَافِقِ، لَوْلَا مَا يَعْقِدُهٗ مِنَ الْأَسْبَابِ الْكَاشِفَةِ عَنْ ذٰلِكَ .ثُمَّ قَالَ : ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهٖ مَنْ يَشَاءُ﴾ كَقَوْلِهٖ : ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا ......﴾ .

''پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرنے والا۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں موجود اس کا غیب نہیں جان سکتے کہ تمہیں مؤمن اور منافق کی تمیز ہو جائے۔

ہاں اگر وہ اسباب موجود ہوں، جو اس غیب سے پردہ اٹھا سکتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ﴾ ”لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے، (اس غیب سے پردہ اٹھانے کے لیے) اس کا انتخاب کر لیتا ہے۔“ یہ فرمان اس آیت کی طرح ہی ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا......﴾ ”(وہی) عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا......۔“

(تفسیر ابن کثیر : 155/2)

یعنی اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اپنے رسول کو غیب کی بات پر مطلع کر دیتے ہیں۔

سوال: جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل مانے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مخلوق میں سب سے افضل انبیا ہیں، جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل مانے، وہ کافر ہے۔

❁ علامہ ابوالحسن علی بن یحییٰ زندویستی حنفی (۳۸۲ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَفْضَلُ الْخَلِيقَةِ وَأَنَّ نَبِيَّنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَفْضَلُهُمْ.

”امت کا اجماع ہے کہ مخلوق میں سب سے افضل انبیائے کرام ہیں اور ہمارے نبی (محمد ﷺ) انبیا میں سب سے افضل ہیں۔“

(البحر الرّائق لابن نُجیم : 353/1، حاشیۃ الطّحطاوي : 184/1، فتاویٰ شامی: 527/1)

❁ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَفْضَلُ الْخَلْقِ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ.

”مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔“

(مِنهاج السُّنّة : 417/2)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ النُّبُوَّةَ أَعْلٰى رُتْبَةً بِلَا خِلَافٍ .

”بلاشبہ نبوت سب سے اعلیٰ منصب ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر :222/1)

سوال: کیا ولی کا مقام نبی سے افضل ہے؟

جواب: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مخلوق میں نبوت سب سے بڑا اعزاز اور رتبہ ہے، کوئی ولی کسی نبی سے افضل نہیں۔

❀ علامہ عبدالقاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَصْحَابُنَا مَعَ أَكْثَرِ الْأُمَّةِ عَلٰى أَنَّ كُلَّ نَبِيٍّ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ وَلِيٍّ لَيْسَ بِنَبِيٍّ، وَزَعَمَتِ الْغُلَاةُ مِنَ الرَّوَافِضِ أَنَّ الْأَئِمَّةَ أَفْضَلُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ .

”اکثر امت کے ساتھ ساتھ ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ ہر نبی، ہر غیر نبی ولی سے افضل ہے، جبکہ غالی روافض کا خیال ہے کہ (ان کے) ائمہ، انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔“

(أُصول الدِّین، ص 298)

سوال: کیا نبی کی تعظیم فرض ہے؟

جواب: نبی کی تعظیم فرض و واجب ہے، یہ ایمان کی بنیادی شرط ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم ہر مؤمن کے ایمان کا جزو لازم ہے، لیکن اس تعظیم کی حدود کون متعین کرے گا؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا ہی حق ہے۔

۞ علامہ بشیر احمد سہسوانی رحمہ اللہ (۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

''ہم تمام اہل حدیث رسول اکرم ﷺ کی ہر وہ تعظیم بجالاتے ہیں، جو قرآنِ کریم اور سنت ثابتہ میں وارد ہے، خواہ وہ تعظیم فعلی ہو، قولی ہو یا اعتقادی۔ قرآن عزیز اور سنت مطہرہ میں اس طرح کی بہت زیادہ تعظیم موجود ہے۔۔۔ لیکن اہل بدعت کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ وہ لوگ کوئی بدعت جاری کر لیتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف شد رحال، ولادت رسول کی رات جشن، مولد کی قرائت، آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا، اذان میں مؤذّن کے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کہنے کے وقت انگوٹھے چومنا، آپ ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے بت بن کر کھڑے ہونا، آپ ﷺ سے حاجات طلب کرنا اور آپ ﷺ کے نام کی نیاز دینا وغیرہ۔ یہ لوگ قرآن وسنت کی ثابت شدہ تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔''

(صيانة الإنسان عن وسوسة دحلان، ص 244)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''رسولوں کی تعظیم کا انحصار اس پر ہے کہ انبیا کی لائی ہوئی خبروں کی تصدیق کی جائے، ان کے احکام کی پیروی کی جائے، ان سے محبت و موالاۃ رکھی جائے۔''

(كتاب الردّ على الأخنائي، ص 24)

سوال: نبی کی توہین کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کی تعظیم واجب ہے، کسی بھی نبی کی توہین کرنے والا کافر اور مرتد ہے۔ توہین ثابت ہونے کے بعد اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست کی ذمہ داری ہے، ہر ایک کو قانون ہاتھ میں لینے کی قطعاً اجازت نہیں، یہ فساد فی الارض کی قبیل سے ہے اور بذات خود ایک برائی ہے، یاد رہے کہ برائی کو برائی سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

عدالت اسلامیہ کو بھی چاہیے کہ توہین رسالت کے مرتکب کو بروقت کیفر کردار تک پہنچائے اور اس میں کسی اندرونی یا بیرونی دباؤ کا شکار نہ ہو، تاکہ عام آدمی کو قانون ہاتھ میں لینے کا موقع نہ ملے، کیونکہ توہین رسالت پر سزا سنانا اور اس پر عمل کرانا عدالت کی ہی ذمہ داری ہے، ورنہ روز قیامت ذمہ داران سے باز پرس ہوگئی اور ممکن ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ہی محروم کر دیے جائیں، جو کہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

سوال: سب سے پہلے نبی کون ہیں؟

جواب: سب سے پہلے نبی ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔

سوال: کیا نبیوں کے معجزات حق ہیں؟

جواب: معجزہ وہ خارق عادت امر ہے، جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے پیغمبر کی تائید کے ساتھ ساتھ عزت وتکریم اور شرف واعزاز کا اظہار ہوتا ہے۔ کفار کے ایمان لانے اور مومنوں کے لیے ایمان میں پختگی کا باعث ہوتا ہے۔ معجزہ کو عقل کے پیمانے میں ناپنا درست نہیں۔ عقل سلیم وہی ہوتی ہے، جو امور شریعت کو قبول کرتی ہے، جبکہ عقل سقیم معجزہ کیا، چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی قبول کرنے سے قاصر رہتی ہے۔

معجزہ نبوت کی صداقت پر ایسی دلیل ہے، جو عاجز کر دیتی ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں معجزہ کو ''آیت'' کہتے ہیں۔ معجزات حق ہیں۔ ان کا انکار کفر ہے۔ جس نبی کا جو معجزہ کتاب

وسنت سے ثابت ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے، یہ ''رسولوں پر ایمان'' کی قبیل سے ہے۔

معجزات من جانب اللہ ہوتے ہیں، جو نبی کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہوتے ہیں۔ ان پر انبیا کا اختیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا معجزات کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ پیغمبر مشکل کشا اور کارساز ہیں، نادانی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (العنكبوت : ٥٠)

''کہہ دیجئے کہ تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (الرعد : ٣٨)

''کسی رسول کے اختیار میں نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی دکھائے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (إبراهيم : ١١)

''(رسولوں نے کہا:) ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی معجزہ دکھا سکیں۔''

ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو بے شمار معجزات سے نوازا گیا ہے۔ سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

''ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہزار معجزے جمع کیے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہیں: ① جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے، وہ تو متواتر ہیں۔ ② جو خبر واحد کے ساتھ نقل

ہوئے ہیں۔ یہ وہ اُمور ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خرق عادت صادر ہوئے ہیں، ان کا صدور ایک نبی سے ہی ہوسکتا ہے، ان کے ذریعہ چیلنج کیا جاتا ہے۔''

(المَسالك شرح مؤطأ الإمام مالك : 455/2)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُصْطَفٰی بِمُعْجِزَاتٍ أُخَرَ زَائِدَاتٍ عَلَی الْأَلْفِ وَالْمِئَیْنِ .

''مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بارہ سو کے علاوہ بھی معجزات عطا ہوئے ہیں۔''

(شرح مقدمة صحيح مسلم :2/1)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَمَعْتُ نَحْوَ أَلْفِ مُعْجِزَةٍ .

''میں نے تقریباً ایک ہزار معجزات جمع کیے ہیں۔''

(الفُرقان بين أولياء الرّحمٰن وأولياء الشّيطان، ص 158)

سوال: کیا انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی برزخی زندگی گزار رہے ہیں، وہ دنیا سے لاتعلق ہیں، قبر میں ان کے اجساد مبارکہ محفوظ ہیں، انہیں مٹی نہیں کھا سکتی، اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ تقسیم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور زندہ کی جائیداد تقسیم نہیں ہوتی؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور اللہ کی نعمتوں میں ہیں، دنیا سے لاتعلق ہیں، دوسروں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی برزخی حیات گزار

رہے ہیں، مگر آپ ﷺ کا جسد مبارک آج بھی قبر میں تازہ بہ تازہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ترکہ تقسیم نہ ہونے کی وجہ آپ ﷺ کا زندہ ہونا نہیں، کیونکہ آپ پر موت آ چکی ہے، بلکہ آپ ﷺ کا ترکہ تقسیم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، بلکہ وہ عام صدقہ ہوتی ہے۔ یہ نبی کا خاصہ ہے۔

❀ متواتر حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.

''ہماری میراث نہیں ہوتی۔ ہمارا متروکہ مال صدقہ ہوتا ہے۔''

(صحيح البخاري: 6727، صحيح مسلم: 1761، عن أبي هريرة)

یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے کئی صحابہ نے سنی ہے۔

① سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري: 3093)

② عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري: 3094)

③ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري: 3094)

④ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري: 3094)

⑤ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري: 3094)

⑥ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑦ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

⑧ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 3094)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

(موافقة الخبر الخبر : 179/2)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کن کی طرف کی گئی؟

جواب: پہلے نبی ایک قوم، قبیلہ، یا علاقہ کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے، مگر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی اور رسول ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے تمام علاقوں اور زمانوں میں پیدا ہونے والے انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جاننے کے بعد بھی کوئی ایمان نہ لائے، تو وہ کافر ہے اور جہنمی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ .

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی یہودی و نصرانی میرا پیغام سنے اور میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مر جائے، وہ جہنمی ہے۔“ (صحيح مسلم : 153)

حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَيْ مَنْ هُوَ مَوْجُودٌ فِي زَمَنِي وَبَعْدِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَكُلُّهُمْ يَجِبُ عَلَيْهِمُ الدُّخُولُ فِي طَاعَتِهٖ، وَإِنَّمَا ذَكَرَ الْيَهُودِيَّ وَالنَّصْرَانِيَّ تَنْبِيهًا عَلٰى مَنْ سِوَاهُمَا، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى لَهُمْ كِتَابٌ، فَإِذَا كَانَ هٰذَا شَأْنَهُمْ مَّعَ أَنَّ لَهُمْ كِتَابًا؛ فَغَيْرُهُمْ مِّمَّنْ لَّا كِتَابَ لَهٗ أَوْلٰى .

''فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ''اس امت کا جو بھی فرد میرا پیغام سنے گا۔'' سے مراد یہ ہے کہ میری اطاعت قیامت تک کے لئے سب پر واجب ہے، وہ میرے زمانے کے لوگ ہوں یا میرے بعد آئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاری کا ذکر کیا، حالاں کہ یہود و نصاری کے پاس اپنی کتاب موجود ہے، دراصل آپ سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر یہود و نصاری اہل کتاب ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے مکلّف ہیں تو وہ لوگ جن کے پاس کتابیں نہیں ہیں، بالاولی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے مکلّف ہوں گے۔''

(شرح مسلم : 2/188-189)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیوانات اور جمادات کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کی طرف مبعوث ہوئے ہیں، کسی اور مخلوق کی طرف مبعوث نہیں ہوئے، اسی لیے جن وانس کے علاوہ کوئی مخلوق مکلّف نہیں ہے، جب جانور، درخت اور پتھر وغیرہ مکلّف ہی نہیں، تو ان کی طرف بعثت کیسی؟

سوال: کیا نبی کریم ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی صفات جلوہ گر ہیں؟

جواب: یہ غلو پر مبنی گمراہ کن نظریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کسی مخلوق میں جلوہ گر نہیں ہوتیں۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو بھی خوبی دی ہے، وہ اللہ کی صفت نہیں ہے، یا صفت میں سے نہیں ہے۔ اللہ کی صفات اس کے شایان شان ہے اور مخلوق کی صفات مخلوق کے شایان شان ہیں۔

سوال: کیا معراج کی رات نبی کریم ﷺ عرش پر گئے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا معراج حق ہے، آپ ﷺ عالم بیداری میں بنفس نفیس مسجد حرام سے ساتویں آسمان، بلکہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، اس بارے میں متواتر احادیث وارد ہیں، مگر کسی روایت میں یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ عرش یا کرسی پر تشریف لے گئے۔

سوال: کیا معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے؟

جواب: معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

❀ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ : نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے؟ فرمایا: وہ تو نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔''

(صحیح مسلم : 178)

❀ صحیح مسلم کی اس روایت میں رَأَيْتُ نُورًا ''میں نے نور دیکھا۔'' کے الفاظ بھی ہیں، جن کا معنی بیان کرتے ہوئے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ أَنَّهٗ لَمْ يَرَ رَبَّهٗ، وَلٰكِنْ رَّآى نُورًا عُلْوِيًّا مِنْ أَنْوَارِ الْمَخْلُوقَةِ .

''اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ربّ کو نہیں دیکھا، بلکہ مخلوق (فرشتوں) کے نوروں میں سے ایک بلند نور دیکھا تھا۔''

(صحیح ابن حبان، تحت الحدیث : 58)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآى رَبَّهٗ فَقَدَ كَذَبَ .

''جو آپ کو یہ بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے، وہ جھوٹ بولتا ہے۔''

(صحیح البخاري : 4855، صحیح مسلم : 177)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''ایسی کوئی دلیل نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ نہ یہ صحابہ کرام میں سے کسی سے ثابت ہے، نہ کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل ہے۔ اس کے برعکس صحیح نصوص اس کی نفی میں زیادہ واضح ہیں۔'' (مجموع الفتاویٰ : 509/6)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا رُوِيَ ذٰلِكَ مِنْ إِثْبَاتِ الرُّؤْيَةِ بِالْبَصَرِ فَلَا يَصِحُّ مِنْ ذٰلِكَ لَا مَرْفُوعًا بَلْ وَلَا مَوْقُوفًا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''نبی کریم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے، وہ نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے۔''

(الفُصول في سيرة الرّسول، ص 268)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرِدْ نَصٌّ بِأَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآى رَبَّهٗ بِعَيْنِ رَأْسِهٖ، بَلْ وَرَدَ مَا يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الرُّؤْيَةِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ کے ساتھ دیکھنے کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملتی، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے کے بارے میں دلائل ملتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية :222/1)

سوال: کیا ساری کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج اور نیاز مند ہے؟

جواب: سارا عالم صرف اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے اور حاجات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾(القصص : ٢٤)

''موسیٰ نے دعا کی: میرے رب! تو جو خیر میری طرف اُتارے، میں اس کا محتاج ہوں۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ﴾(فاطر : ١٥)

''لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ﴾(محمّد : ٣٨)

”اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم سب محتاج۔“

رسول اللہ ﷺ اپنی ہر حاجت اللہ تعالیٰ سے ہی مانگتے تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ ہر دعا کا آغاز اَللّٰھُمَّ یارَبِّ سے کیا کرتے تھے۔

یاد رہے کہ جو شخص جتنا زیادہ رب تعالیٰ کا محتاج بندہ بن کر رہے، اس کے لیے اتنا بڑا کمال ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ روز قیامت ہر ایک کی شفاعت کریں گے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا، مگر آپ ﷺ اسی کے بارے میں شفاعت کر سکیں گے، جس کے متعلق آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت دی جائے گی اور اتنی ہی شفاعت کر سکیں گے، جتنی شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿یَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ (طٰہٰ: ۱۰۹)

”اس دن شفاعت اسی کو نفع دے گی، جس کے لیے رحمٰن اجازت دے گا۔“

سوال: کیا نبی کریم ﷺ سے محبت ایمان ہے؟

جواب: ایمان کی بنیادی شرط ہی یہ ہے کہ ماں باپ، بیوی بچوں اور ساری مخلوقات سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کی جائے۔ محبت رسول کے بغیر ایمان نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ، حَتّٰی أَکُونَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِینَ.

”کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“

(صحيح البخاري : 15، صحيح مسلم : 44)

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے؟

جواب: بے شک رسول اللہ ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوتی ہے، آپ شریعت کے معاملہ میں وحی کے پابند تھے، جو کرتے یا فرماتے، وہ وحی سے ہوتا تھا، لہٰذا آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النّساء : ۸۰)

”جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

رسول اللہ ﷺ کا اتباع اللہ کا اتباع تب ہوگا، جب آپ کے اقوال وافعال اور احوال وحی کے تابع ہوں گے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (المائدة : ٦٤)

”ہم نے رسول اس لیے بھیجے کہ ان کی اللہ کے اذن سے اطاعت کی جائے۔“

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ ”آدمی اگر فرض نماز میں ہو اور حضور اُسے یاد فرمائیں، فوراً جواب دے اور حاضر خدمت ہو اور یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور سے کلام کرے، بدستور نماز میں ہے، اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں۔“ اس کی کیا حقیقت ہے۔

(جواب): یہ محض غلو پرمبنی بے دلیل بات ہے۔ نبی کریم ﷺ کسی صحابی کو دوران نماز آواز دیتے، تو صحابی کو یہی حکم تھا کہ وہ نماز چھوڑ کر نبی کریم ﷺ کی بات سنیں۔ مگر اس سے نماز ختم ہو جاتی۔

❀ سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُصَلِّي، فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتّٰى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ، فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ فَقُلْتُ: كُنْتُ أُصَلِّي، فَقَالَ: أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ (الأنفال: ٢٤)

''میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھ پر نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا، آپ ﷺ نے مجھے بلایا، مگر میں فوراً حاضر خدمت نہ ہوا، بلکہ نماز مکمل کر کے حاضر ہوا، تو فرمایا: آپ فوراً میرے پاس کیوں نہ آئے؟ عرض کیا: میں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ (الأنفال: ٢٤) ''اہل ایمان! اللہ و رسول کی (فوراً) بات مانو، جب وہ تمہیں اس چیز کی دعوت دیں، جس میں تمہاری زندگی ہے۔''

(صحيح البخاري: 4703)

(سوال): کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر رہ جانے کی وجہ سے سورج واپس لوٹایا گیا؟

(جواب): سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سورج پلٹنے کے متعلق ساری کی ساری روایات ضعیف، منکر اور باطل ہیں۔ کسی میں مجہول، کسی میں ضعیف اور کسی میں متروک راوی پائے

جاتے ہیں۔

اہل علم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ وَّمُنْكَرٌ مِّنْ جَمِيعِ طُرُقِهٖ، فَلَا تَخْلُو وَاحِدَةٌ مِّنْهَا عَنْ شِيعِيٍّ، وَّمَجْهُولِ الْحَالِ، وَشِيعِيٍّ وَّمَتْرُوكٍ .

''یہ روایت جمیع طرق سے ضعیف و منکر ہے، اس کی کوئی سند بھی شیعہ، مجہول الحال اور شیعہ و متروک راویوں سے خالی نہیں ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 87/6)

❁ علامہ عبدالرحمٰن معلّمی یمانی رحمہ اللہ (۱۳۸۶ھ) فرماتے ہیں:

''کئی وجوہ کی بنا پر اہل علم نے یہ قصہ منکر قرار دیا ہے:

① اگر ایسا واقعی رونما ہوا ہوتا، تو اسے اہم واقعات کی طرح (کثرت سے) نقل کیا جاتا۔ ② خارقِ عادت کاموں کے بارے میں اللہ عزوجل کی سنت ہے کہ وہ کسی عظیم مصلحت کے پیش نظر رونما ہوتے ہیں، لیکن اس واقعہ میں ایسی کوئی مصلحت نظر نہیں آ رہی۔ اگر مان لیا جائے کہ واقعی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر رہ گئی تھی، تو کسی عذر کی وجہ سے رہی ہوگی، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ عصر بھی غزوۂ خندق کے موقع پر رہ گئی تھی۔ اسی طرح صحابہ کرام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نماز فجر بھی لیٹ ہوگئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے وقت گزر جانے کے بعد ادا کی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ عذر کی وجہ سے ایسا ہو جائے، تو اس پر گناہ نہیں ہوتا۔ بے شمار احادیث میں

بیان ہوا ہے کہ جو شخص پابندی کے ساتھ کسی عبادت کو سرانجام دیتا ہے، اگر کسی عذر کی وجہ سے وہ عبادت رہ جائے، تو اس کو اسی طرح اجر ملتا ہے، جس طرح ادا کرنے پر ملتا تھا۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ (معاذ اللہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی عذر کے نمازِ عصر لیٹ کی تھی، تو یہ ایک گناہ تھا، جسے اللہ چاہتا، تو معاف فرما دیتا اور اس معافی کے لیے سورج مغرب سے طلوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، نہ اس کا کوئی فائدہ۔ اگر کوئی آدمی کسی کو ناجائز قتل کر دے، پھر اللہ مقتول کو دوبارہ زندہ کر دے، تو اس سے قاتل کا گناہ کسی صورت معاف نہیں ہوگا۔ یہ صورت بھی ایسی ہی ہے۔ ③ مغرب کی طرف سے سورج کا طلوع ہونا بڑی نشانی ہے، جب لوگ اسے دیکھیں گے، تو سب ایمان لے آئیں گے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اللہ رب العزت کے اس فرمان کی تفسیر بھی یہی کی گئی ہے: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ (الأنعام : 158) ''جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آ پہنچے گی، اس دن کسی کا ایمان کام نہیں آئے گا، جو اس سے پہلے مؤمن نہیں ہوگا۔'' اب کیسے ممکن ہے کہ ایسی نشانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں رونما ہو جائے اور اس کے نتیجہ میں کسی ایک بھی شخص کے ایمان لانے کے بارے میں کوئی بات نقل نہیں کی گئی۔''

(حاشية الفوائد المجموعة للشوكاني : 357، 358)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات اس زہر سے ہوئی، جو بارہ برس پہلے غار میں سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا؟

جواب: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانا ثابت ہے، مگر جو سانپ کے ڈسنے کا قصہ بیان کیا جاتا ہے، وہ ثابت نہیں۔ جب قصہ ہی ثابت نہیں، تو سانپ کے زہر سے موت ہونا بھی ثابت نہ ہوا۔

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے ادب واحترام واجب ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال میں ادب واحترام واجب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر یا اسم گرامی زبان پر آئے، تو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے، سننے والوں کو بھی چاہیے کہ محبت رسول میں ڈوب کر درود پڑھیں، یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا ادب ہے، جو شریعت سے ثابت ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْغُلُوُّ وَالْإِطْرَاءُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَالْأَدَبُ وَالتَّوْقِيْرُ وَاجِبٌ، فَإِذَا اشْتَبَهَ الْإِطْرَاءُ بِالتَّوْقِيرِ تَوَقَّفَ الْعَالِمُ وَتَوَرَّعَ، وَسَأَلَ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُ الْحَقُّ، فَيَقُوْلُ بِهٖ، وَإِلَّا فَالسُّكُوْتُ وَاسِعٌ لَّهٗ، وَيَكْفِيهِ التَّوْقِيْرُ الْمَنْصُوْصُ عَلَيْهِ فِي أَحَادِيْثَ لَا تُحْصٰى،

وَكَذَا يَكْفِيْهِ مُجَانَبَةُ الْغُلُوِّ الَّذِي ارْتَكَبَهُ النَّصَارٰى فِي عِيْسٰى، مَا رَضُوْا لَهٗ بِالنُّبُوَّةِ حَتّٰى رَفَعُوْهُ إِلَى الْإِلٰهِيَّةِ وَإِلَى الْوَالِدِيَّةِ، وَانْتَهَكُوْا رُتْبَةَ الرَّبُوْبِيَّةِ الصَّمَدِيَّةِ، فَضَلُّوا وَخَسِرُوا، فَإِنَّ إِطْرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَدِّي إِلٰى إِسَائَةِ الْأَدَبِ عَلَى الرَّبِ، نَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يَّعْصِمَنَا بِالتَّقْوٰى، وَأَنْ يَّحْفَظَ عَلَيْنَا حُبَّنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَرْضٰى .

”تعظیم میں حد سے بڑھنا ممنوع ہے، جبکہ ادب اور توقیر واجب ہے۔ جب اطرا اور توقیر مشتبہ ہوجائیں تو عالم کو توقف کرنا چاہیے اور رُک جانا چاہیے، جب تک کسی بڑے عالم سے دریافت نہ کرلے، تاکہ حق واضح ہو جائے، پھر وہ اس کے بارے میں بات کرے، ورنہ خاموشی بہتر ہے۔ اسے وہی توقیر کافی ہے، جسے بے شمار احادیث میں وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح غلو سے اجتناب کرے، جس کا ارتکاب نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ وہ ان کی نبوت پر راضی نہیں ہوئے، بل کہ انہیں الٰہ اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت وصمدیت میں نقب لگایا۔ یوں وہ گمراہ اور ناکام ہوگئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں حد سے بڑھنا اللہ کی گستاخی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تقویٰ کی بدولت ہمیں بچالے اور جیسے اسے پسند ہے، ہمارے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ فرمادے۔“

(میزان الاعتدال: 650/2)

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ کی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے محبوبوں سے بھی محبت کی جائے؟

(جواب): یقیناً نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا ہے کہ ہر اس ہستی اور شے سے محبت کی جائے، جس سے رسول اللہ ﷺ محبت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ صحابہ اور اہل بیت سے محبت کرتے تھے، لہٰذا صحابہ و اہل بیت سے بھی محبت کی جائے، یہی رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا ہے۔

اسی طرح جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں، ان سے نفرت کی جائے، ان کو اپنا بھی دشمن سمجھا جائے، خواہ ان دشمنان رسول سے ہماری گہری رشتہ داری ہو۔ رشتہ داری کو رسول اللہ ﷺ کی محبت پر قربان کر دینا چاہیے۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا اتباع کیا جائے؟

(جواب): محبت رسول اللہ ﷺ کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت شدہ ہر قول و فعل کو حق ماننا چاہیے، پھر اس پر دل و جان سے عمل کیا جائے، تاکہ دعویٰ محبت ثابت ہو جائے۔ اتباع کے بغیر محبت کا دعویٰ محض دعویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ان سے محبت کی دلیل ہے۔

❀ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ.

”میری اطاعت اس وقت تک کرنا، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں، تو آپ پر

میری اطاعت فرض نہیں۔"

(السّیرة لابن هشام : 82/6، وسندهٗ حسنٌ)

ہمارا فرض بنتا ہے کہ غلو و تقصیر سے بچتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو حرزِ جان بنائیں اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی عزت و توقیر بجالائیں۔

سوال: جو نبی کریم ﷺ کے کسی ثابت شدہ قول یا عمل کو حقیر جانے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے جو بھی قول یا عمل بسند صحیح ثابت ہے، اس کو تحقیر کی نظر سے دیکھنا کفریہ حرکت ہے، ایسے شخص پر توبہ و استغفار ہے، ورنہ ارتداد لازم آئے گا۔ نبی کریم ﷺ کی سنت سے استہزا اور استخفاف، دراصل آپ ﷺ کا ہی استہزا اور استخفاف ہے، جو کہ بالاتفاق کفر ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی نائب مقرر نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نبی اور رسول ہیں، آپ پر وحی نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات کسی کو نہیں سونپے، نہ کسی نبی کو اور نہ کسی ولی کو۔ بلکہ وہ قادر مطلق ہے۔

نبی کریم ﷺ یا کسی بھی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا نائب مطلق قرار دینا غلو پر مبنی گمراہی ہے، قرون اولیٰ میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں، یہ بعد کی ایجاد ہے۔ اہل سنت نے عقائد پر جتنی کتابیں لکھی ہیں، ان میں یہ نظریہ نہیں ملتا۔

نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی خود کو اللہ تعالیٰ نائب یا نائب مطلق قرار نہیں دیا، بلکہ اس کی نفی میں کئی دلائل موجود ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾

(الأعراف : 188)

''کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی فائدے اور نقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔''

''مگر جو اللہ چاہے۔'' کا معنی ہے کہ وہی نفع نقصان پہنچتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ خبر دی کہ میں اپنے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں۔

﴿نَفْعًا﴾ اور ﴿ضَرًّا﴾ سیاق نفی میں آیا ہے، تو معنی عموم کا ہے، یعنی آپ ﷺ ذرہ برابر بھی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

❀ اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ إِظْهَارٌ لِلْعُبُودِيَّةِ وَبَرَاءَةٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِالرُّبُوبِيَّةِ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ أَيْ أَنَا عَبْدٌ ضَعِيفٌ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي اجْتِلَابِ نَفْعٍ وَّلَا دَفْعِ ضَرَرٍ كَالْمَمَالِيكِ إِلَّا مَا شَاءَ مَالِكِي مِنَ النَّفْعِ لِي وَالدَّفْعِ عَنِّي ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ أَيْ لَكَانَتْ حَالِي عَلٰى خِلَافِ مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنِ اسْتِكْثَارِ الْخَيْرِ وَاجْتِنَابِ السُّوءِ وَالْمَضَارِّ حَتّٰى لَا يَمَسَّنِي شَيْءٌ مِنْهَا وَلَمْ أَكُنْ غَالِبًا مَرَّةً وَّمَغْلُوبًا أُخْرٰى فِي الْحُرُوبِ.

''اس آیت میں (نبی کریم ﷺ کی) بندگی کا اظہار ہے اور ربوبیت کے ساتھ

خاص علم غیب سے برأت کا اعلان ہے، یعنی میں کمزور بندہ ہوں، غلاموں کی طرح اپنی جان کے لیے نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، مگر میرا مالک مجھے جو نفع دینا چاہے اور مجھ سے جو نقصان دور کرنا چاہے۔

﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾

''میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔''

یعنی بہت سی بھلائیاں سمیٹنے، پریشانیوں اور نقصانات سے محفوظ رہنے کی وجہ سے میں اس حالت میں نہ ہوتا، یہاں تک کہ مجھے کوئی پریشانی نہ آتی اور میں جنگوں میں کبھی غالب اور کبھی مغلوب نہ ہوتا۔''

(تفسير النّسفي :623/1)

۞ علامۃ الہند نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

''اس آیت میں اس شخص کے لیے بہت بڑی وعظ اور بہت بلیغ ڈانٹ ہے، جس کی روش یہ ہے کہ وہ مصائب پر رسول اللہ ﷺ کو پکارتا اور آپ سے مدد مانگتا ہے، جبکہ ان مصائب کو دور کرنے کی قدرت اللہ کے سوائے کسی کے پاس نہیں۔ اسی طرح اس آیت میں اس شخص کے لیے بھی زجر وعظ ہے، جو رسول اللہ ﷺ سے وہ شے طلب کرتا ہے، جسے دینے پر صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی قادر ہے۔ کیونکہ یہ کائنات کے رب کی شان ہے کہ جس نے تمام انبیاء، صالحین اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا، وہی انہیں رزق دیتا ہے، انہیں زندہ کرتا، ہے اور انہیں مارتا ہے۔ تو ایسا کیوں کر درست ہوسکتا ہے کہ کسی نبی، فرشتے یا صالح انسان سے ایسی چیز مانگی جائے، جسے دینے سے وہ عاجز ہو اور وہ اس پر

قدرت نہ رکھتا ہو اور اس رب سے وہ چیز نہ مانگی جائے کہ جو رب الارباب ہے، ہر چیز پر قادر، خالق، رازق، عطا کرنے والا اور روکنے والا ہے؟ اس آیت میں آپ کے لیے بڑی واعظ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سید ولد آدم اور خاتم الرسل ﷺ کو حکم دے رہے ہے کہ وہ اُس کے بندوں سے کہہ دیں کہ میں اپنی جان کے لیے بھی نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں، تو آپ ﷺ دوسروں کے لیے نفع نقصان کے مالک کیسے بن گئے اور نبی کریم ﷺ کے علاوہ کوئی اور شخص اپنے لیے نفع نقصان کا مالک کیسے بن سکتا ہے، جو مقام ومرتبہ میں نبی کریم ﷺ سے کم ہے اور اس کی شان نبی کے شان کے برابر نہیں؟ چہ جائیکہ وہ کسی دوسرے کے نفع نقصان کا مالک ہو۔ تعجب ہے ان لوگوں پر، جو مردوں کی قبروں پر (امداد کے لیے) کھڑے ہوتے ہیں، جبکہ وہ مٹی کی تہوں کے نیچے جا چکے ہیں۔ یہ لوگ ان مردوں سے اپنے ضرورتوں کا سوال کرتے ہیں، کہ جن پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے۔ ان کو سمجھ کیوں نہیں آتی کہ ان سے شرک صادر ہو رہا ہے اور یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ وہ لا الہ الا اللہ کے مفہوم اور قل ھو اللہ احد کے مدلول کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس سے بڑی تعجب والی بات یہ ہے کہ اہل علم جانتے بھی ہیں کہ یہ لوگ کیا کچھ کر رہے ہیں، مگر ان پر نکیر نہیں کرتے اور انہیں زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹنے سے نہیں روکتے۔ بلکہ یہ جاہلیت پہلے زمانے سے بھی زیادہ سخت ہے، کیونکہ پہلے لوگ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی خالق، رازق، زندہ کرنے والا، مارنے والا، نقصان اور نفع دینے والا ہے۔ وہ اپنے بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا سفارشی اور تقرب کا

وسیلہ بناتے تھے، جبکہ موجود زمانے کے لوگ مردوں کو نقصان و نفع پر قادر سمجھتے ہیں اور بسا اوقات ان کو اکیلے پکارتے ہیں اور کبھی اللہ ذوالجلال کے ساتھ ملا کر پکارتے ہیں۔ ایسے جملوں کے سننے کے شر سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار رہے، وہ اپنی شریعت کو شرک کی غلاظت اور کفر کی میل کچیل سے غالب کرنے والا ہے۔''

(فتح البيان : 74/6)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ پر رب تعالیٰ کی بے شمار عطائیں تھیں، اس سے آپ ﷺ خدائی کے مالک کیسے بن گئے؟

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں، اس سے مراد فتوحات اور غنائم ہیں۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : هٰذَا مَحْمُولٌ عَلٰى سُلْطَانِهَا وَمُلْكِهَا وَفَتْحِ بِلَادِهَا وَأَخْذِ خَزَائِنِ أَمْوَالِهَا وَقَدْ وَقَعَ ذٰلِكَ كُلُّهٗ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَهُوَ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ .

''اہل علم فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد زمین کی سلطنت و بادشاہت، فتوحات اور معدنیات ہیں۔ یہ سب کچھ واقع ہوا، وللہ الحمد۔ یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔''

(شرح النّووي : 35/15)

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ .

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، میں نے مشرق و مغرب دیکھے۔ بے شک میری امت کی بادشاہت وہاں تک پہنچ جائے گی، جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی۔ مجھے سرخ اور سفید دو خزانے (سونا چاندی یا قیصر و کسریٰ کی مملکتیں) دیے گئے۔''

(صحیح مسلم : 2889)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يُخْبِرُهُمْ أَنَّهُ لَا يَقدِرُ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي خَزَائِنِ اللّٰهِ، وَلَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ هُوَ بِمَلِكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ، بَلْ بَشَرٌ مُّرْسَلٌ، مُؤَيَّدٌ بِالْمُعْجِزَاتِ .

''نبی اکرم ﷺ انہیں یہ بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ کے خزانوں میں تصرف پر قادر نہیں، نیز وہ غیب نہیں جانتے، ہاں جس بات کی اللہ تعالیٰ انہیں اطلاع دے دیتا ہے، اس کا علم انہیں ہو جاتا ہے، نیز وہ کوئی فرشتہ نہیں بلکہ ایک بشر ہیں جنہیں مبعوث کیا گیا ہے اور معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی گئی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 532/3)

سوال: کیا جنت و جہنم کی کنجیاں نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں ہیں؟

جواب: یہ غلو پر مبنی بے دلیل نظریہ ہے۔ اسلاف امت اس کے قائل نہیں تھے۔ جنت اور جہنم کے اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ نبی کریم ﷺ کسی کو جنت یا جہنم

میں داخل کرنے پر قادر نہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، مگر نہ انہیں ایمان نصیب نہ کر سکے اور نہ جنت میں داخل کروا سکے، بلکہ وہ جہنم میں ہوں گے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ﴾(البقرة : ٢٧٢)

''(اے نبی!) لوگوں کو ہدایت دینا آپ کا کام نہیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾(القصص : ٥٦)

''اے نبی! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ ہدایت یافتگان سے بخوبی واقف ہے۔''

یہ آیت کریمہ بالاتفاق ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِب، وَكَذَا نَقَلَ إِجْمَاعُهُمْ عَلٰى هٰذَا .

''مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام زجاج رحمہ اللہ (معانی القرآن واعرابہ: ۴/۱۴۹) وغیرہ نے بھی مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے۔''

(شرح النّووي :41/1)

ابو طالب جنت میں داخل نہ ہو سکے، البتہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی۔

❀ سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

''اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی فائدہ دیا؟ وہ تو آپ کا دفاع کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصے ہو جایا کرتے تھے۔ فرمایا: جی ہاں! (میں نے اُنہیں فائدہ پہنچایا ہے) وہ اب بالائی طبقے میں ہیں، اگر میں نہ ہوتا، تو جہنم کے نچلے حصہ میں ہوتے۔''

(صحيح البخاري: 3883، صحيح مسلم: 209)

سوال: کیا تمام انبیا نبی کریم ﷺ کے اُمتی ہیں؟

جواب: تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو نبی کریم ﷺ کا اُمتی قرار دینا غلو ہے۔ اسلاف اُمت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، نہ قرآن وحدیث سے اس نظریے کی تائید ملتی ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر بنایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی ذات کا مظہر نہیں بنایا، یہ گمراہ کن صوفیا کا نظریہ ہے، جو محض غلو پر قائم ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہیں، زندگی میں بھی نہیں تھے اور اب

جب کہ آپ ﷺ اللہ کے پاس جاچکے ہیں، تب بھی نہیں ہیں۔ آپ کو حاضر ناظر سمجھنے والا عقیدہ اہل سنت والجماعت اور ائمہ سلف کی تصریحات سے متصادم اور نصوص قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

سوال: جنات کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟

جواب: جنات کو شعلے مارتی آگ سے پیدا کیا گیا۔

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ﴾(الحجر : ٢٧)

''ہم نے انسانوں سے پہلے جنوں کو شعلے مارتی آگ سے پیدا کیا۔''

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾(الرّحمٰن : ١٥)

''اللہ نے جنوں کو شعلے مارتی آگ سے پیدا کیا۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَّخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِّنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ.

''فرشتے نور سے اور جنات شعلے مارتی آگ سے پیدا ہوئے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے تخلیقی مرحلہ سے تو آپ پہلے ہی آگاہ ہیں۔''

(صحیح مسلم : 2996)

سوال: کیا جنات میں توالد وتناسل ہے؟

جواب: انسانوں کی طرح جنات میں بھی توالد وتناسل کا سلسلہ ہے۔

سوال: کیا جنات میں بھی مسلمان اور کافر ہوتے ہیں؟

جواب: انسانوں کی طرح جنات بھی مکلّف ہیں، ان میں بھی کافر، مسلمان، فاسق اور صالح ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت جنوں کی طرف بھی ہوئی ہے۔

سوال: جنات کا انکار کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص سرے سے جنات کے وجود کا انکار کرے، وہ کافر ہے، کیونکہ کتاب وسنت کی واضح نصوص سے جنات کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا جنات کا انکار کئی نصوص کا انکار ہے، جو بالاتفاق کفر وارتداد ہے۔

سوال: کیا فرشتے گناہ کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں گناہ کی صلاحیت پیدا نہیں کی۔ فرشتے وہی کام کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی نہیں کرتے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾(التّحریم: ٦)

”فرشتوں کو اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔“

سوال: عذاب برزخ سے کیا مراد ہے؟

جواب: وفات سے لے کر بعث تک کے درمیانی عرصہ کو برزخ کہتے ہیں۔ قبر کے عذاب کو ہی برزخی عذاب کہتے ہیں۔

برزخ آخرت کا حصہ ہے۔ اس کے معاملات کا وحی کے بغیر عقل سے ادراک کرنا محال ہے۔ یہ آخرت کی منزل ہے۔ حیات برزخیہ ہر ایک کو حاصل ہوتی ہے، اس میں کسی

کی تخصیص نہیں۔ برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا درست نہیں۔حیات برزخیہ پر موت کا لفظ محض دنیاوی اعتبار سے بولا جاتا ہے،ورنہ یہ بھی ایک الگ زندگی ہے۔

میت کا قبر میں راحت پانا یا عذاب کی مختلف صورتوں سے دوچار ہونا، نیک میت کا یہ کہنا کہ مجھے جلدی لے چلیں اور فاسق و فاجر کا یہ کہنا کہ ہائے وائے ، مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ جہاں جہاں قرآن و حدیث نے میت کے لیے سننے کا ثبوت دیا ہے، جیسے قلیب بدر کا واقعہ،مردے کا دفن کے بعد قدموں کی چاپ سننا،اسی طرح نبی کریم ﷺ کا سیدنا ابراہیم اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا،خود نبی کریم ﷺ کا معراج کی رات تمام انبیا علیہم السلام کی بیت المقدس میں امامت کروانا،اس کے بعد بعض انبیا سے آسمانوں پر ملاقات کرنا،میت کا قبر میں بٹھایا جانا،اس سے سوال و جواب ہونا،قبر کا تنگ ہو جانا،وغیرہ۔یہ غیبی امور ہیں جو کہ قرآن وحدیث کی نصوص پر موقوف ہیں،فقط ان پر ایمان لانا ہے۔

❁ مفسر قرآن،حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي اسْتِدْلَالِ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى عَذَابِ الْبَرْزَخِ فِي الْقُبُورِ، وَهِيَ قَوْلُهٗ : ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾

”قبر میں برزخی عذاب کے اثبات پر یہ آیت اہل سنت کی عظیم دلیل ہے : ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ ”وہ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر : 146/6)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

”ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ کا یہ نظریہ کہ قبر میں صرف روح کو سوال ہوگا، درست

نہیں۔ان کا نظریہ تو اور بھی برا ہے، جو کہتے ہیں کہ عذاب صرف جسم کو ہو گا روح کو نہیں۔احادیث صحیحہ سے دونوں نظریات کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔اہل سنت کا اجماع ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہو گا، جزا وسزا روح کو الگ سے بھی ملے گی اور جب بدن کے ساتھ ہو گی تب بھی۔یاد رکھئے! کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، ہر مستحق عذاب مرنے کے بعد اپنی سزا پا لے گا، اسے قبر میں دفنایا جائے یا نہ دفنایا جائے، درندوں کی خوراک بن جائے، جل جائے، مٹی بن جائے، ہوا میں بکھر جائے یا پانیوں میں غرق ہو جائے، اس کی روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچتا رہے گا جو قبر میں ہونا تھا، نبی کریم ﷺ کی حدیث پر بلا کمی بیشی ایمان لے آئیے، آپ کی حدیث میں بے وجہ احتمالات نہ پیدا کیجئے، اس کے ہدایت پر مبنی مفہوم میں جھول نہ لائیے، اللہ ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد کیا ہے، جو حدیث نبی ﷺ کے ساتھ اس طرح کا رویہ اپنا کر جادہ حق سے بھٹک گئے، یاد رکھئے! الٹا فہم ہی ہر بدعت وضلالت کی ماں ہے، یہ ہر خطا کی اصل اصول ہے، گو کہ برا ارادہ بھی ان برائیوں کا موجب ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ جہان تین ہیں، دنیا، جہانِ برزخ اور جہانِ قرار، اللہ تعالیٰ نے ہر جہان کے احکام بنائے ہیں، جو ان کے ساتھ خاص ہیں، انسان بدن وروح کا مرکب ہے، تو احکام دنیا، بدن وروح پر لاگو ہوں گے، احکام برزخ بھی بدن وروح پر لاگو ہیں، جب حشر کا دن ہو گا، تو عذاب و ثواب بدن اور روح دونوں پر ہو گا، آپ جان چکے ہیں کہ قبر کا باغیچہ جنت ہونا یا پاتال جہنم ہونا عقل کے عین موافق ہے، حق ہے جس میں شک کی گنجائش

نہیں، اسی سے مومن و غیر مومن کی تمیز ہوتی ہے، لازما جان لیجئے! کہ قبر کی جزاء وسزاء دنیا کی جزاء وسزاء سے الگ ہیں، ممکن ہے کہ اللہ قبر کی مٹی اور پتھروں ہی کو مرنے والے کے لئے اتنا گرم کر دے کہ وہ انگارے سے زیادہ تکلیف دہ ہو، جب کہ زندہ اسے ہاتھ لگائیں تو انہیں محسوس بھی نہ ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ لیٹے دو شخص ایک نار جہنم میں ہو دوسرا باغ جنت میں۔ اس کو پڑوس سے جہنم کی آگ نہ لپیٹے، جہنم والے کو پڑوسی کی جنت سے مس نہ ہو، اللہ کی قدرت اس سے بھی بلند اور بالا ہے، لیکن مصیبت ہے کہ انسان ان چیزوں کا انکاری ہو جاتا ہے جو اس کی عقل میں سما نہ پائیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں ہی ایسے عجائب دکھا رکھے ہیں جو عذاب قبر سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں، جب اللہ چاہتا ہے، اپنے بندوں پر بعض چیزیں ظاہر کر دیتا ہے، اگر اللہ ہر بندے پر یہ چیزیں ظاہر کر دے تو مکلّف بنانے اور ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہ رہتی، لوگ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیتے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ آپ کو قبر میں عذاب دیئے جانے والوں کی آواز سنا دیتا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 400-401)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : عَذَابُ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ أُضِيفَ إِلَى الْقَبْرِ لِأَنَّهُ الْغَالِبُ وَإِلَّا فَكُلُّ مَيِّتٍ وَّإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَعْذِيبَهٗ نَالَهٗ مَا أَرَادَ بِهٖ قُبِرَ أَوْ لَمْ يُقْبَرْ وَلَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ أَوْ

أَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ أَوْ حُرِّقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا أَوْ ذُرِّيَ فِي الرِّيحِ وَمَحَلُّهُ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا الْقَوْلُ فِي النَّعِيمِ.

''علما کہتے ہیں کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے۔ اس کی نسبت قبر کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ اکثر قبر ہی میں ہوتا ہے۔ میت قبر میں ہو یا نہ ہو، غرق ہو جائے، درندے کھا لیں، جل کر راکھ ہو جائے یا ہوا میں اڑا دیا جائے، جب اللہ چاہے گا اسے عذاب دے گا۔ عذاب روح اور بدن دونوں کو دیا جائے گا۔ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، یہی معاملہ نعمتوں کا ہے۔''

(شرح الصُّدور بشرح حال المَوتٰی، ص 81)

سوال: کیا مرنے کے بعد انسان کی روح دنیا میں رہتی ہے؟

جواب: جب انسان پر موت طاری ہوتی ہے، تو فرشتے اس کی روح کو نکال کر اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہیں، پھر وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتی، صرف قبر میں سوال و جواب کے وقت میت میں دوبارہ لوٹائی جاتی ہے، پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلی جاتی ہے، زمین میں نہیں رہتی، نہ کبھی دنیا میں واپس آتی ہے۔

سوال: کیا تناسخ ارواح کا عقیدہ کفر ہے؟

جواب: تناسخ ارواح کا عقیدہ کفر ہے۔ ایک روح ایک ہی بدن کے لیے ہے، کسی دوسرے بدن میں داخل نہیں ہوتی۔ مسلمانوں میں سے کوئی بھی تناسخ ارواح کا قائل نہیں۔

سوال: مرنے کے بعد کافروں کی روحیں کہاں ہوتی ہیں؟

جواب: مرنے کے بعد کافروں کی روحیں جہنم میں ہوتی ہیں، عذاب کا شکار رہتی

ہیں۔ دنیا میں نہیں ہوتیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ ”بعض کافروں کی روحیں یمن کے چاہ برہوت نامی نالے پر رہتی ہیں۔“ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بات محتاج دلیل ہے، بغیر دلیل ایسا دعویٰ کرنا جائز نہیں۔

سوال: کیا جسم کے ساتھ روح بھی فنا ہو جاتی ہے؟

جواب: موت کے وقت روح جسم سے نکل جاتی ہے اور باقی رہتی ہے۔ اس کے فنا ہونے پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی رہتی ہے۔

سوال: کیا دفن کے بعد قبر دبوچتی ہے؟

جواب: میت مسلمان ہو یا کافر، اچھی ہو یا بری، ہر کسی کو دفن کے بعد قبر ایک مرتبہ ضرور دبوچتی ہے، بعد میں نیکوکاروں کے لیے کشادہ ہو جاتی ہے، یہ دبوچنا عذاب نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً، لَوْ كَانَ أَحَدٌ نَّاجِيًا مِّنْهَا نَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ.

”قبر ایک بار ضرور دبوچتی ہے، اگر اس سے کوئی بچ سکتا ہوتا، تو سعد ہوتے۔“

(مسند الإمام أحمد: 55/6، 98، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۱۲) نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”قوی“ کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النّبلاء: 290/1)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”جید“ کہا ہے۔

(تخريج أحاديث الإحياء، ص 1888)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

''یہ تنگی اور پکڑ عذاب قبر نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک حالت ہے، جس کا سامنا مومن کو بہر صورت کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ دنیا میں اپنے بیٹے یا محبوب کے گم ہو جانے پر پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی طرح اسے بیماری، جان نکلنے، قبر کے سوالات، اس پر نوحہ کرنے کے اثرات، قبر سے اٹھنے، حشر اور اس کی ہولناکی اور آگ پر پیشی وغیرہ جیسے حالات کی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے یا پڑے گی۔ ان دہشت ناک حالات سے انسان کا پالا پڑ سکتا ہے۔ یہ قبر کا عذاب ہے، نہ جہنم کا۔ لیکن اللہ تعالیٰ شفقت کرتے ہوئے اپنے متقی بندے کو بعض یا سب حالات سے بچا لیتے ہیں۔ مومن کو حقیقی و ابدی راحت اپنے رب کی ملاقات کے بعد ہی حاصل ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنْذِرْهُم يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مریم: ۳۹) 'آپ لوگوں کو حسرت والے دن سے خبر دار کر دیں۔' فرمایا: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ، إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ﴾ (المؤمن: ۱۸) 'آپ لوگوں کو تنگی اور بدحالی والے دن سے ڈرا دیں کہ جب کلیجے منہ کو آئیں گے۔' ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر، لطف و کرم اور پردہ پوشی کا سوال کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان جھٹکوں کے باوجود سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور بلند مرتبہ شہدا میں سے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ کامیاب انسان کو دنیا و آخرت میں کسی قسم کی پریشانی، قلق، تکلیف، خوف اور گھبراہٹ کا سامنا نہیں ہوگا۔ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں عافیت عطا فرمائے اور

ہمارا حشر (سید الانصار) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کردے۔“

(سير أعلام النّبلاء :1/290-291)

سوال: منکر اور نکیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: منکر اور نکیر دو فرشتے ہیں، جو قبر میں سوال و جواب کے وقت آتے ہیں۔

❀ **علامہ ابن مَلَک** رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

سُمِّيَا بِهِمَا لِأَنَّ الْمَيِّتَ لَمْ يَعْرِفْهُمَا وَلَمْ يَرَ صُوْرَةً مِثْلَ صُورَتِهِمَا .

”ان کا نام منکر نکیر اس لیے رکھا گیا، کیونکہ میت ان کی جان پہچان نہیں رکھتی، نہ میت نے ان کی طرح کی شکل پہلے دیکھی ہوتی ہے۔“

(شرح المصابيح :1/137)

سوال: کیا جمعہ کے دن فوت ہونے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے؟

جواب: ثابت نہیں، اس بارے میں مروی روایات ضعیف ہیں۔

سوال: کیا ماہِ رمضان میں فوت ہونے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا قبر میں کافر کو مارنے والے فرشتے اندھے اور بہرے ہوں گے؟

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: کیا قبر میں سانپ اور بچھو ہوں گے؟

جواب: آثار صحابہ سے ثابت ہے کہ عذاب قبر کے لیے سانپ بھی مسلط کیے جائیں گے۔ بچھو کا ذکر نہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۵)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: کیا علم کا اٹھ جانا قیامت کی نشانی ہے؟

جواب: قرب قیامت علم اُٹھا لیا جائے گا، ایسا نہیں کہ اہل علم زندہ رہیں اور ان کے سینوں سے علم قبض کر لیا جائے، بلکہ علم کا اٹھایا جانا اہل علم کی موت کے ذریعہ ہوگا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا .

”قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اُٹھا لیا جائے گا، جہالت در آئے گی، شراب (بکثرت) پی جائے گی اور زنا عام ہو جائے گا۔“

(صحيح البخاري : 80، صحيح مسلم :2671)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا .

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم کو ایسے قبض نہیں کرے گا کہ بندوں (کے سینوں سے)

چھین لے، بلکہ اللہ تعالیٰ علما کو فوت کر کے علم قبض کرے گا، یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، پھر لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا،تو وہ علم (یعنی کتاب وسنت کی نصوص) کے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔‘‘

(صحيح البخاري : 100، صحيح مسلم : 2673)

سوال: قیامت کی علامات کیا ہیں؟

جواب: قیامت دو طرح کی ہے؛ قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ۔ ہر ایک کی نشانیاں ہیں، ملاحظہ ہوں؛

قیامت کبریٰ کی علامات:

۱۔ امیر مہدی کا ظہور

۲۔ کانے دَجال کا ظہور

۳۔ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول

۴۔ دابۃ الارض کا خروج

۵۔ یاجوج وماجوج کا نکلنا

۶۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

۷۔ چاند کا پھٹ جانا

۸۔ دھواں چھا جانا

۹۔ بعض لوگوں کا زمین میں دھنس جانا

۱۰۔ یمن کی طرف سے آگ کا نکلنا، جو تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کر دے گی۔

قیامت صغریٰ کی علامات:

قیامت صغریٰ کی علامات، جو بڑے بڑے فتنوں کی صورت میں نمودار ہوں گی، ملاحظہ ہوں؛

۱۔ علم اُٹھ جائے گا اور جہالت چھا جائے گی۔

۲۔ بکریوں کے چرواہے پرشکوہ محلات میں ہوں گے۔

۳۔ تیس بڑے دجال اور جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوں گے، ان میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

۴۔ بعض انسانوں کی شکلیں مسخ ہو جائیں گی۔

۵۔ درندے اور جمادات انسانوں سے باتیں کریں گے۔

۶۔ انسان سے اس کا جوتا اور کوڑا کلام کرے گا۔

۷۔ انسان کی ران بول بول کر اس کے گھر والوں کے حالات بتائے گی۔

۸۔ حجاز سے آگ نکلے گی، یہ نشانی ۶۵۴ھ میں ظاہر ہو چکی ہے۔

(شرح مسلم للنّووي : 2/18، النّهاية في الفتن والملاحم لابن كثير :25/1)

سوال: تیس جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے کیا کہتے ہیں؟

جواب: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تیس بڑے دجال اور مدعیان نبوت ظاہر ہوں گے۔

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ .

”قیامت سے قبل کذاب لوگ آئیں گے، ان سے بچ رہئے گا۔“

(صحيح مسلم : 1822)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، قَرِيبًا مِّنْ ثَلَاثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ رَسُولُ اللّٰهِ .

”جب تک تیس بڑے دجال اور کذاب نبوت کا دعوی نہیں کریں گے، قیامت قائم نہیں ہوگی۔“

(صحيح البخاري : 3609)

❁ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي .

”میری امت میں تیس بڑے کذاب پیدا ہوں گے اور وہ سب نبوت کا دعوی کریں گے، لیکن میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 278/5، سنن أبي داوٗد : 4252، سنن الترمذي : 2219، سنن ابن ماجه : 3952، المستدرك للحاكم : 450/4، وسندهٗ صحيحٌ، وأصله في مسلم : 1920، 2889)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ علامہ جورقانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(الأباطيل والمَناكير : 262/1)

❁ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ وَاللّٰهِ! لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُونَ كَذَّابًا، آخِرُهُمُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ.

''اللہ کی قسم! اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک تیس کذاب پیدا نہیں ہوں گے، ان میں آخری کذاب کانا دجال ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 16/5، المُعجم الكبير للطّبراني : 6797، 6798، 6799، المُستدرك للحاكم :1/329۔330، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1397)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (2856) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (1421ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : وَإِنَّهٗ سَيَكُونُ مِنْ أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، حَصَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَدَدٍ، وَكُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ نَبِيٌّ أُوحِيَ إِلَيْهِ، وَهُمْ كَذَّابُونَ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ، فَمَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ نَبِيٌّ بَعْدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَهُوَ كَاذِبٌ كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ وَالْمَالِ، وَمَنْ صَدَّقَهٗ فِي ذٰلِكَ؛ فَهُوَ كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ وَالْمَالِ، وَلَيْسَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَلَا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ أَفْضَلُ مِنْ مُّحَمَّدٍ، وَّأَنَّهٗ يَتَلَقّٰى مِنَ اللّٰهِ مُبَاشَرَةً

وَّمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقّٰى مِنْهُ بِوَاسِطَةِ الْمَلَكِ؛ فَهُوَ كَاذِبٌ كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ وَالْمَالِ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے آئیں گے۔'' آپ ﷺ نے ان کی تعداد بیان کی ہے، سب کا دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہیں اور ان کی طرف وحی ہوتی ہے، حالاں کہ سب جھوٹے ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے، وہ کافر اور جھوٹا ہے، اس کا خون اور مال حلال ہے، نیز جس نے مدعی نبوت کی تصدیق کی وہ بھی کافر ہے، اس کا مال و جان بھی حلال ہے، ایسا شخص نہ مسلمان ہے اور نہ امت محمدیہ میں داخل ہے۔ جس نے دعویٰ کیا کہ وہ محمد کریم ﷺ سے افضل ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست ملتا ہے، جب کہ محمد ﷺ فرشتے کے واسطے سے ملتے ہیں، وہ کافر ہے، اس کا مال و جان حلال ہے۔'' (مجموع ورسائل العثيمين: 9/478)

سوال: کیا روز محشر قبر سے نکلتے وقت نبی کریم ﷺ نے دائیں ہاتھ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بائیں ہاتھ سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تھاما ہوا ہوگا؟

جواب: اس پر کوئی صحیح روایت معلوم نہیں۔

سوال: کیا قیامت کا انکار کفر ہے؟

جواب: قیامت قائم ہوگی، اس پر متعدد قرآنی آیات، متواتر احادیث اور اُمت کا اجماع دلالت کناں ہے، کسی مسلمان نے قیامت کے وقوع کا انکار نہیں کیا، بلکہ مسلمان ہونے کے لیے جن بنیادی چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے، ان میں سے قیامت بھی ہے۔ اس کا انکار کفر بواح ہے۔

(سوال): کیا حشر میں روح اور جسم دونوں کو جمع کیا جائے گا یا صرف روح یا جسم کو؟

(جواب): روز محشر ہر ذی روح چیز میں اس کی روح لوٹا دی جائے گی اور وہ زندہ ہو جائے گی، میدان محشر میں دونوں کو جمع کیا جائے گا۔

(سوال): کیا قرب قیامت تین خسف ہوں گے؟

(جواب): جی ہاں، تین خسف قیامت سے قبل وقوع پذیر ہوں گے۔

❀ سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم آپس میں مذاکرہ کررہے تھے، آپ نے پوچھا: کیا مذاکرہ چل رہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا: قیامت کے متعلق گفتگو کررہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ، فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَأَجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ ؛ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ .

”قیامت تب تک قائم نہیں ہوگی، جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، نزول عیسیٰ، یاجوج ماجوج کا خروج، تین مقامات سے خسف (زمین کا نیچے دھنس جانا)، مشرق کا خسف، مغرب کا خسف، جزیرہ عرب کا خسف اور ان

سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ یمن سے آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانک لائے گی۔“

(صحيح مسلم :2901)

سوال: کیا جہالت کی کثرت علامات قیامت میں سے ہے؟

جواب: جی ہاں، قرب قیامت جہالت کی کثرت ہوگی، علم اُٹھ جائے گا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؛ أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتّٰى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ .

”قیامت کی نشانیاں ہیں کہ علم کی کمی اور جہالت کی کثرت ہو جائے گی، زنا عام ہو جائے گا، عورتیں زیادہ ہو جائیں گی اور مرد کم ہوں گے، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کی ذمہ داری ایک مرد اٹھائے گا۔“

(صحيح البخاري :81، صحيح مسلم :2671)

سوال: کیا زنا کی زیادتی علامات قیامت میں سے ہے؟

جواب: جی ہاں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہوا ہے۔

(صحيح البخاري :81، صحيح مسلم :2671)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا .

”قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اُٹھا لیا جائے گا، جہالت در آئے گی، شراب (بکثرت) پی جائے گی اور زنا عام ہو جائے گا۔“

(صحيح البخاري : 80، صحيح مسلم :2671)

سوال: کیا قرب قیامت دین پر چلنا مشکل ہو جائے گا؟

جواب: قیامت کے قریب اتنے فتنے نمودار ہو جائیں گے کہ دین پر چلنا اتنا مشکل ہو جائے گا، جیسے انگارا ہاتھ میں لینا۔ مگر ایسے دگرگوں حالات میں دین پر ثابت قدمی دکھانے والے کو ہر نیکی کا بہت بڑا اجر ملے گا۔

❀ سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ، وَزَادَنِي غَيْرُهُ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ : أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ .

”آپ کے بعد ایک ایسا دور آنے والا ہے، جس میں صبر کرنا آگ کا انگارہ پکڑنے کے مترادف ہے، ان ایام میں ایک نیکی کرنے والے کا اجر پچاس افراد کے برابر ہوگا، عمل سب کے ایک جیسے ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول! پچاس افراد ہم میں سے یا ان میں سے؟ فرمایا: آپ (صحابہ) میں سے۔“

(سنن أبي داود :4341، سنن ابن ماجه : 4014، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بعد والوں کو صحابہ پر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ

بعض اعمال میں صرف اجر کی زیادتی، مطلق افضلیت کو مستلزم نہیں۔ بلکہ بسا اوقات مفضول میں ایسی جزوی خوبیاں ہوتی ہیں، جو فاضل میں نہیں ہوتیں، لیکن کلی طور پر فاضل کے برابر نہیں ہوسکتا۔

سوال: کیا یہ درست ہے کہ قیامت سے پہلے وقت میں برکت ختم ہو جائے گی؟

جواب: جی ہاں، یہ قیامت کی نشانی ہے کہ وقت میں برکت نہیں رہے گی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا : وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ : الْقَتْلُ الْقَتْلُ .

”وقت میں (برکت کی) کمی ہو جائے گی، عمل کم ہو جائے گا، کنجوسی در آئے گی، ہرج کی کثرت ہوگی، صحابہ نے عرض کیا: ہرج کیا ہے، فرمایا: قتل و غارت۔“

(صحيح البخاري: 7061، صحيح مسلم: 157)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِي خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ فَقِيلَ: وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَبَرَّ صَدِيقَهُ، وَجَفَا أَبَاهُ، وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ،

وَلُبِسَ الْحَرِيرُ، وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ أَوْ خَسْفًا وَمَسْخًا .

''جب میری اُمت پندرہ کام کرنے لگ جائے گی، تو ان پر مصائب نازل ہوں گی، پوچھا گیا: اللہ کے رسول! وہ کون سی؟ فرمایا: جب مال غنیمت کو دولت، امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، آدمی اپنی بیوی کا فرمانبردار بن جائے، اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے، دوست سے نیکی اور باپ سے بدسلوکی کرنے لگے، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں، قوم کا رہنما رذیل آدمی بن جائے، آدمی کی عزت اس کی شر کے خوف سے کی جانے لگے، شراب (سرعام) پی جانے لگے، ریشم پہنا جائے، لوگ گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کے دلدادہ ہو جائیں اور بعد والے لوگ پہلوں پر لعن طعن کرنے لگیں، تو سرخ آندھیوں، خسف (زمین میں دھنسایا جانا) اور مسخ (شکل کا بگڑنا) کا انتظار کریں۔''

(سنن التّرمذي: 2210)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① فرج بن فضالہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

② محمد بن عمرو بن علی کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

اگر اسے محمد بن علی قرار دیا جائے، تو یحییٰ بن سعید کا ان سے سماع نہیں ہے۔

✿ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''باطل'' کہا ہے۔

(تاریخ بغداد للخطیب: 377/14، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ اسی طرح کی روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن الترمذي: 2211)

سند ضعیف ہے۔ ربیح جزامی ''مجہول'' ہے۔

(سوال): دجال کتنے دن تک زمین میں گشت کرے گا؟

(جواب): دجال چالیس دن تک حرمین کے علاوہ پوری زمین کا چکر لگائے گا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ، لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ .

''میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس تک رہے گا، راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن یا مہینے یا سال، اسی دور میں اللہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا، ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (صحابی) سے ملتا جلتا ہوگا، آپ علیہ السلام دجال کا تعاقب کریں گے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔''

(صحیح مسلم: 2940)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ: يَخْرُجُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ مَسِيحُ الضَّلَالَةِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ فِي زَمَنِ اخْتِلَافٍ مِّنَ النَّاسِ، وَفُرْقَةٍ، فَيَبْلُغُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَبْلُغَ مِنَ الْأَرْضِ فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، اَللّٰهُ أَعْلَمُ مَا مِقْدَارُهَا؟ فَيَلْقَى الْمُؤْمِنُونَ، شِدَّةً

شَدِيدَةً، ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّمَاءِ، فَيَقُومُ النَّاسُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ، مِنْ رَكْعَتِهِ، قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَتَلَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، وَظَهَرَ الْمُؤْمِنُونَ، فَأَحْلِفُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهُ الْحَقُّ، وَأَمَّا أَنَّهُ قَرِيبٌ، فَكُلُّ مَا هُوَ آتٍ قَرِيبٌ.

''میں نے صادق ومصدوق نبی ابوالقاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گمراہی کا مارا ہوا کانا دجال لوگوں کے اختلاف وافتراق کے دور میں مشرق سے نکلے گا، چالیس دنوں میں زمین میں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پہنچے گا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ان چالیس دنوں کی مقدار کتنی ہوگی؟ مومن لوگ بہت سختی میں مبتلا ہوں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، لوگ کھڑے ہو جائیں گے، جب آپ اپنا سر رکوع سے اٹھائیں گے، تو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہیں گے، اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو قتل کر دے گا اور مومن غالب آ جائیں گے، (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ صادق ومصدوق نبی ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: یہ بات حق ہے اور ایسا عنقریب ہوگا، کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار]: 3396، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

''یہ مسند بزار کی روایت ہے اور اس کے راوی صحیح کے ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 349/7)

سوال: کیا قرب قیامت دھواں ظاہر ہوگا؟

جواب: قیامت سے پہلے آسمان سے بہت زیادہ دھواں ظاہر ہوگا، جو پوری روئے زمین پر چھا جائے گا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ، يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ، رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ﴾(الدّخان : ١٠۔١٢)

''آپ اس دن کے انتظار میں رہیں، جب آسمان واضح دھواں لائے گا، جو لوگوں پر چھا جائے گا، یہ الم ناک عذاب ہوگا، (لوگ کہیں گے) ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور فرما، ہم ایمان لاتے ہیں۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

...... دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلٰى أَنَّ الدُّخَانَ مِنَ الْآيَاتِ الْمُنْتَظَرَةِ، مَعَ أَنَّهٗ ظَاهِرُ الْقُرْآنِ .

''......یہ واضح دلیل ہے کہ دھواں قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، نیز قرآن کریم کا ظاہر بھی یہی بتاتا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 249/7)

سوال: کیا دابۃ الارض کے ہاتھ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سیدنا سلیمان علیہ السلام

کی انگوٹھی ہوگی؟

جواب: اس پر کوئی دلیل معلوم نہیں۔

سوال: سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کی نشانی ہے، اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس کے بعد کسی کافر کا ایمان لانا کام نہ آئے گا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا، فَذَاكَ حِينَ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾(الأنعام: ١٥٨)

''قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے، اس وقت زمین پر بسنے والے سب لوگ ایمان لے آئیں گے، لیکن یہ وہ وقت ہو گا، جس کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾(الأنعام: ١٥٨) ''جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے ہوں گے، (سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد) ان کا ایمان لانا انہیں فائدہ نہ دے گا۔''

(صحیح البخاري: 4635، صحیح مسلم: 157)

سوال: قرب قیامت مومنوں پر کس طرح خوشحالی ہوگی؟

جواب: قیامت سے پہلے اہل ایمان پر کیسے خوشحالی ہوگی، اس کے لیے حدیث کا یہ حصہ ملاحظہ کریں۔

❁ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ، وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ، حَتّٰى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ، فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ، يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ.

''پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش نازل کرے گا کہ کوئی پکا یا کچا گھر اُوٹ نہیں بن سکے گا، اس سے زمین دھل جائے گی اور شیشے کی طرح صاف ہو جائے، پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل اُگاؤ اور اپنی برکت لوٹاؤ، تو اس وقت ایک انار کو پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی۔ دودھ میں ایسی برکت ہوگی کہ اونٹنی کے ایک دفعہ کا دودھ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہو جائے گا، گائے کے ایک دفعہ کا دودھ ایک قبیلے کو کافی ہو جائے گا اور بکری کے ایک دفعہ کا دودھ قبیلے کی ایک شاخ کے لیے کافی رہے گا۔ لوگ

اسی طرح زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ خوشگوار ہوا چلائے گا، وہ لوگوں کو بغلوں کے نیچے سے پکڑے گی اور ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔ پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے، وہ گدھوں کی طرح (برسرِ عام) جماع کریں گے۔ ایسے (بدترین) لوگوں پر ہی قیامت قائم ہوگی۔“

(صحیح مسلم : 2937)

سوال: کیا روزِ محشر میں حساب و کتاب نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے شروع ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو شفاعت کبریٰ کی اجازت دیں گے، لوگ محشر کے حالات سے اتنے تنگ ہوں گے کہ حساب و کتاب کی خواہش کریں گے، پہلے نبی سیدنا ابو البشر آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کریں گے کہ حساب و کتاب شروع کر دے، مگر آدم علیہ السلام ایسا کرنے سے معذرت کر لیں گے، یہاں تک عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام سے درخواست کریں گے، مگر سبھی انبیا عذر پیش کریں گے اور خاتم النبیین سیدنا محمد کریم ﷺ کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے، نبی کریم ﷺ لوگوں کی بات سنیں گے اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کردہ تسبیح و تحمید بیان کریں گے، اللہ تعالیٰ سجدہ سے سر اُٹھانے کا کہیں گے اور نبی کریم ﷺ کی شفاعت قبول کریں گے، نبی کریم ﷺ تین مرتبہ سجدہ کریں گے اور تینوں مرتبہ شفاعت قبول کی جائے گی۔

سوال: روزِ قیامت حساب و کتاب کے منکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: قیامت کے دن اعمال کا حساب و کتاب ہوگا، یہ حق ہے، کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے دلائل اس پر شاہد ہیں، اس کا منکر کافر ہے۔

سوال: حوضِ کوثر کے منکر کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کا حوض حق ہے، صحیح اور متواتر احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے، خارجی اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں، جہاں لوگ حساب و کتاب کے لیے کھڑے ہوں، وہیں ساقی کوثر ﷺ کا حوض ہوگا، یہ آپ کا خاصہ ہے، کسی اور نبی کا حوض نہیں ہوگا، اس کے متعلق مروی روایت ضعیف ہے، دراصل یہ جنت کا پانی ہوگا، جس سے مومنوں کی میزبانی ہوگی، اس کی مسافت ایک مہینے کی ہوگی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، اس کی بُو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگی، اس کے آب خورے سونے اور چاندی کے ہوں گے، جن کی گنتی آسمان کے ستاروں کے مانند ہوگی، جو اُس سے پی لے گا، اُسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، اللہ تعالیٰ جنت میں بھی نبی کریم کو حوض عطا فرمائیں گے، جس کا نام ''الکوثر'' ہوگا، اس کے اوصاف بھی یہی ہوں گے، حوض سے صرف مومنین پئیں گے، جبکہ بدعتی اور ظالم اس کی طرف لپکیں گے تو انہیں روک دیا جائے گا، جو بھی اس کا منکر ہوگا، وہ اس سے محروم ہوگا، ان شاءاللہ!

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ (الکوثر: 1)

''(اے نبی!) ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ، مَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ، وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا.

''میرے حوض کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے، اس کا پانی دودھ

سے زیادہ سفید ہے، اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ عمدہ ہے، اس کے برتن (تعداد اور چمک میں) آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ جو حوض سے پی لے گا، اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔"

(صحيح البخاري : 6579، صحيح مسلم : 2292)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

"حوض محمدی کے متعلق وارد ہونے والی احادیث کا ذکر، یہ مشہور احادیث ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں، بہت زیادہ ہیں۔ اگرچہ اہل بدعت کے ناک خاک آلود ہو جائیں، جو لوگ حوض کا انکار کرتے ہیں، ان کے لائق تو یہی ہے کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے، جیسا کہ بعض سلف فرما گئے ہیں: جو کرامت کی تکذیب کرتا ہے، وہ اس کرامت کا حق دار نہیں بن سکتا، اگر منکرین حوض ان احادیث سے واقف ہو جائیں، جو ہم عن قریب سامنے لا رہے ہیں، تو وہ ایسی بات کبھی نہ کہیں۔"

(النّهاية في الفتن والملاحم :1/374)

حوض کوثر کا سرے سے انکار کرنے والا کافر ہے، کیونکہ وہ قرآن، متواتر احادیث اور اجماع امت کا منکر ہے۔

سوال: میزان کے منکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: روز قیامت اعمال کا وزن ہوگا، جسے میزان (ترازو) میں تولا جائے گا، میزان کے دو پلڑے ہیں، یہ حق ہے، متعدد احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں، میزان کا انکار کرنا کفر ہے، کیونکہ اس سے متواتر احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''ملحد و معاند کا یہ قول نا قابل التفات ہے کہ اعمال اعراض ہیں، ان کا وزن نہیں ہوسکتا، وزن تو جسم والی اشیا کا ہوتا ہے! اللہ تعالیٰ اعراض کو اجسام میں تبدیل کر دے گا۔...... پس ثابت ہوا کہ اعمال، عامل اور صحیفوں کا وزن ہوگا، یہ بھی ثابت ہوا کہ ترازو کے دو پلڑے ہوں گے، اس کے ماورا کیا کیفیات ہیں؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارے ذمہ تو غیب پر ایمان لانا ہے، جیسا کہ سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے، اس میں نہ زیادتی کی جائے اور نہ کمی۔ کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ، جو قیامت کے دن عدل کا ترازو قائم ہونے کا انکار صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اس کی حکمت پوشیدہ ہے۔ یہ نصوص میں قدح کرتے ہوئے کہتے ہیں: ترازو کی ضرورت تو دکاندار اور سبزی فروش کو ہوتی ہے!! خدشہ ہے کہ ان لوگوں کا شمار ان میں نہ ہو جائے، (کہ کفر کی وجہ سے) جن کے لیے اللہ تعالیٰ ترازو ہی قائم نہیں کرے گا۔ اگر اعمال کے وزن میں یہی حکمت ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے لیے عدل و انصاف کو ظاہر کرے گا، تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کے پاس یہ وجہ ہوسکتی ہے؟ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا۔ (یہ تو ہے ایک حکمت) اس کے علاوہ جن حکمتوں کو ہم نہیں جانتے، معلوم نہیں وہ کیا ہوں گی؟''

(شرح الطّحاوية، ص 419)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد بچے سانپوں سے کھیلیں گے؟

جواب: فتنہ دجال اور یاجوج وماجوج کے خاتمہ کے بعد سنہری دور شروع ہوگا، جس میں کئی عجیب وغریب اُمور واقع ہوں گے، مگر یہ ثابت نہیں کہ بچے سانپوں سے کھیلیں گے، اس بارے میں مروی روایت ضعیف ہے۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... يَلْعَبَ الصِّبْيَانُ بِالْحَيَّاتِ، لَا تَضُرُّهُمْ .

''......بچے سانپوں سے کھیلیں گے، وہ انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

(مسند الإمام أحمد : 406/2، مسند إسحاق بن راهويه : 43)

سند ضعیف ہے۔قتادہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔جس سند میں متابعت ہے، اس میں مذکورہ الفاظ نہیں ہیں۔

سوال: کیا سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کہاں بنے گی، اس بارے میں کچھ ثابت نہیں، جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ بنے گی، وہ ضعیف وغیر ثابت ہیں، ملاحظہ ہوں؛

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلامُ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ، وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّأَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِي فِي قَبْرِي، فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ .

''عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زمین کی طرف نازل ہوں گے، شادی کریں گے اور آپ کے ہاں اولاد پیدا ہوگی، پینتالیس برس رکیں گے، پھر وفات پا جائیں گے، ان کو میرے ساتھ دفن کر دیا جائے گا، پھر قیامت کے دن میں اور عیسیٰ علیہ السلام ابوبکر وعمر کے رمیان اکٹھے اٹھیں گے۔''

(المُنتظم في تاريخ الأمم لابن الجوزي : 39/2)

سند ضعیف ہے، عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز مدلس بھی ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرٰى أَنْ أَعِيشَ مِنْ بَعْدِكَ فَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُدْفَنَ إِلٰى جَنْبِكَ فَقَالَ : وَإِنِّي لِي بِذٰلِكَ الْمَوْضِعِ مَا فِيهِ إِلَّا مَوْضِعَ قَبْرِي وَقَبْرِ أَبِي بَكْرٍ وَّقَبْرِ عُمَرَ وَقَبْرِ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ .

''اللہ کے رسول! میں آپ کے بعد بھی زندہ رہوں گی، آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میرا مدفن آپ کے ساتھ ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس جگہ

میری، ابوبکر و عمر کی اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے علاوہ کوئی قبر نہیں ہوگی۔''

(تاريخ ابن عساكر : 523/47، التّكملة لكتاب الصّلة لابن الأبار : 35)

سند سخت ضعیف ہے؛

① طلحہ بن شعیب کو امام دارقطنی نے ''متروک'' کہا ہے۔

(سؤالات البُرقاني : 216)

② محمد بن عبداللہ بن عمر العمری ضعیف و مجروح ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاج بِهٖ بِحَالٍ .

''اس سے کسی بھی صورت حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(كتاب المَجروحين : 978)

مزید جروح کے لیے لسان المیزان (237/5) ملاحظہ ہو۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ إِسْنَادُهٗ . ''اس کی سند ثابت نہیں ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 527/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهٗ .

''تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کی گئی ہے، اس میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔''

(سنن التّرمذي : 3617، معجم الطّبراني الكبير : 15967، تاريخ البخاري الكبير :263/1)

اس قول کی سند بھی ضعیف ہے:

① عثمان بن ضحاک مدنی مجہول الحال ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ (192/7) کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے مجہول قرار دیا ہے۔

(ذیل دیوان الضّعفاء :261)

② محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام بھی مجہول الحال ہے، سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (368/5) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ . ''اس کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(التّاریخ الکبیر :262/1)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ (3617) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث حسن (ضعیف) اور غریب ہے۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس قول کا مطلب ہے کہ اس کی ایک سند ہے اور وہ ضعیف ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَصِحُّ . ''یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔''

(التّاریخ الکبیر :262/1)

سوال: یاجوج وماجوج کے خروج کے وقت لوگ کہاں جائیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ لوگوں کو کوہِ طور پر لے جائیں، کہ اللہ کی عجیب وغریب مخلوق یاجوج وماجوج نکلے گی۔

❀ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى عِيسٰى : إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي، لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ ....

''......اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کرے گا کہ میں اپنے بندے (یاجوج وماجوج) نکالنے لگا ہوں، ان سے لڑنے کی طاقت کسی کے پاس نہیں، لہٰذا آپ میرے بندوں (لوگوں) کو کوہِ طور پر اکٹھا کر دیں، پھر اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیجے گا......۔''

(صحیح مسلم: 2937)

سوال: کیا یاجوج وماجوج اللہ تعالیٰ کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے؟ (نعوذ باللہ!)

جواب: یاجوج وماجوج زمین میں فساد برپا کریں گے، جب وہ محسوس کریں گے کہ ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا ہے، تو وہ کہیں گے کہ ہم آسمان والے کو بھی قتل کر دیتے ہیں، (نعوذ باللہ!) پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ تیروں کو خون آلود کر کے نیچے پھینک دے گا، وہ سمجھے گے کہ (نعوذ باللہ!) ہم نے اللہ تعالیٰ کو بھی ختم کر دیا۔

(صحیح مسلم: 2937)

سوال: یاجوج وماجوج کی ہلاکت کیسے ہوگی؟

جواب: یاجوج وماجوج کے فساد و فتنے سے بچنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام مومنوں کے ساتھ کوہِ طور میں محصور ہوں گے اور اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کریں گے، تو اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو ہلاک کر دے گا۔

❁ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... يُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ، حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ....

”......اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی (کوہِ طور پر) محصور ہو کر رہ جائیں گے، یہاں تک کہ جو آپ کے ہاں اِس وقت سو دینار کی حیثیت ہے، ان میں سے ہر ایک کے نزدیک بیل کا سر اس سے کہیں زیادہ قیمتی اور بہتر ہوگا، تو اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی گڑگڑا کر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں کیڑوں کا عذاب نازل کرے گا، جس سے وہ سب (اکٹھے) مر جائیں گے کہ گویا ایک ہی انسان کی موت ہوئی ہو۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی (کوہِ طور سے) زمین پر اُتریں گے، تو

انہیں ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں ملے گی، بلکہ ہر جگہ یاجوج وماجوج کی گندگی اور بدبو پھیلی ہوگی، تو اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی گڑگڑا کر دعائیں کریں گے، اللہ تعالیٰ بختی اُونٹوں کی طرح لمبی گردنوں والے پرندے بھیجے گا، جو یاجوج وماجوج (کی نعشوں) کو اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے، جہاں اللہ چاہے گا، پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش نازل کرے گا، جس سے کوئی پکا یا کچا گھر اُوٹ مہیا نہیں کر سکے گا، وہ زمین کو دھو کر شیشے کی طرف صاف کر دے گی......"

(صحيح مسلم: 2937)

سوال: پُل صراط کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: پل صراط حق ہے، یہ جہنم کے اوپر ایک پُل ہے، جو بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ (مسلم: ۱۸۳) ہر ایک کو یہاں سے گزرنا ہے، خواہ جنتی ہو یا جہنمی۔ مگر گزرنے کی کیفیت ہر ایک کی اعمال کے مطابق ہوگی، کوئی برق رفتاری سے گزر جائے گا، تو کوئی لڑھکتا ہوا، کوئی جہنم رسید ہو جائے گا۔ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط سے گزریں گے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... يُضْرَبُ جِسْرُ جَهَنَّمَ ...... فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ، وَدُعَاءُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ: اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَبِهِ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، أَمَا رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهَا لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَتَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، مِنْهُمُ الْمُوبَقُ

بِعَمَلِهٖ، وَمِنْهُمُ الْمُخَرْدَلُ .

''جہنم پر پل رکھا جائے گا۔......سب سے پہلے میں پل کو عبور کروں گا، اُس دن تمام انبیا یہی پکار رہے ہوں گے: اللہ! سلامتی کا سوال ہے (سلامتی سے گزار دے۔) پل صراط پر سعدان (ایک درخت کا نام) کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے۔ (اے صحابہ!) کیا آپ نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! فرمایا: پل صراط پر بھی اس طرح کے کانٹے ہوں گے، مگر وہ کتنے بڑے ہوں گے، یہ اللہ ہی جانتا ہے، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق پکڑیں گے، بعض اپنے (برے) اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے۔''

(صحيح البخاري: 6573، صحيح مسلم: 182)

سوال: جنت اور جہنم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنت اور جہنم دونوں وجود میں آ چکی ہیں۔ جنت اور جہنم حق ہیں، نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات دونوں کے مناظر دیکھے ہیں، یہ آخرت پر ایمان لانے میں سے ہے۔ جنت اور جہنم کا انکار کفر ہے، کیونکہ اس پر بے شمار قرآنی آیات، متواتر احادیث اور اجماع امت دلیل ہیں، جن کا انکار کفر بواح ہے۔

جنت نیکوکاروں کے لیے اور جہنم گناہ گاروں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ یہ ہمیشہ باقی رہیں گی، کبھی فنا نہ ہوں گی۔ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اس پر قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع سلف دلیل ہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

الْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَوْجُودَتَانِ الْآنَ، فَالْجَنَّةُ مُعَدَّةٌ لِلْمُتَّقِينَ، وَالنَّارُ مُعَدَّةٌ لِلْكَافِرِينَ، كَمَا نَطَقَ بِذٰلِكَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ، وَتَوَاتَرَتْ بِذٰلِكَ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَهٰذَا اعْتِقَادُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، رَحِمَهُمُ اللّٰهُ أَجْمَعِينَ، الْمُتَمَسِّكِينَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى، وَهِيَ السُّنَّةُ إِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ، خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَ أَنَّهُمَا لَمْ يُخْلَقَا بَعْدُ وَإِنَّمَا يُخْلَقَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهٰذَا الْقَوْلُ قَالَهٗ مَنْ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَى الْأَحَادِيثِ الْمُتَّفَقِ عَلٰى صِحَّتِهَا، وَإِخْرَاجُهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا مِنْ كُتُبِ الْإِسْلَامِ الْمُعْتَمَدَةِ الْمَشْهُورَةِ بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَةِ وَالْحَسَنَةِ، مِمَّا لَا يُمْكِنُ دَفْعُهٗ وَلَا رَدُّهٗ، لِتَوَاتُرِهٖ وَاشْتِهَارِهٖ.

”جنت اور جہنم اس وقت موجود ہیں۔ جنت پرہیز گاروں اور جہنم کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، جیسا کہ قرآن عظیم اور رسول اللہ ﷺ کی متواتر احادیث میں ثابت ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا (متفقہ) عقیدہ ہے، یہی جماعت عروہ وثقی کو تھامے ہوئے ہے اور قیامت تک قائم رہے گی۔ ان کے برخلاف بعض کا نظریہ ہے کہ جنت وجہنم ابھی پیدا نہیں ہوئیں، بلکہ قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی۔ جس نے بھی یہ نظریہ پیش کیا ہے، اس نے اتفاقی واجماعی صحیح احادیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ ان احادیث کا صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر مشہور معتمد اسلامی کتب میں صحیح یا حسن سند کے ساتھ آنا ایسی دلیل ہے کہ جسے کا رد

نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ احادیث متواتر اور مشہور ہیں۔‘‘

(البِداية والنّهاية : 421/20)

❁ امام ابو رجاء قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ (۲۴۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الْمَأْخُوذِ فِي الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ : ...... وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوقَتَانِ وَلَا يَفْنَيَانِ .

’’یہ ائمہ اسلام اور اہل سنت کا اتفاقی و اجماعی عقیدہ ہے کہ...... جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اور یہ فنا نہیں ہوں گی۔‘‘

(شِعار أصحاب الحديث للحاكم الكبير، ص 30، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابو حاتم (۲۷۷ھ) اور امام ابو زرعہ (۲۶۴ھ) رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ، حِجَازًا، وَّعِرَاقًا، وَّمِصْرًا، وَّشَامًا، وَّيَمَنًا، فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ : ...... أَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ، وَهُمَا مَخْلُوقَانِ لَا يَفْنِيَانِ أَبَدًا وَالْجَنَّةُ ثَوَابٌ لِّأَوْلِيَائِهٖ وَالنَّارُ عِقَابٌ لِّأَهْلِ مَعْصِيَتِهٖ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ .

’’ہم نے حجاز و عراق، مصر و شام اور یمن تمام علاقوں کے علما کو دیکھا ہے، سب کا عقیدہ تھا کہ...... جنت اور جہنم حق ہیں، دونوں پیدا ہو چکی ہیں اور کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ جنت اللہ تعالیٰ کے اولیا کے لیے بطور ثواب ہو گی اور جہنم گناہ گاروں کے لیے بطور عقاب ہو گی، مگر جس پر اللہ عزوجل رحم فرما دے۔‘‘

(عقيدة أبي حاتم الرازي وأبي زرعة الرازي للحدّاد، ص 201)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتْ فِرَقُ الْأُمَّةِ كُلُّهَا عَلٰى أَنَّهٗ لَا فَنَاءَ لِلْجَنَّةِ وَلَا لِنَعِيمِهَا وَلَا لِلنَّارِ وَلَا لِعَذَابِهَا .

''امت کے تمام فرقوں کا اجماع ہے کہ نہ جنت کو فنا ہے اور اس کی نعمتوں کو، اسی طرح نہ جہنم کو فنا ہے اور نہ اس کے عذاب کو۔''

(الفَصْل في المِلَل : 69/4)

❁ مفسر ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ عَلَى التَّخْلِيدِ الْأَبَدِيِّ فِي الْكُفَّارِ .

''اس پر اجماع ہے کہ کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

(تفسير ابن عطية : 346/2)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''یہ صحیح احادیث نص ہیں کہ جہنمی لوگ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اس کی نہ کوئی مدت ہے، نہ کوئی انتہا۔ یہ دوام اور تسلسل کے ساتھ جہنم میں رہیں گے، نہ موت ہوگی، نہ حیات، نہ راحت اور نہ نجات۔ ...... جو یہ نظریہ رکھے کہ جہنمی لوگوں کو جہنم سے نکال لیا جائے گا، جہنم خالی رہ جائے گی، اپنی چھتوں کے بَل گِر جائے گی، فنا اور زائل ہو جائے گی، تو وہ شخص عقل کے تقاضوں سے خارج ہے، رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا مخالف ہے اور اہل سنت وائمہ عدول کے اجماعی واتفاقی عقیدہ سے منحرف ہے۔''

(التّذكرة بأحوال المَوتى والآخرة، ص 926)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْهَا وَأَنَّهَا تَبْقٰى خَالِيَةً أَوْ أَنَّهَا تَفْنٰى وَتَزُولُ فَهُوَ خَارِجٌ عَنْ مُقْتَضٰى مَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ .

''جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ جہنمیوں کو جہنم سے نکال لیا جائے گا اور وہ خالی رَہ جائے گی یا فنا اور زائل ہو جائے گی، تو وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور اہل سنت کے اجماع سے خارج ہے۔''

(فتح الباري: 421/11)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

''جنت اور جہنم کی تخلیق ہو چکی ہے اور اس وقت موجود ہیں۔ یہی اہل سنت اور اکثر مسلمانوں کا مذہب ہے۔ معتزلہ میں سے جبائی اور ابوالحسین بصری بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس عقیدہ پر بے شمار قرآنی آیات اور کئی احادیث صحیحہ دلیل ہیں۔ قرون اُولیٰ کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے، اس کا رد یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ظاہر ہونے سے پہلے ہی اجماع ہو چکا ہے، لہٰذا (بعد والوں کے) اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(قُوت المُغتذي على جامع التّرمذي: 751/2)

❁ علامہ سفارینی رحمہ اللہ (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنَ الْآيَاتِ الصَّرِيحَةِ وَالْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ خُلُودُ أَهْلِ الدَّارَيْنِ خُلُودًا مُؤَبَّدًا كُلٌّ بِمَا هُوَ فِيهِ مِنْ نَعِيمٍ وَعَذَابٍ أَلِيمٍ، وَعَلَى هَذَا إِجْمَاعُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ،

فَأَجْمَعُوا أَنَّ عَذَابَ الْكُفَّارِ لَا يَنْقَطِعُ، كَمَا أَنَّ نَعِيمَ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَا يَنْقَطِعُ، وَدَلِيلُ ذٰلِكَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةِ، وَزَعَمَتِ الْجَهْمِيَّةُ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ يَفْنَيَان

''ہم نے جو صریح آیات اور صحیح احادیث نقل کی ہیں، ان سے ثابت ہوا کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ اور ابدالا باد تک رہیں گے۔ ان میں جو بھی ہو گا، اسے نعمتیں یا دردناک عذاب ہمیشہ ہمیشہ دیا جائے گا۔ اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ کفار کا عذاب منقطع نہیں ہو گا، جیسا کہ جنتیوں کی نعمتیں منقطع نہیں ہوں گی۔ اس پر کتاب وسنت دلالت کناں ہیں۔ جبکہ جہمیہ کا نظریہ ہے کہ جنت اور جہنم فنا ہو جائیں گی۔''

(لَوامِع الأنوار البَهِيّة: 234/2)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا، فِي عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ، وَأَنَا أُصَلِّي، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ.

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی ابھی نماز کے دوران میرے سامنے اس دیوار کی طرف جنت اور جہنم پیش کی گئی۔ میں نے آج سے پہلے خیر اور شر کا ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔''

(صحيح البخاري: 7294، صحيح مسلم: 2359)

❀ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

”جنت میں کوڑے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“

(صحيح البخاري : 3250)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ : يَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ، خُلُودٌ .

”اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، پھر منادی ہوگی: اہل دوزخ اور اہل جنت! اب موت نہیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہو گے۔“

(صحيح البخاري : 6544، صحيح مسلم : 2850)

سوال: جنتی حوروں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو جنت میں بے شمار نعمتوں سے نوازے گا۔ ان میں سے ایک نعمت عظمیٰ حور عین بھی ہوگی۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا، تب سے حوروں کو بھی پیدا کیا۔ جس طرح جنت کو فنا نہیں، اسی طرح جنت کی نعمتوں کو بھی فنا نہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نقل کرتے ہیں:

اَلْحُورُ الْعِينُ لَا يَمُتْنَ عِنْدَ قِيَامِ السَّاعَةِ وَلَا عِنْدَ النَّفْخَةِ وَلَا أَبَدًا لِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَهُنَّ لِلْبَقَاءِ لَا لِلْفَنَاءِ وَلَمْ يَكْتُبْ عَلَيْهِنَّ الْمَوْتَ، فَمَنْ قَالَ خِلَافَ هٰذَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ وَقَدْ ضَلَّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ .

”حور عین کو کبھی بھی موت نہیں آئے گی، نہ قیامت برپا ہونے پر اور نہ صور

پھونکے جانے پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بقا کے لیے پیدا کیا ہے، نہ کہ فنا کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مقرر نہیں کی۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ بدعتی ہے اور جادۂ مستقیم سے منحرف ہے۔"

(حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح، ص 98)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾

(الرّحمٰن : ٥٦-٥٨)

"ان میں شرمیلی آنکھوں والی کنواری حوریں ہوں گی، جن سے پہلے کسی انسان یا جن نے ہم بستری نہیں کی ہو گی، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، وہ حوریں گویا یاقوت و مرجان ہیں۔"

❁ نیز فرمایا:

﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾(الرّحمٰن : ٧٠-٧٢)

"ان میں نیک سیرت اور خوب صورت حوریں ہوں گی۔ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں خیمہ نشیں ہوں گی۔"

❁ مزید فرمایا:

﴿وَحُورٌ عِينٌ، كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ﴾(الواقعة : ٢٢-٢٣)

"موٹی سرمائی آنکھوں والی حوریں، گویا وہ پوشیدہ سفید موتی ہیں۔"

سوال: حور کی خوبصورتی کے بارے میں کیا وارد ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ .

''ہر جنتی کی دو دو بیویاں ہوں گی، اتنی خوبصورت ہوں گی کہ ان پنڈلی کا گودا گوشت سے نظر آرہا ہوگا۔''

(صحیح البخاري : 3245، صحیح مسلم : 2834)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَائَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

''اگر جنت کی ایک عورت زمین کی طرف جھانک دے، تو زمین و آسمان کے مابین سب کچھ روشن ہو جائے اور سب کچھ معطر ہو جائے۔ اس کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

(صحیح البخاري : 2796، صحیح مسلم :1881)

سوال: کیا جنت میں نغموں کا بندوبست بھی ہوگا؟

جواب: جنت میں سریلی اور خوشگوار آواز میں گیت گائے جائیں گے، جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تعریفی کلمات پر مشتمل ہوں گے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَزْوَاجَ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُغَنِّينَ أَزْوَاجَهُنَّ بِأَحْسَنِ أَصْوَاتٍ سَمِعَهَا أَحَدٌ قَطُّ إِنَّ مِمَّا يُغَنِّينَ : نَحْنُ الْخَيِّرَاتُ الْحِسَانُ أَزْوَاجُ قَوْمٍ كِرَامٍ يَنْظُرْنَ بِقُرَّةِ أَعْيَانٍ وَإِنَّ مِمَّا يُغَنِّينَ بِهِ : نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا يُمِتْنَهْ نَحْنُ الْآمِنَاتُ فَلَا يَخَفْنَهْ نَحْنُ الْمُقِيمَاتُ فَلَا يَظْعَنَّ .

''جنتی بیویاں اتنی خوبصورت آواز میں گیت گائیں گی کہ کسی نے اتنی سریلی آواز نہ سنی ہوگی۔ ان کا نغمہ ہوگا: ''ہم نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں، معزز و مکرم لوگوں کی بیویاں ہیں، جنہیں وہ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر لیتی ہیں۔'' وہ یہ بھی گنگنائیں گی: ''ہم ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں، کبھی موت نہیں آئے گی، ہم پر امن ہیں، ہم سے کوئی خوف نہیں، ہم یہیں رہیں گی، کوچ نہیں کریں گی۔''

(المُعجم الصّغير للطّبراني : 734، المُعجم الأوسط لهٗ : 4917، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ نَهْرًا طُولَ الْجَنَّةِ، حَافَّتَاهُ الْعَذَارٰى قِيَامٌ مُتَقَابِلَاتٌ، وَيُغَنِّينَ بِأَحْسَنِ أَصْوَاتٍ يَسْمَعُهَا الْخَلَائِقُ، حَتّٰى مَا يَرَوْنَ أَنَّ فِي الْجَنَّةِ لَذَّةً مِثْلَهَا، قُلْنَا : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَا ذٰلِكَ الْغِنَاءُ؟ قَالَ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ التَّسْبِيحُ، وَالتَّحْمِيدُ، وَالتَّقْدِيسُ وَثَنَاءٌ عَلَى الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ .

''جنت کی لمبائی میں ایک دریا بہہ رہا ہو گا، جس کے دونوں کناروں کو دوشیزاؤں نے ڈھانپ رکھا ہوگا، وہ آمنے سامنے کھڑی ہوں گی اور انتہائی

خوبصورت آواز میں گا رہی ہوگی، جسے سب لوگ سن رہے ہوں گے، اس جیسی کوئی اور لذت جنتی جنت میں نہیں پائیں گے۔ (راوی کہتے ہیں:) ہم نے عرض کیا: اے ابو ہریرہ! وہ گیت کیا ہوگا؟ فرمایا: ان شاء اللہ وہ گیت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تقدیس اور تعریف وثنا پر مشتمل ہوگا۔''

(البعث والنُّشور للبيهقي: 383، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: جنت کتنی وسیع ہے؟

جواب: جنت کی وسعت اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ البتہ سب سے آخری جنتی، جسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا، اس کو جو جنت ملے گی، وہ دنیا سے دس گنا زیادہ بڑی ہوگی۔ (بخاری: ۶۵۷۱، مسلم: ۱۸۶)

جنت کے ایک درخت کا سایہ کتنا وسیع ہے، حدیث ملاحظہ کیجئے۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً، يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا.

''جنت میں ایک درخت ہے، جس کے سایہ میں سوار شخص سو سال تک بھی چلتا رہے، تو اسے عبور نہیں کر سکتا۔''

(صحيح البخاري: 6552، صحيح مسلم: 2827)

سوال: جنت میں کون کون سی نہریں ہوں گی؟

جواب: جنت میں چار قسم کی نہریں ہوں گی؛ ① پانی ② دودھ ③ شراب ④ شہد

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ

وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَّلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَ هُمْ﴾(محمّد : ١٥)

''متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں، جن میں کبھی بدبو پیدا نہ ہوگی، دودھ کی نہریں ہیں، جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا، شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والوں کو لذت دیں گی اور خالص شہد کی نہریں ہیں۔ جنت میں متقیوں کے لیے ہر قسم کے پھل ہیں اور رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ لوگ ان کی طرح ہو سکتے ہیں، جو ہمیشہ سے ہمیشہ جہنم میں جلیں گے، انہیں گرم پانی پلایا جائے گا، جو ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا۔''

سوال: کیا جنت میں بول و براز کی حاجت ہوگی؟

جواب: جنت میں بول و براز کی حاجت نہیں ہوگی، نہ تھوک آئے گا اور نہ رینٹھ۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَتْفِلُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ.

''اہل جنت نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ، نہ انہیں تھوک آئے گا اور نہ رینٹھ۔''

(صحيح البخاري : 3327، صحيح مسلم : 2834)

سوال: کیا جنتی جنت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے؟

جواب: جنتیوں پر کوئی عبادت فرض نہ ہوگی، وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس

بیان کریں گے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُسَبِّحُونَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا .

”اہل جنت صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔“

(صحيح البخاري : 3245، صحيح مسلم : 2834)

سوال: کیا اہل جنت کے پسینے سے کستوری کی خوش بو آئے گی؟

جواب: جی ہاں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

(صحيح البخاري : 3245، صحيح مسلم : 2834)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ حَوْرَاءَ بَصَقَتْ فِي سَبْعَةِ أَبْحُرٍ لَعَذُبَتِ الْبِحَارُ مِنْ عُذُوبَةِ رِيقِهَا، وَيُخْلَقُ الْحَوْرَاءُ مِنَ الزَّعْفَرَانِ .

”اگر (جنت کی) حور سات سمندروں میں تھوک ڈال دے، تو تھوک کی مٹھاس سے تمام سمندر میٹھے ہو جائیں، حوروں کی تخلیق زعفران سے ہوئی ہے۔“

(صفة الجنّة لأبي نعيم الأصبهاني : 346)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① منصور بن مہاجر واسطی ”مستور“ ہے۔

② ابو نضر ابّار کے حالات زندگی نہیں ملے۔

اس کی دیگر سندیں بھی ضعیف ہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: دوزخ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے کہ جہنم کی تخلیق ہو چکی ہے، اس کی حقیقت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اس پر بے شمار قرآنی آیات، متواتر احادیث اور اجماع اُمت دلیل ہیں، اس کا انکار کفر ہے۔ جہنم اللہ تعالیٰ کے غضب کا اظہار ہے۔

جہنم کو کبھی فنا نہیں، کافر ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، جو صحیح العقیدہ مسلمان برے اعمال کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے، انہیں سزا پوری ہونے کے بعد نکال لیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

جہنم کی باگیں ہیں، جنہیں فرشتوں نے تھاما ہوا ہے، جہنم میں مختلف عذاب ہوں گے، اس کے بھی درجات ہیں، جس کا جرم جتنا بڑا ہوگا، وہ اتنے سخت عذاب کا شکار ہوگا۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتْ فِرَقُ الْأُمَّةِ كُلُّهَا عَلٰى أَنَّهٗ لَا فَنَاءَ لِلْجَنَّةِ وَلَا لِنَعِيمِهَا وَلَا لِلنَّارِ وَلَا لِعَذَابِهَا .

”امت کے تمام فرقوں کا اجماع ہے کہ نہ جنت کو فنا ہے اور اس کی نعمتوں کو، اسی طرح نہ جہنم کو فنا ہے اور نہ اس کے عذاب کو۔“

(الفَصْل في المِلَل : 4/69)

❁ مفسر ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ عَلَى التَّخْلِيدِ الْأَبَدِيِّ فِي الْكُفَّارِ .

''اس پر اجماع ہے کہ کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

(تفسير ابن عطية : 346/2)

❁ امام محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اعْلَمُوا رَحِمَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ أَنَّ الْقُرْآنَ شَاهِدٌ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَخَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا، وَلِلنَّارِ أَهْلًا، قَبْلَ أَنْ يُخْرِجَهُمْ إِلَى الدُّنْيَا، لَا يَخْتَلِفُ فِي هٰذَا مَنْ شَمِلَهُ الْإِسْلَامُ، وَذَاقَ حَلَاوَةَ طَعْمِ الْإِيمَانِ، دَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ، فَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِهٰذَا .

''اللہ ہم سب پر رحم کرے! جان لیں کہ قرآن کی واضح گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی پیدا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی جنت اور جہنم کے لیے لوگ مختص کر دیے۔ اس عقیدہ میں ایسا کوئی شخص اختلاف نہیں کرتا، جو دین اسلام کے دائرہ میں داخل ہے اور جس نے ایمان کی حلاوت پالی ہے۔ اس پر قرآن وسنت دلالت کناں ہیں۔ اسے جھٹلانے والوں سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(كتاب الشّريعة، ص 387)

❁ امام اسماعیل بن عبد الرحمٰن صابونی رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

يَشْهَدُ أَهْلُ السُّنَّةِ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ، وَأَنَّهُمَا بَاقِيَتَانِ لَا تَفْنِيَانِ أَبَدًا، وَأَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا أَبَدًا، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا خُلِقُوا لَهَا، لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا أَبَدًا .

''اہل سنت گواہی دیتے ہیں کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں، یہ باقی رہنے والی ہیں، کبھی فنا نہ ہوں گی۔ جنتی لوگ جنت سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے، اسی طرح وہ جہنمی لوگ، جو پیدا ہی جہنم کے لیے ہوئے ہیں، ان کو بھی کبھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔''

(عقيدة السّلف أصحابِ الحديث، ص 364)

۞ علامہ ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ عَلَى الْحَقِيقَةِ، وَذَهَبَ كَثِيرٌ مِّنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالنَّجَاوِمِيَّةِ إِلٰى أَنَّهُمَا لَمْ يُخْلَقَا بَعْدُ، وَأَنَّهُمَا سَيُخْلَقَانِ .

''اہل سنت کا مذہب ہے کہ جنت اور جہنم حقیقت میں پیدا ہو چکی ہیں۔ معتزلہ، جہمیہ اور نجاومیہ میں سے اکثر کا مذہب ہے کہ جنت اور جہنم ابھی تک پیدا نہیں ہوئیں، بلکہ عنقریب (روز قیامت) پیدا ہوں گی۔''

(البحر المُحيط :176/1)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''اہل سنت کا اتفاق ہے کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اور اس وقت موجود

ہیں، اہل سنت ہمیشہ سے اسی عقیدہ پر قائم رہے ہیں۔ یہاں تک کہ معتزلہ اور قدریہ کا ایک فرقہ نمودار ہوا، اس نے اس کا انکار کر دیا، کہنے لگے: (جنت اور جہنم ابھی پیدا نہیں ہوئیں) بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن پیدا کرے گا۔ انہوں نے یہ بات اپنی اس فاسد دلیل کی بنیاد پر کہی کہ جس دلیل کی بنیاد پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے افعال کے لیے اپنی شریعت وضع کر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنا چاہیے اور اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے افعال پر قیاس کیا، یوں وہ افعال میں مشبہہ قرار پائے۔ ان میں جہمیت داخل ہوئی، تو مشبہہ کے ساتھ ساتھ وہ معطلہ بھی بن گئے۔ انہوں نے کہا: استعمال سے پہلے سے جنت کو پیدا کرنا عبث ہے، کیونکہ اس سے جنت لمبے عرصے تک خالی رہے گی، یوں انہوں نے ایسی بہت سے نصوص کو ٹھکرا دیا، جو ان کی اللہ تعالیٰ کے لیے وضع کردہ شریعت کے مخالف ہوں، بہت سے نصوص کے معانی ومطالب کو بدل دیا اور جس نے ان کی وضع کردہ شریعت کی مخالفت کی، انہیں گمراہ اور بدعتی قرار دیا۔" (شرح العقيدة الطّحاوية، ص 420)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَحْمَتِي، وَقَالَ لِلنَّارِ : أَنْتِ عَذَابِي .

"اللہ تعالیٰ نے جنت سے کہا: تو میری رحمت ہے اور جہنم سے کہا: تو میرا عذاب ہے۔"

(صحيح البخاري : 7449، صحيح مسلم : 2846)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ : رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ

لَهَا بِنَفَسَيْنِ؛ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ .

''جہنم نے رب سے شکایت کی: میرے رب! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے، مجھے دو سانس لینے کی اجازت عطا فرما! ایک سانس سردیوں میں اور دوسرا گرمیوں میں۔ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا:) لہٰذا گرمی یا سردی کی جتنی شدت آپ محسوس کرتے ہیں، (وہ جہنم کے سانس لینے سے ہے)۔''

(صحيح البخاري : 3260، صحيح مسلم : 617)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ : انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَجَاءَ هَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ : فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ : ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ : فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ، قَالَ : اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ

: ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ : وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا .

’’جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کی تخلیق کی، تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: جنت کا نظارہ کیجئے کہ میں نے اس میں اہل جنت کے لیے کیا کیا تیار کیا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام گئے اور جنت کے نظارے کیے اور اس میں تیار نعمتوں کو دیکھا، واپس آئے اور عرض کیا: (اے رب!) تیری عزت کی قسم! جو بھی اس جنت کے بارے میں سن لے گا، وہ اس میں ضرور داخل ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کو مشقتوں کی باڑ لگا دی جائے۔ پھر (جبریل سے) فرمایا: اب جائیے اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کیجئے۔ تو جبریل علیہ السلام جنت کی طرف لوٹے، دیکھا کہ وہ مشقتوں میں گھری ہوئی ہے، واپس آئے اور عرض کیا: (رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جہنم کی طرف جائیے اور اس کے مناظر دیکھئے۔ (وہ اتنی ہولناک تھی کہ) اس کا ایک حصہ دوسرے پر چڑھا ہوا تھا۔ جبریل علیہ السلام واپس آئے اور عرض گزار ہوئے: (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو اس کے بارے میں سن لے، وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہنم کو شہوتوں کی باڑ لگا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جا کر دیکھئے، جبریل علیہ السلام گئے (اور دیکھا) پھر عرض کیا: (میرے رب!) تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اس سے کوئی بھی نہیں بچ پائے گا۔‘‘

(سنن أبي داود: 4744، سنن النّسائي: 3763، سنن التّرمذي: 2560، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۷) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ﴾ (البقرة: ١٦١-١٦٢)

''جنہوں نے کفر کیا اور انہیں کفر پر ہی موت آئے، ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ یہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں ڈھیل ملے گی۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَيْ لَا يَنْقُصُ عَمَّا هُمْ فِيهِ ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾ أَيْ لَا يُغَيَّرُ عَنْهُمْ سَاعَةً وَاحِدَةً، وَلَا يُفَتَّرُ، بَلْ هُوَ مُتَوَاصِلٌ دَائِمٌ.

''مطلب یہ ہے کہ ان کے عذاب میں کمی واقع نہیں ہوگی۔ لمحہ بھر کے لیے بھی ان سے عذاب دور نہیں ہوگا، بلکہ وہ مسلسل اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 473/1)

علامہ ابو سعود رحمہ اللہ (۹۸۲ھ) ''خلدین'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الدَّوَامُ.

''اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ''خالدین'' سے مراد دوام اور ہمیشگی ہے۔''

(تفسیر أبي السّعود :94/1)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾(الزُّخرُف : ٧٤)

''مجرم ہمیشہ عذاب جہنم میں مبتلا رہیں گے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾

(فاطر : ٣٦)

''انہیں نہ موت آئے گی اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ﴾(المائدة : ٣٧)

''وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے، لیکن کبھی نکل نہیں پائیں گے، بلکہ ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔''

❁ مزید فرمایا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾(النّساء : ١٦٨، الأحزاب : ٦٥، الجِنّ : ٢٣)

''وہ دوزخ میں ہمیشہ سے ہمیشہ رہیں گے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾(الفرقان : ٦٥)

''جہنم کا عذاب دائمی ہوگا۔''

❀ اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے متعلق فرمایا:

﴿لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا﴾(النّبأ : ٢٣)

''وہ جہنم میں بے انتہا عرصہ پڑے رہیں گے۔''

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ کفار جہنم میں ہمیشہ سے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مدت لا متناہی ہوگی۔ جیسے آخرت کی مدتیں ختم نہیں ہوں گی، اسی طرح ان کا عذاب بھی ختم نہیں ہوگا، انہیں کبھی بھی جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔ ایک عذاب منقطع ہوگا، تو دوسرے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یوں ابدالاباد تک جہنم میں رہیں گے۔

❀ اہل جہنم کے متعلق ہی فرمایا:

﴿خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ﴾

(هود : ١٠٧)

''وہ دائمی جہنم میں رہیں گے، مگر جو تیرا رب چاہے۔''

اس آیت کی کئی تفاسیر کی گئی ہیں۔

① ''مادامت السماوات والارض'' سے مراد آخرت کے زمین و آسمان ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ﴾(إبراهيم : ٤٨)

''جس دن زمین و آسمان کو بدل دیا جائے گا۔''

آخرت کے زمین و آسمان کو دوام ہے، اسی طرح کفار کے عذاب کو بھی دوام ہے۔

② ''مادامت السماوات والارض'' محاورہ ہے، جو دوام کے لیے بولا جاتا ہے۔

﴿إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ﴾ ''مگر جو تیرا رب چاہے۔'' میں اہل توحید کی استثنا ہوئی ہے، مطلب کہ گناہ گار اہل توحید کو اللہ تعالیٰ ایک وقت تک جہنم میں رکھے گا، پھر جب چاہے گا انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا، یوں وہ ابدی سعادت مندی پا لیں گے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس قول کو درست قرار دیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلنَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾ (الأنعام: ١٢٨)

''جہنم تمہارا ٹھکانہ ہے، تم ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو گے، مگر جتنی مدت اللہ چاہے گا۔''

اس مدت سے مراد قبروں سے اٹھ کھڑا ہونے سے لے کر جہنم رسید ہونے تک کا عرصہ ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ کی یہ تفسیر ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ.

''جو جہنمی ہوں گے، وہ جہنم میں نہ مریں گے، نہ جئیں گے۔''

(صحيح مسلم: 185)

❁ اس کی شرح میں حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ کفار دوزخ میں جلیں گے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے مستحق ہیں، انہیں موت نہیں آئے گی، نہ وہ پرسکون زندگی جئیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾ (فاطر: ٣٦) ''انہیں موت آئے گی، نہ عذاب

میں تخفیف ہوگی۔''اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى﴾(الأعلیٰ : ١٣)''جہنم میں نہ اسے موت آئے گی اور نہ ہی وہ پرسکون زندگی جی سکے گا۔''اہل حق کا یہ مذہب ہے کہ بہشت کی نعمتیں دائمی ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے کفار کا عذاب بھی دائمی ہے۔''

(شرح مسلم : 38/3)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُوم مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ : يَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ، خُلُودٌ .

''اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، پھر منادی ہوگی: اہل دوزخ اور اہل جنت! اب موت نہیں، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہو گے۔''

(صحيح البخاري : 6544، صحيح مسلم : 2850)

جہنم کو کبھی فنا نہیں، اس عنوان پر اہل علم نے قلم اٹھایا ہے، اس کے ثبوت پر قرآن وسنت کی نصوص پیش کی ہیں اور فنائے نار کے موقف کا سقم واضح کیا ہے، کتب ملاحظہ ہوں!

١۔ اَلْاِعْتِبَارُ بِبَقَاءِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ لِأَبِي الْحَسَنِ السُّبْكِيِّ

٢۔ رَفْعُ الْأَسْتَارِ لِإِبْطَالِ أَدِلَّةِ الْقَائِلِينَ بِفَنَاءِ النَّارِ لِلصَّنْعَانِيِّ

٣۔ كَشْفُ الْأَسْتَارِ فِي إِبْطَالِ قَوْلِ مَنْ قَالَ بِفَنَاءِ النَّارِ لِلشَّوْكَانِيِّ

سوال: کیا جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم میں عورتوں کی کثرت دیکھی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ .

''(نماز کے دوران) میں نے جنت کو دیکھا، اس میں پھلوں کے گچھے دیکھے، اگر میں ایک گچھا پکڑ لیتا، تو آپ اسے دنیا کی بقا تک کھاتے رہتے (اور وہ ختم نہ ہوتا) جہنم کو بھی دیکھا، ایسا خوفناک منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا، اس میں اکثریت عورتوں کی تھی۔''

(صحيح البخاري : 1052، صحيح مسلم : 907)

دوسری احادیث میں اس کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ عورتیں لعن طعن بکثرت کرتی ہیں اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہیں۔

سوال: جہنم کی آگ اور دنیا کی آگ میں کیا تناسب ہے؟

جواب: دنیا کی آگ، جو ہر چیز کو جلانے کی طاقت رکھتی ہے، یہ جہنم کی آگ کے مقابلہ میں ستر درجے کم تر ہے، بھلا جہنم کی آگ کتنی سخت ہوگی! اللہ پناہ عطا فرمائے، آمین!

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ، قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ : فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا .

''تمہاری (دنیا والی) آگ، جہنم کی آگ کے ستر (۷۰) اجزا میں سے ایک

جزو ہے۔عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! (عذاب کے لیے) تو یہی (دنیا والی آگ) ہی کافی تھی! فرمایا: جہنم کی آگ کو دنیا کی آگ پر اُنہتر (۶۹) حصے فضیلت دی گئی ہے، ہر حصے کی شدت دنیا کی آگ کے برابر ہے۔‘‘

(صحيح البخاري: 3265، صحيح مسلم: 2843)

سوال: جہنم میں سب سے ہلکا عذاب کیا ہے؟

جواب: جہنم میں سب سے ہلکا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے، جس سے دماغ ایسے کھولے گا، جیسے آگ پر ہنڈیا کھولتی ہے۔

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ عَلٰى أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ وَالْقُمْقُمُ.

’’قیامت کے دن سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہوگا، جس کے پاؤں کے نیچے دو انگارے رکھے جائیں گے، جن سے اس کا دماغ ایسے کھول رہا ہوگا، جیسے ہنڈیا اور تانبے کی کیتلی جوش مارتی ہے۔‘‘

(صحيح البخاري: 6562، صحيح مسلم: 213)

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ، وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ.

’’جہنمیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا۔ وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوں گے، جن کی وجہ سے اُن کا دماغ کھول رہا ہوگا۔‘‘

(صحیح مسلم : 212)

سوال: جہنم کی گہرائی کتنی ہے؟

جواب: جہنم کی گہرائی کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، البتہ اگر اس میں ایک بڑا پتھر پھینکا جائے، تو اسے تہہ تک پہنچنے میں ستر سال لگ جائیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَدْرُونَ مَا هٰذَا؟ قَالَ : قُلْنَا : اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا، فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ، حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى قَعْرِهَا .

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (بیٹھے) تھے کہ اچانک کسی (بڑی) چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہیں کہ یہ آواز کس چیز کی تھی؟ ہم نے کہا: اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ پتھر کی آواز تھی، جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، جو جہنم کے پیندے تک ابھی پہنچا ہے۔''

(صحیح مسلم : 2844)

سوال: جہنمی کی جسامت کتنی ہوگی؟

جواب: جہنمیوں کی جسامت کو بڑھا دیا جائے گا، تا کہ انہیں زیادہ سے زیادہ عذاب محسوس ہو۔ جہنمی آدمی کی ایک داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جائے گی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ضِرْسُ الْكَافِرِ، أَوْ نَابُ الْكَافِرِ، مِثْلُ أُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهٖ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ.

''کافر کی ایک داڑھ یا (فرمایا:) کافر کی ایک کچلی والا دانت اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن چلنے کی مسافت کے برابر ہوگی۔''

(صحیح مسلم:2851)

سوال: کیا روز قیامت موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ روز قیامت موت کو مینڈھے کی شکل دے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اب جہنمی ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے، ان پر موت طاری نہ ہو گا، ہمیشہ عذاب چکھتے رہیں گے اور جنتی ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، ان کو کبھی موت نہیں آئے گی، سدا جنت کی نعمتوں میں رہیں گے۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُجَاءُ بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّهٗ كَبْشٌ أَمْلَحُ …… فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ …… فَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، قَالَ: وَيُقَالُ: يَا أَهْلَ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ قَالَ: فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، قَالَ: فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُذْبَحُ، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ

لَا يُؤْمِنُونَ﴾(مریم : ۳۹) وَأَشَارَ بِيَدِهٖ إِلَى الدُّنْيَا .

''روز قیامت موت کو ایسے لایا جائے گا، جیسے سفید وسیاہ رنگ کا مینڈھا ہو۔ ......اسے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔......کہا جائے گا: اہل جنت! کیا آپ اسے پہچانتے ہیں؟ تو وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے۔ پھر (اہل دوزخ سے) کہا جائے گا: اے جہنمیو! اسے پہنچانتے ہو! تو وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے۔ پھر حکم ہوگا اور مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اہل جنت! تم (جنت میں) ہمیشہ رہو گے، اب کوئی موت نہیں۔ اے جہنمیو! تمہارے لیے بھی (جہنم میں) ہمیشگی ہے، اب کوئی موت نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾(مریم : ۳۹) ''(اے نبی!) انہیں حسرت والے دن سے ڈرا دیں، جب کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا، جبکہ یہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔''

سوال: کیا جہنم اللہ تعالیٰ سے کلام کرتی ہے؟

جواب: جہنم اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرتی ہے، احادیث میں جنت اور جہنم کے مکالمے کا ذکر ہے، جنت اور جہنم میں قوت کلام اور قوت سماعت ہے، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَحْمَتِي ، وَقَالَ لِلنَّارِ : أَنْتِ عَذَابِي .

”اللہ تعالیٰ نے جنت سے کہا: تو میری رحمت ہے اور جہنم سے کہا: تو میرا عذاب ہے۔“

(صحيح البخاري: 7449، صحيح مسلم: 2846)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ: رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ؛ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ.

”جہنم نے رب سے شکایت کی: میرے رب! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے، مجھے دو سانس لینے کی اجازت عطا فرما! ایک سانس سردیوں میں اور دوسرا گرمیوں میں۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) لہٰذا گرمی یا سردی کی جتنی شدت آپ محسوس کرتے ہیں، (وہ جہنم کے سانس لینے سے ہے)۔“

(صحيح البخاري: 3260، صحيح مسلم: 617)

حدیث میں جنت اور جہنم کے مکالمے اور حجت بازی کا بھی ذکر ہے۔

(صحيح البخاري: 4850، صحيح مسلم: 2846، عن أبي هريرة)

سوال: کیا اللہ کے علاوہ کسی چیز کے انکار سے ارتداد لازم آتا ہے؟

جواب: جی ہاں، ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار بھی کفر و ارتداد ہے۔

سوال: جو شخص کلی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کا انکار کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیا کی طرح بشر تھے، اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے، کئی قرآنی آیات اور متواتر احادیث اس پر دلالت کناں ہیں، نیز کئی آثار صحابہ بھی شاہد ہیں۔ اہل علم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر کو کافر کہا ہے، ملاحظہ ہو؛

❁ علامہ شیخی زادہ حنفی (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ قَالَ : لَا أَدْرِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِنْسِيًّا أَوْ جِنِّيًّا يَكْفُرُ .

''جو کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا جن، وہ کافر ہو جائے گا۔''

(مَجمع الأنهر :692/1)

❁ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) لکھتے ہیں:

يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الْإِيْمَانِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْرِفَةُ اسْمِهٖ إِذْ لَا تَتِمُّ الْمَعْرِفَةُ إِلَّا بِهٖ وَكَوْنِهٖ بَشَرًا مِّنَ الْعَرَبِ وَكَوْنِهٖ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ اتِّفَاقًا لِّوُرُودِ ذٰلِكَ الْقَوَاطِعِ الْمُتَوَاتِرَةِ .

''متواتر اور قطعی نصوص کی بنا پر صحت ایمان کے لئے شرط ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کا علم ہو، کیونکہ نام کے بغیر معرفت ہوتی ہی نہیں۔ نیز یہ جاننا بھی شرط ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں، آپ کا تعلق عرب سے ہے اور آپ بالاتفاق خاتم النبیین ہیں۔''

(حاشية الطّحطاوي، ص 11)

❁ علامہ آلوسی حنفی (۱۲۷۰ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنْ قُلْتَ : هَلِ الْعِلْمُ بِكَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرًا، وَمِنَ الْعَرَبِ، شَرْطٌ فِي صِحَّةِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ : أَوْ هُوَ مِنْ فَرْضِ الْكِفَايَةِ؟ أَجَابَ الشَّيْخُ وَلِيُّ الدِّينِ الْعِرَاقِيُّ بِأَنَّهٗ شَرْطٌ فِي

صِحَّةِ الْإِيمَانِ، قَالَ : لَوْ قَالَ شَخْصٌ : أُؤْمِنُ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جَمِيعِ الْخَلْقِ، وَلٰكِنِّي لَا أَدْرِي هَلْ هُوَ مِنَ الْبَشَرِ أَوِ الْمَلَائِكَةِ، أَوْ مِنَ الْجِنِّ، أَوْ لَا أَدْرِي أَهُوَ مِنَ الْعَرَبِ أَوِ الْعَجَمِ؟ فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهٖ، لِتَكْذِيبِهٖ لِلْقُرْآنِ وَجَحْدِهٖ مَا تَلَقَّتْهُ قُرُونُ الْإِسْلَامِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ، وَصَارَ مَعْلُومًا بِالضُّرُورَةِ عِنْدَ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ، وَلَا أَعْلَمُ فِي ذٰلِكَ خِلَافًا، فَلَوْ كَانَ غَبِيًّا لَّا يَعْرِفُ ذٰلِكَ وَجَبَ تَعْلِيمُهٗ إِيَّاهُ، فَإِنْ جَحَدَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ حَكَمْنَا بِكُفْرِهٖ .

’’اگر آپ کہیں کہ کیا اس بات کا جاننا کہ آپ ﷺ بشر تھے اور آپ ﷺ کا تعلق عرب سے ہے، صحت ایمان کے لیے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے؟ تو شیخ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ محمد ﷺ تمام مخلوقات کے لیے رسول بن کر آئے ہیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر تھے، فرشتہ تھے یا جن تھے؟ یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟ تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں رہا، کیونکہ اس نے قرآنِ مجید کی تکذیب کی ہے اور ایسی چیز کا انکار کیا ہے، جو بعد والے اپنے اسلاف سے سیکھتے چلے آئے ہیں۔ یہ بات تو خاص و عام کے نزدیک یقینی طور پر معلوم ہو چکی ہے۔ مجھے اس کے بارے میں اختلاف کا کوئی علم نہیں۔ اگر کوئی

غبی شخص ایسا کہے، تو اس کو اس بات (آپ ﷺ کی بشریت اور عربی ہونے) کی تعلیم دینا واجب ہے اور اگر اس نے پھر بھی انکار کر دیا، تو ہم اس پر کافر ہونے کا حکم لگائیں گے۔‘‘

(روح المَعاني : 113/4، المَواهب اللُّدّنية لأحمد القسطلاني : 154/3)

❀ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

لَوْ قَالَ : لَا أَدْرِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِنْسِيًّا أَوْ جِنِّيًّا يَكْفُرُ .

’’اگر کوئی شخص کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا جن، تو وہ کافر ہو جائے گا۔‘‘

(الفتاوى التّاتارخانية : 480/5)

❀ پانچ سو فقہائے احناف کا فتویٰ ہے:

مَنْ قَالَ : لَا أَدْرِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِنْسِيًّا أَوْ جِنِّيًّا يَكْفُرُ .

’’جو کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ انسان تھے یا جن، وہ کافر ہو جائے گا۔‘‘

(فتاویٰ عالمگیری : 263/2)

فقہائے احناف یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بشر تسلیم کرنا اور ماننا ایمان کی سلامتی کی ضمانت ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جس کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جسے مجبور کیا جائے کہ وہ کلمہ کفر کہے، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا یا کوئی بڑا نقصان کر دیا جائے گا، تو وہ بحالت مجبوری کلمہ کفر زبان سے ادا کر سکتا ہے، اس سے وہ کافر نہیں ہوگا، بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهٖ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ (النّحل : ١٠٦)

”جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس پر اللہ کا غضب ہے)، سوائے اس شخص کے جسے مجبور کر دیا جائے، جبکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔“

ثابت ہوا کہ جس کے دل میں ایمان پختہ ہو، اسے کفر پر مجبور کیا جائے اور وہ کلمہ کفر کہہ دے، تو وہ کافر نہیں ہوتا۔

سوال: کیا اعمال ایمان میں داخل ہیں؟

جواب: اعمال ایمان میں داخل ہیں۔ یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

سلف صالحین اور ان کے مخالف مرجی فرقہ میں ایمان کے مسائل میں سب سے زیادہ

اختلاف اسی مسئلہ میں تھا کہ عمل ایمان میں داخل ہیں یا نہیں؟ سلف صالحین، صحابہ وتابعین کا مذہب یہ تھا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، وہ اس سے مراد دل کا قول وعمل، زبان کا قول اور اعضا کا عمل لیتے تھے، اس بارے میں ان کا اجماع ہے۔

مرجئہ کا کہنا ہے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے، اعمال اس میں داخل نہیں، بلکہ اس کے ثمرات ہیں، اپنے اسی موقف کی وجہ سے وہ ایمان میں کمی وبیشی اور استثنا کے منکر ہوئے۔

جوں ہی یہ بدعت امت میں ظاہر ہوئی، سلف صالحین اور اہل ارجا کے مابین اختلاف ونزاع کا سلسلہ چل نکلا۔

سلف صالحین نے مرجئہ کے قول کو باطل ثابت کیا اور ان کو بدعتی وگمراہ قرار دے کر امت کو ان کے اس شنیع مذہب سے دور کیا۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

أَنْكَرَ السَّلَفُ عَلٰى مَنْ أَخْرَجَ الْأَعْمَالَ مِنَ الْإِيمَانِ إِنْكَارًا شَدِيدًا، وَمِمَّنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلٰى قَائِلِهٖ، وَجَعَلَهٗ قَوْلًا مُحْدَثًا؛ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَمَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ، وَقَتَادَةُ، وَأَيُّوبُ السِّخْتِيَانِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ، وَالزُّهْرِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، وَغَيْرُهُمْ، وَقَالَ الثَّوْرِيُّ : هُوَ رَأْيٌ مُحْدَثٌ، أَدْرَكْنَا النَّاسَ عَلٰى غَيْرِهٖ، وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ : كَانَ مَنْ مَضٰى مِمَّنْ سَلَفَ لَا يُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْإِيمَانِ وَالْعَمَلِ .

''سلف صالحین نے ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے، جنہوں نے ایمان سے اعمال کو خارج کیا، جن اہل علم نے اس کا رد کیا، ان میں سے سعید بن جبیر، میمون بن مہران، قتادہ بن دعامہ، ایوب سختیانی، ابراہیم نخعی، محمد بن مسلم زہری، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہم رحمہم اللہ ہیں۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعی عقیدہ ہے، ہم نے لوگوں (صحابہ وتابعین) کو اس کے خلاف پایا ہے اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اسلاف (صحابہ کرام) ایمان اور عمل میں فرق نہیں کرتے تھے۔''

(جامع العُلوم والحِكَم، ص 23-24)

اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مرجئہ کے نزدیک ایمان ایک ہی چیز ہے، اس کے اجزا نہیں، جبکہ سلف صالحین کے نزدیک ایمان قول وعمل سے مرکب ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) سلف کا مذہب نقل کرتے ہیں:

''ایمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی معرفت، دل سے ان کی تصدیق، زبان سے اقرار، محبت وانکساری سے اطاعت، ظاہری وباطنی طور پر عمل، ان کے نفاذ اور حسب استطاعت ان کی طرف دعوت سے مرکب ہے، نیز ایمان کا کمال اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور اسی کے لیے نفرت میں ہے۔''

(الفوائد، ص 196)

سوال: ایمان کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں لفظ ایمان بارہا مرتبہ آیا ہے، کیونکہ یہی دین کی اصل اور مذہب کی اساس ہے، اسی کی بدولت لوگ گمراہی کے اندھیروں سے حق کی

روشنی کی طرف راہ پاتے ہیں، اسی سے خوش بختوں اور بدبختوں میں فرق ہوتا ہے، نیز دوست اور دشمن کی تمیز ہوتی ہے، پورا دین اسی کے تابع ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لیے حقیقت ایمان کی معرفت از حد ضروری ہے۔

قرآن وسنت میں حقیقت ایمان کا کافی وشافی بیان ہے، اس سے ہٹ کر کسی اور کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔

ہمارے اسلاف صحابہ وتابعین کسی بھی وضاحت کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کے فرامین سے اپنا دامن بھر لیتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ ہی شارح ومفسر قرآن ہیں۔

آیئے پہلے تو ایمان کی معرفت کی اہمیت کا اندازہ لگائیں۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْمَسَائِلُ أَعْنِى مَسَائِلَ الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ وَالْكُفْرِ وَالنِّفَاقِ، مَسَائِلُ عَظِيمَةٌ جِدًّا، فَإِنَّ اللّٰهَ عَلَّقَ بِهٰذِهِ الْأَسْمَاءِ السَّعَادَةَ وَالشَّقَاوَةَ، وَاسْتِحْقَاقَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَالِاخْتِلَافَ فِي مُسَمَّيَاتِهَا أَوَّلَ اخْتِلَافٍ وَقَعَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَهُوَ خِلَافُ الْخَوَارِجِ لِلصَّحَابَةِ، حَيْثُ أَخْرَجُوا عُصَاةَ الْمُوَحِّدِينَ مِنَ الْإِسْلَامِ بِالْكُلِّيَّةِ، وَأَدْخَلُوهُمْ فِي دَائِرَةِ الْكُفْرِ، وَعَامَلُوهُمْ مُعَامَلَةَ الْكُفَّارِ، وَاسْتَحَلُّوا بِذٰلِكَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ حَدَثَ بَعْدَهُمْ خِلَافُ الْمُعْتَزِلَةِ وَقَوْلُهُمْ بِالْمَنْزِلَةِ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ، ثُمَّ حَدَثَ خِلَافُ الْمُرْجِئَةِ، وَقَوْلُهُمْ: إِنَّ الْفَاسِقَ مُؤْمِنٌ كَامِلُ الْإِيمَانِ.

''اسلام، ایمان، کفراور نفاق بہت بڑے بڑے مسائل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہی الفاظ کے ساتھ سعادت وشقاوت اور جنت وجہنم کا ناطہ جوڑا ہے، ان کے حقائق میں اختلاف ہی اس امت کا سب سے پہلا اختلاف تھا، وہ اس طرح کے خارجیوں نے صحابہ کرام کی مخالفت کی، چنانچہ گناہ گار موحدین کو انہوں نے بالکل اسلام سے خارج کر کے دائرہ کفر میں داخل کر دیا اور ان سے کافروں کا سا سلوک کیا، یوں انہوں نے مسلمانوں کے مال و جان کو حلال قرار دیا، پھر معتزلہ کا فتنہ اٹھا، انہوں نے مَنْزِلَةٌ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ کی عجیب وغریب منطق پیش کی، اس کے بعد مرجئہ نے جنم لیا اور کہا کہ فاسق شخص بھی کامل الایمان مومن ہے۔''(جامع العُلوم والحِكَم ص ٢٧)

صحابہ وتابعین کرام پر مشتمل اسلاف امت کا اجماعی فیصلہ یہ ہے کہ ایمان (قَوْلٌ وَّعَمَلٌ) ''(زبان ودل کے) قول اور (دل واعضاء کے) عمل کا نام ہے۔''

ائمہ کرام کے جم غفیر سے یہی منقول ہے۔

✿ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْأَعْمَالَ مِنَ الْإِيمَانِ ...... إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ، وَعَمَلٌ، وَعَقِيدَةٌ .

''صحابہ، تابعین اور بعد کے محدثین کا اجماعی واتفاقی فیصلہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں ......ان کا کہنا ہے کہ ایمان اقرار، عمل اور تصدیق کا نام ہے۔''

(شرح السُّنّة :38/1)

✿ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِيمَانَ لَيْسَ بِالتَّحَلِّي وَلَا بِالتَّمَنِّي، إِنَّمَا الْإِيمَانُ مَا وَقَرَ فِي الْقَلْبِ، وَصَدَّقَهُ الْعَمَلُ.

''ایمان ظاہری آراستگی یا باطنی آرزو کا نام نہیں، بلکہ ایمان وہ ہے، جو دل میں جگہ پکڑے اور عمل اس کی تصدیق کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 504/13، وسندہٗ حسنٌ)

❁ خالد بن شوذب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے فرقد سنجی کو دیکھا، وہ اُون کا جبہ پہنے ہوئے تھے، حسن بصری رحمہ اللہ نے اسے جبہ سے پکڑا اور دو یا تین بار فرمایا: ابن فرقد!

إِنَّ التَّقْوٰى لَيْسَ فِي هٰذَا الْكِسَاءِ إِنَّمَا التَّقْوٰى مَا وَقَرَ فِي الْقَلْبِ وَصَدَّقَهُ الْعَمَلُ وَالْفِعْلُ.

''تقویٰ (ایمان) اس چادر میں نہیں، بلکہ تقویٰ (ایمان) وہ ہے، جو دل میں پختہ ہو جائے اور (زبان ودل کا) عمل (تصدیق واقرار) اور (اعضاء کا) فعل اس کی تصدیق کرے۔''

(الزّوائد لعبد اللّٰه على الزُّهد لأبيه أحمد بن حنبل : 1522، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: کیا عقائد میں تقلید جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیا کو مبعوث فرمایا، انہیں وحی کا پابند بنایا۔ اس نے وحی کی پیروی کی بجائے، خواہشات نفس کی پیروی شروع کر دی۔ کم ہمتی کا مظاہرہ کیا۔ اپنی عقل کی کمی پر دلیل قائم کر دی۔ یوں چشمہ نبوت سے سیراب نہ ہو سکا۔ انبیا کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا اور تقلید کا پٹہ گلے میں ڈال لیا۔ تقلید کی کوکھ سے کئی برائیوں نے جنم لیا، حتی کہ کفر بھی تقلید کی پیداوار ہے۔ تعصب بھی تقلید کا نتیجہ ہے۔ اس سے بغاوت

اور معصیت نے بھی جنم لیا ہے، تقلید کی وجہ سے شریعت کے احکام و مسائل کو الجھا دیا گیا ہے، مثلاً فقہ حنفی کی کتابوں کی بہ نسبت قرآن و حدیث کو سمجھنا بہت آسان ہے۔

تقلید دو طرح کی ہے:

تقلید ممدوح اور تقلید مذموم، تقلید لغوی ممدوح ہے، علما جو عامی کے لئے تقلید جائز قرار دیتے ہیں، وہ یہی ہے۔ اور اصطلاحی تقلید مذموم ہے۔ یہ کسی کے لئے جائز نہیں، عقائد ہوں یا فروع ہر دو میں تقلید ممنوع اور ناجائز ہے۔ ائمہ اسلام نے اس کی مذمت کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عقائد میں تقلید نہیں، فروع میں تقلید ہے، یہ محض دعویٰ ہے، حقیقت اس کے بر خلاف ہے۔ چالیس (۴۰) آیات بینات سے تقلید کی مذمت اور بطلان کیا گیا ہے۔

تقلید کی تعریف:

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِعْرَاضِ عَنْ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ وَاتِّخَاذِ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ مِعْيَارًا عَلٰی ذٰلِكَ وَتَرْكِ النُّصُوصِ لِقَوْلِهٖ وَعَرْضِهَا عَلَيْهِ وَقَبُولِ كُلِّ مَا أَفْتٰی بِهٖ وَرَدِّ كُلِّ مَا خَالَفَهٗ.

”قرآن و سنت اور آثار صحابہ سے اعراض اور کسی خاص شخصیت کو اس پر معیار بنا لینا، پھر اس کی وجہ سے نصوص کو چھوڑ دینا، نصوص کو اس کے قول پر پیش کرنا اور صرف وہ نصوص قبول کرنا، جن پر اس شخصیت خاص نے فتوی دیا ہو اور اس کے مخالف تمام روایات کو رد کر دینا، (تقلید کہلاتا ہے)۔“

(إعلام المؤقعين: 2/177)

سوال: نفاق کیا ہے؟

(جواب): زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور دل میں کفر رکھنا نفاق ہے۔ اسے اعتقادی نفاق کہتے ہیں۔ منافق بدترین کافر ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم کی تہہ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾

(النّساء : ١٤٥)

''بلاشبہ منافق لوگ جہنم کے تہہ میں ہوں گے اور آپ ان کا کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔''

(سوال): شرک اکبر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): توحید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو دیا جانے والا سب سے بڑا حکم ہے، اسی خاطر اللہ نے مخلوقات پیدا کیں، رسول مبعوث کیے، کتابیں نازل کیں اور آسمان وزمین کو پیدا کیا، اللہ تعالیٰ کے ہر طرح کی عبادت میں وحدہ لاشریک ہونے کے دلائل بے شمار ہیں، بلکہ اس کی ہر مخلوق اس کی توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات پر ایک مستقل دلیل ہے۔

جب توحید پر کاربند ہونا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حکم ہے، تو اس کی ضد یعنی شرک بھی سب سے بڑا ممنوع کام ہے۔ اسی لیے تمام آسمانی کتب اور تمام انبیا شرک کی تمام انواع واقسام کی تردید کرتے رہے۔

تعریف:

❀ ایک آدمی نے ابومجلز رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ شرک کیا ہے؟ فرمایا:

أَنْ تَتَّخِذَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا .

”یہ کہ تو اللہ کے ساتھ شریک بنا لے۔“

(تفسیر ابن أبي حاتم :276/1، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ قتادہ رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا﴾ (الزُّخرُف : ١٥) ”ان (مشرکین) نے اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے شریک بنا لیے تھے۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جزو سے مراد ہم سر اور شریک ہے۔

(تفسیر عبد الرّزّاق : 195/3، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ امام طبری رحمہ اللہ آیت : ﴿ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ (الأنعام : ١) ”کافر اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

”یعنی وہ اس کی عبادت میں اوروں کو شریک بناتے ہیں، وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے باطل معبودوں، بتوں اور آستانوں کی پوجا کرتے ہیں، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی کسی چیز کو پیدا کرنے میں اللہ کا شریک نہیں تھا، نہ ان کو نعمتیں عطا کرنے میں کوئی اس کا حصہ دار تھا، بلکہ اس تمام کام میں وہ اکیلا تھا، لیکن وہ پھر بھی غیر کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں، سبحان اللہ یہ کیسی فصیح دلیل اور بلیغ نصیحت ہے، لیکن اس کے لیے جو عقل سلیم اور فہم صحیح کے ساتھ اس میں غور و فکر کرے۔“

(تفسیر الطّبري : 144/5)

سوال : اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے؟

جواب : کتاب و سنت کی نصوص میں ایمان و اسلام کا لفظ کبھی تو اکٹھا آتا ہے اور کبھی ان کو الگ الگ ذکر کیا گیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یا یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں؟

اس میں اہل علم کا ختلاف ہے، یاد رہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف صحابہ وتابعین کے بعد شروع ہوا، ان سے منقول آثار بتاتے ہیں کہ ان کا متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں یعنی اسلام اور ہے اور ایمان اور۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جو کہ دونوں کو ایک سمجھتے تھے:

هُوَ لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَّلَا أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ الْمَشْهُورِينَ أَنَّهٗ قَالَ : مُسَمَّى الْإِسْلَامِ هُوَ مُسَمَّى الْإِيمَانِ كَمَا نُصَّ، بَلْ وَلَا عَرَفْتُ أَنَا أَحَدًا قَالَ ذٰلِكَ مِنَ السَّلَفِ .

''وہ (محمد بن نصر رحمہ اللہ) اپنے اختیار کردہ مذہب پر صحابہ وتابعین یا اسلام کے مشہور ائمہ کرام میں سے کسی ایک کا بھی قول نقل نہیں کر پائے کہ اس نے اسلام اور ایمان کی حقیقت کو ایک قرار دیا ہو، بلکہ میرے علم میں اسلاف میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی۔''

(الإیمان، ص ۳۴۹)

ایمان و اسلام میں فرق تو صحابہ وتابعین کا اجماعی قول ہے، اکثر اہل سنت والجماعت اسی پر قائم ہیں۔

جبکہ ان کو ایک کہنے والوں میں امام بخاری، امام محمد بن نصر مروزی، امام ابن مندہ اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہم رحمہم اللہ شامل ہیں۔

سوال: سیدہ مریم علیہا السلام پر زنا کی تہمت لگانے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکیزگی اور طہارت پر کئی قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں۔ ان پر زنا کی تہمت لگانے والا کافر اور مرتد ہے، وہ قرآن کریم کی واضح نصوص کا منکر ہے، ایسا شخص واجب القتل ہے، البتہ اس پر حد کا نفاذ اسلامی ریاست کا کام ہے، ہر ایک کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

(سوال): انبیا کی توہین کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): انبیا میں سے کسی نبی کی توہین اور گستاخی کرنے والا کافر مرتد ہے، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد والے مسلمانوں کا اجماع ہے، ایسے مرتد کو زندہ رہنے کا حق نہیں، مگر اس حد کا نفاذ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، کسی عامی کو قانون سے کھیلنے اجازت نہیں، قانون ہاتھ میں لینا بھی بذات خود فساد فی الارض کا مرتکب ہے، جو کہ نا قابل معافی جرم ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا وَاحِدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قُتِلَ أَيْضًا بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جس نے کسی نبی کو گالی دی، اسے قتل کیا جائے گا۔''

(الجواب الصّحيح : 371/2، الصّفدية : 261/1، 311/2)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَيَلْحَقُ بِهٖ فِي جَمِيعِ مَا يُذْكَرُ غَيْرُهٗ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْمُتَّفَقِ عَلٰى نُبُوَّتِهِمْ أَوْ عَابَهٗ أَوْ اَلْحَقَ بِهٖ نَقْصًا فِي نَفْسِهٖ أَوْ فِي نَسْبِهٖ أَوْ دِينِهٖ أَوْ خَصْلَةٍ مِّنْ خِصَالِهٖ، أَوْ عَرَّضَ بِهٖ أَوْ شَبَّهَهٗ بِشَيْءٍ عَلٰى طَرِيقِ السَّبِّ وَالْاِزْدِرَاءِ أَوِ التَّصْغِيرِ بِشَأْنِهٖ أَوِ الْغَضِّ مِنْهُ، أَوِ الْعَيْبِ لَهٗ، أَوْ

لَعَنَهُ أَوْ دَعَا عَلَيْهِ، أَوْ تَمَنّٰى لَهُ مَضَرَّةً أَوْ نَسَبَ إِلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِمَنْصَبِهٖ عَلٰى طَرِيقِ الذَّمِّ ...... كَانَ كَافِرًا بِالْإِجْمَاعِ كَمَا حَكَاهُ جَمَاعَةٌ.

''جس نے نبی کریم ﷺ یا کسی بھی نبی، جس کی نبوت پر اتفاق ہے، کو برا بھلا کہا، یا اس پر عیب لگایا، یا اس کی ذات، نسب، دین یا کسی خصلت میں نقص ظاہر کیا، یا برائی، تنقیص یا شان میں کمی کرتے ہوئے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی، یا اس سے نیچا کیا، یا اس پر عیب جوئی کی، یا اس پر لعنت کی یا اس پر بددعا کی، یا اس کے نقصان کی تمنا کی، یا مذمت کے طور پر اس کی طرف ایسی چیز کی نسبت کی، جو منصب نبوت کے لائق نہ ہو......تو وہ بالاجماع کافر ہے، جیسا (اہل علم کی) ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔''

(الإعلام بقواطع الإسلام، ص 177)

سوال: کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی؟

جواب: مرزا غلام احمد قادیانی نے مختلف انداز سے اللہ تعالیٰ کی توہین اور گستاخی پر مبنی باتیں کیں ہیں، اس کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔

سوال: نبی کی کسی پیشگوئی کو غلط اور جھوٹا کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کے پاس جو علم ہوتا ہے، وہ وحی سے ہوتا ہے، وحی، اللہ تعالیٰ کا علم ہے، نبی جو بھی پیشین گوئی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی سے کرتا ہے، لہٰذا نبی کی کسی پیشین گوئی کو غلط یا جھوٹا کہنا وحی الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے علم کو غلط یا جھوٹا کہنے کے مترادف ہے، جو کہ واضح کفر، ارتداد اور الحاد ہے۔

سوال: جو شخص کہے کہ "قرآن کریم میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔" اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ قرآن کریم کی واضح توہین اور گستاخی ہے، یہ کفر و ارتداد ہے، ایسی عبارات لکھنے والے کے کفر و ارتداد میں کچھ شبہ نہیں۔

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ أَوِ الْمُصْحَفِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ سَبَّهُمَا أَوْ جَحَدَهٗ أَوْ حَرْفًا مِّنْهُ أَوْ آيَةً أَوْ كَذَّبَ بِهٖ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ كَذَّبَ بِشَيْءٍ مِّمَّا صُرِّحَ بِهٖ فِيهِ مِنْ حُكْمٍ أَوْ خَبَرٍ أَوْ أَثْبَتَ مَا نَفَاهُ أَوْ نَفٰى مَا أَثْبَتَهٗ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْهُ بِذٰلِكَ أَوْ شَكَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِإِجْمَاعٍ.

"جان لیجئے کہ جس نے قرآن یا مصحف یا اس کے ایک حصے کا استخفاف کیا، یا ان کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ کہا، یا قرآن یا اس کے کسی حصے یا آیت کا انکار کیا، یا اس کی یا کچھ حصہ کی تکذیب کی، یا اس میں موجود کسی واضح حکم یا خبر کو جھٹلایا، یا جانتے بوجھتے اس بات کو ثابت کیا، جس کی قرآن نے نفی کی، یا اس کی نفی کی، جس کو قرآن نے ثابت کیا، یا قرآن کے کسی حصہ میں شک کیا، تو وہ اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے۔"

(الشِّفا بتعريف حقوق المصطفٰى : 304/2)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْمُصْحَفِ أَوِ التَّوْرَاةِ أَوِ الْإِنْجِيلِ أَوِ الزُّبُورِ كَفَرَ.

”جس نے مصحف قرآنی یا تورات یا انجیل یا زبور کا استخفاف کیا، وہ کافر ہے۔“

(الإعلام بقواطع الإسلام، ص 203)

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى وُجُوبِ تَعْظِيمِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَتَنْزِيهِهٖ وَصِيَانَتِهٖ وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْهُ حَرْفًا مِّمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ زَادَ حَرْفًا لَّمْ يَقْرَأْ بِهٖ أَحَدٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ.

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مطلقاً قرآنِ عزیز کی تعظیم، تنزیہ اور حفاظت کرنا واجب ہے، نیز اجماع ہے کہ جو جان بوجھ کر قرآن کے ایک بھی حرف کہ جس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کرے یا اپنی طرف سے کوئی حرف زیادہ کرے کہ جس کی قرأت (اس سے پہلے) کسی (اہل علم) نے نہیں کی، تو وہ کافر ہے۔“

(التِّبيان في آداب حَمَلة القرآن، ص 164)

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو برا بھلا کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں، آپ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے اور ابھی بھی آسمان پر زندہ ہیں، قربِ قیامت نزول فرمائیں گے، اللہ کا حکم نافذ کریں گے، ظلمتوں سے بھری زمین پر عدل وانصاف قائم کریں گے۔

آپ علیہ السلام کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنا کفر اور ارتداد ہے۔

سوال: جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی خبر قرآنی نصوص میں موجود ہے، نیز کئی متواتر

احادیث میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی خبر دی گئی ہے، لہٰذا جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرے، وہ پکا کافر اور مرتد ہے، اس کو زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں، ہر مسلم ریاست کا فریضہ بنتا ہے کہ یہ اور اس جیسے عقائد رکھنے والوں پر شرعی حد نافذ کرے، ورنہ روز قیامت اس بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا نَفْيُ نُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ نَفْيُ النُّبُوَّةِ عَنْهُ، وَكِلَاهُمَا كُفْرٌ.

''عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے) نازل ہونے یا ان کی نبوت کی نفی، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔''

(الحَاوي للفَتاوي: 2/166)

❁ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) نقل کرتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَيْهِ وَاشْتَهَرَتْ فِيهِ الْأَخْبَارُ وَلَعَلَّهَا بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ وَنَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ عَلٰى قَوْلٍ وَوَجَبَ الْإِيمَانُ بِهٖ وَأُكْفِرَ مُنْكِرُهٗ كَالْفَلَاسَفَةِ مِنْ نُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ آخِرَ الزَّمَانِ لِأَنَّهٗ كَانَ نَبِيًّا قَبْلَ تَحَلِّي نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنُّبُوَّةِ فِي هٰذِهِ النَّشْأَةِ ...... ثُمَّ إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ يَنْزِلُ بَاقٍ عَلٰى نُبُوَّتِهِ السَّابِقَةِ لَمْ يُعْزَلْ عَنْهَا قَالَ لٰكِنَّهٗ لَا يَتَعَبَّدُ بِهَا لِنَسْخِهَا فِي حَقِّهٖ وَحَقِّ غَيْرِهٖ وَتَكْلِيفِهٖ بِأَحْكَامِ هٰذِهِ الشَّرِيعَةِ أَصْلًا وَفَرْعًا.

''نزول عیسیٰ علیہ السلام پر اُمت کا اجماع ہے، اس بارے میں احادیث مشہور ہیں، جو شاید متواتر معنوی کے درجہ تک پہنچتی ہیں، بعض نے تو کہا ہے کہ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ اس پر ایمان واجب ہے، اس کا منکر کافر ہے، جیسا کہ فلاسفہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نزول فرمائیں گے، کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے نبی تھے۔ ...... پھر عیسیٰ علیہ السلام جب (قرب قیامت) نزول فرمائیں گے، تو وہ اپنی سابقہ نبوت پر باقی ہوں گے، نبوت کا اعزاز ان سے جدا نہیں ہوگا، البتہ وہ اپنی شریعت کے مطابق عبادت نہیں کریں گے، کیونکہ ان کی شریعت خود ان کے حق میں بھی منسوخ ہے اور دوسروں کے حق میں بھی، نیز وہ تمام اُصول وفروع میں شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے مکلّف ہوں گے۔'' (تفسير الآلوسي : 213/11)

سوال: جو یہ کہے کہ ''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفریہ شعر ہے۔ اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا استخفاف کیا گیا ہے۔

سوال: جو شخص سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہے کہ ''کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور گستاخی ہے، ایسا شخص کافر اور مرتد ہے۔

سوال: جو کہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹ نکلیں۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفریہ عبارت ہے، اسے ماننے والا کافر ومرتد ہے۔ تمام انبیا کرام کی

پیشین گوئیاں حق ہیں، کیونکہ وہ وحی الٰہی سے بیان کی جاتی ہیں۔

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ .

''جو کسی نبی کو سب وشتم کرے، اسے قتل کردو۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 4602، فوائد تمّام : 740)

جواب: یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سخت ضعیف اور متروک ہے۔اس کی متابعت عبیداللہ بن محمد عمری نے کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، اس کی توثیق ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

مَنْ سَبَّ اللّٰهَ أَوْ أَحَدًا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ .

''جس نے اللہ یا انبیا میں سے کسی کو گالی دی، اسے قتل کردو۔''

(الكامل لابن عدي : 7/88)

اس قول کی سند جھوٹی ہے۔

① عصمہ بن محمد انصاری ''متروک وکذاب'' ہے۔

② شعیب بن سلمہ انصاری ''مجہول الحال'' ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''باطل'' (جھوٹی) قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 3/78)

❁ علامہ ہندی رحمہ اللہ (۹۷۵ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

أَبُو الْحَسَنِ بْنُ رَمْلَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ فِي أَمَالِيهِ، وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ.

''ابوالحسن بن رملہ اصبہانی نے اس روایت کو اپنی امالی میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے۔''

(کنز العُمّال : 420/12)

اس کی سند نہیں مل سکی۔ نیز مؤلف (ابوالحسن بن رملہ) کے حالات زندگی بھی نہیں مل سکے، لہٰذا اس کی سند کو ''صحیح'' کہنا درست نہیں۔

❀ اس کی ایک سند علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہے۔

(الصّارم المَسلول، ص 201)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔لیث بن ابی سلیم ''سیء الحفظ'' ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز لیث سے نیچے سند بھی حذف ہے۔

سوال: جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہے کہ ''حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کفر ہے۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام صاحب معجزات نبی تھے، آپ کے معجزات کا ذکر قرآن کریم کی کئی آیات میں ہے، لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات وآیات کا انکار قرآنی آیات کا انکار ہے، یہ کفر محض ہے، ایسا نظریہ رکھنے والا کافر و مرتد ہے۔

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بدچلن آدمی کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص واجب القتل ہے، یہ صریح کفریہ حرکت ہے، جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اسلامی ریاست کو چاہیے کہ ایسی کفریات لکھنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں، ورنہ وہ عنداللہ جواب دہ ہوں گے۔

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی سے مباہلہ کس نے کیا؟

جواب: مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظر اسلام، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (۱۹۴۸ء) کا مباہلہ ہوا۔

۞ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب (۱۹۷۱ء) سورت انعام آیت نمبر ۹۳ کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ تمام جھوٹوں میں بڑا جھوٹا وہ ہے، جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے، اسی لیے قانون قدرت ہے کہ دنیا پر اس کا جھوٹ ظاہر فرما دے، غلام احمد قادیانی نے جو بھی دعویٰ کیا، اس میں جھوٹا ہوا، محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آسکی، (اہل حدیث عالم مولانا) ثناء اللہ (امرتسری رحمہ اللہ جن سے مرزا غلام احمد کا مباہلہ ہوا تھا) اس کی زندگی میں نہ مرے، بلکہ وہ خود ثناء اللہ کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر ہلاک ہوا۔''

(نور العرفان، ص221)

۞ ''مہر منیر'' کے مؤلف فیض احمد بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اسی طرح مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے خلاف بھی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دے کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایک مضطرب دعا شائع کی تھی کہ اگر میں مفسد وکذاب ہوں، تو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں، جو وہ مجھ پر لگاتا ہے، حق پر نہیں، تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ان کو نابود کر ......میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا، مگر میں دیکھتا ہوں کہ

ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی ہے، وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں، جن کا وجود دنیا کے لیے سخت خطرناک ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ مرزا صاحب نے بحوالہ اخبار بدر مؤرخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اپنی اس دعا کے متعلق دعویٰ کیا تھا کہ ''ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں، بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔''
پھر اس دعا کا نتیجہ تمام دنیا پر روشن ہے کہ مولوی ثناء اللہ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو پاکستان میں آکر فوت ہوئے اور عمر بھر قادیانیت کے خلاف تحریری اور تقریری جہاد میں مصروف رہے۔''

(مہر منیر، ص183)

❀ مہتمم دارالعلوم دیوبند، قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ (نے) آریوں اور قادیانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور متعدد مناظرے کیے، آپ کا لقب شیر پنجاب تھا۔''

(تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص71)

❀ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ ان معروف علمائے اہل حدیث میں سے ہیں، جن کی ردِ قادیانیت کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔''

(تبصرے، ص146)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): گستاخ صحابہ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو جانتے بوجھتے اصحاب رسول کی توہین اور گستاخی کرے، وہ کافر ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ شَتَمَ أَخَافُ عَلَيْهِ الْكُفْرَ مِثْلَ الرَّوَافِضِ، وَمَنْ شَتَمَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَأْمَنُ أَنْ يَكُونَ قَدْ مَرَقَ عَنِ الدِّينِ.

''جو (صحابہ کو) برا بھلا کہے، مجھے اس پر کفر کا خدشہ ہے، جیسے روافض ہیں۔ جس نے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا، مجھے اس کے متعلق خوف ہے کہ وہ دین سے نکل جائے۔''

(السّنّة للخلّال : 780، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا رَأْسُ مَالِهِمُ الْبُهْتُ وَالتَّكْذِيبُ وَالْوَقِيعَةُ فِي السَّلَفِ.

''روافض کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ ان کا شیوہ بہتان بازی، جھوٹ اور اسلاف امت (صحابہ وغیرہ) کی شان میں تنقیص کرنا ہے۔''

(مَعالِم السّنن : 6/2، شرح النّووي :203/1)

۞ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ نَقَّصَ وَاحِدًا مِّنْهُمْ أَوْ طَعَنَ عَلَيْهِ فِي رِوَايَتِهٖ فَقَدْ رَدَّ عَلَى اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَأَبْطَلَ شَرَائِعَ الْمُسْلِمِينَ.

''جس نے کسی صحابی کی شان میں تنقیص کی یا اس کی روایت میں اس پر طعن کیا، تو اس نے اللہ رب العالمین پر رد کیا اور مسلمانوں کے شرعی احکام کو باطل ٹھہرایا۔''

(تفسير القرطبي: 297/16)

۞ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ نَسَبَهٗ أَوْ وَاحِدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ إِلٰى كَذِبٍ فَهُوَ خَارِجٌ عَنِ الشَّرِيعَةِ، مُبْطِلٌ لِلْقُرْآنِ طَاعِنٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''جس نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا، وہ شریعت اسلامیہ سے خارج، قرآن کو جھٹلانے والا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنے والا ہے۔''

(تفسير القرطبي: 298/16)

سوال: جو لوگ چند صحابہ کے علاوہ باقی تمام صحابہ کو کافر کہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحابہ کو کافر یا فاسق کہنے والوں کے کفر میں کوئی شک نہیں، ان کے کافر ہونے پر اجماع ہے، کیونکہ صحابہ کی ایمان کی گواہی خود قرآن کریم نے دی ہے۔

۞ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَنَقَّصَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ

كَانَ فِي قَلْبِهٖ عَلَيْهِمْ غِلٌّ فَلَيْسَ لَهٗ حَقٌّ فِي فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ .

''جس نے اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی صحابی کی شان میں تنقیص کی یا دل میں ان کے متعلق کینہ رکھا، تو مسلمانوں کے مال فے میں اس کا کوئی حق نہیں۔''

(حلية الأولياء لأبي نعيم: 327/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَحْسَنَ مَا اسْتَنْبَطَ الْإِمَامُ مَالِكٌ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ : أَنَّ الرَّافِضِيَّ الَّذِي يَسُبُّ الصَّحَابَةَ لَيْسَ لَهٗ فِي مَالِ الْفَيْءِ نَصِيبٌ لِعَدَمِ اتِّصَافِهٖ بِمَا مَدَحَ اللّٰهُ بِهٖ هٰؤُلَاءِ .

''اس آیت سے امام مالک رحمہ اللہ نے کیا خوب استنباط کیا ہے! کہ جو رافضی صحابہ کو برا بھلا کہتا ہے، اس کا مال فے میں کوئی حصہ نہیں، کیونکہ اس میں وہ وصف نہیں ہوتا، جو وصف اللہ تعالیٰ نے ان (مال فے کے مستحق مومنوں) کا بیان فرمایا ہے۔''

(تفسير ابن كثير: 73/8)

❁ امام عبداللہ بن ادریس اودی رحمہ اللہ (۱۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ أَنَّ الرُّومَ سَبَوْا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الرُّومِ إِلَى الْحِيلَةِ ثُمَّ رَدَّهُمْ رَجُلٌ فِي قَلْبِهٖ شَيْءٌ عَلٰى أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ ذٰلِكَ .

''اگر رومی لوگ، روم سے حیلہ تک کے تمام مسلمانوں کو قیدی بنا لیں، پھر ایک ایسا شخص، جس کے دل میں اصحاب محمد ﷺ کے متعلق ذرا بھی بغض ہو، تمام

مسلمانوں کو آزاد کرادے، تو بھی اللہ تعالیٰ اس کا یہ عمل قبول نہیں کرے گا۔“

(السنّة للخلّال : 759، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام حمیدی رحمہ اللہ (۲۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ نُؤْمَرْ إِلَّا بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ، فَمَنْ سَبَّهُمْ أَوْ تَنَقَّصَهُمْ أَوْ أَحَدًا مِنْهُمْ فَلَيْسَ عَلَى السُّنَّةِ، وَلَيْسَ لَهٗ فِي الْفَيْءِ حَقٌّ.

”ہمیں صحابہ کے حق میں صرف استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جس نے تمام صحابہ کو برا بھلا کہا اور ان کی شان میں تنقیص کی یا کسی ایک صحابی کے متعلق ایسا کیا، تو وہ سنت (اسلامی طریقے) پر نہیں ہے اور اس کا مال فے میں کوئی حق نہیں۔“

(رسالة أصول السنّة، ملحقا بآخر مسنده، ص 546)

۞ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

قَالُوا بِتَكْفِيرِ كُلِّ مَنْ أَكْفَرَ وَاحِدًا مِنَ الْعَشْرَةِ الَّذِينَ شَهِدَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ وَقَالُوا بِمُوَالَاةِ جَمِيعِ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكْفَرُوا مَنْ أَكْفَرَهُنَّ أَوْ أَكْفَرَ بَعْضَهُنَّ.

”اہل علم نے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کی بھی تکفیر کرنے والے کی تکفیر کی ہے۔ سب ازواج مطہرات سے محبت واحترام کا حکم دیا ہے اور تمام امہات المؤمنین یا کسی ایک کی تکفیر کرنے والے کی تکفیر کی ہے۔“

(الفَرق بين الفِرَق، ص 353)

۞ نیز فرماتے ہیں:

أَلْإِمَامِيَّةُ الَّذِينَ أَكْفَرُوا أَخْيَارَ الصَّحَابَةِ ...... فَإِنَّا نُكَفِّرُهُمْ كَمَا يُكَفِّرُونَ أَهْلَ السُّنَّةِ وَلَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ عَلَيْهِم عِنْدَنَا وَلَا الصَّلَاةُ خَلْفَهُمْ .

''امامیہ شیعہ کبار صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔......وہ اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں، ہم بھی ان کی تکفیر کرتے ہیں، ہمارے نزدیک نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔''

(الفَرق بین الفِرَق، ص 350)

علامہ ابومظفر طاہر بن محمد اسفرائینی رحمہ اللہ (۴۷۱ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ جَمِيْعَ مَنْ ذَكَرْنَاهُمْ مِنْ فِرَقِ الْإِمَامِيَّةِ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى تَكْفِيْرِ الصَّحَابَةِ وَيَدَّعُوْنَ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ غُيِّرَ عَمَّا كَانَ وَوَقَعَ فِيْهِ الزِّيَادَةُ وَالنُّقْصَانُ مِنْ قِبَلِ الصَّحَابَةِ وَيَزْعَمُوْنَ أَنَّهٗ قَدْ كَانَ فِيْهِ النَّصُّ عَلٰى إِمَامَةِ عَلِيٍّ فَأَسْقَطَهُ الصَّحَابَةُ عَنْهُ وَيَزْعَمُوْنَ أَنَّهٗ لَا اعْتِمَادَ عَلَى الْقُرْآنِ الْآنَ وَلَا عَلٰى شَيْءٍ مِنَ الْأَخْبَارِ الْمَرْوِيَةِ عَنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَيَزْعَمُوْنَ أَنَّهٗ لَا اعْتِمَادَ عَلَى الشَّرِيعَةِ الَّتِي فِي أَيْدِي الْمُسْلِمِيْنَ وَيَنْتَظِرُوْنَ إِمَامًا يَسَمُّوْنَهُ الْمَهْدِيَّ يَخْرُجُ وَيُعَلِّمُهُمُ الشَّرِيْعَةَ وَلَيْسُوْا فِي الْحَالِ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ الدِّيْنِ وَلَيْسَ مَقْصُوْدُهُمْ مِنْ هٰذَا الْكَلَامِ تَحْقِيْقِ الْكَلَامِ فِي الْإِمَامَة وَلٰكِنْ مَقْصُوْدُهُمْ إِسْقَاطُ

كُلْفَةِ تَكْلِيْفِ الشَّرِيْعَةِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَوَسَّعُوْا فِي اسْتِحْلَالِ الْمُحْرَمَاتِ الشَّرْعِيَّةِ وَيَعْتَذِرُوْا عِنْدَ الْعَوَامِ بِمَا يَعُدُّوْنَهٗ مِنْ تَحْرِيْفِ الشَّرِيْعَةِ وَتَغْيِيْرِ الْقُرْآنِ مِنْ عِنْدِ الصَّحَابَةِ وَلَا مَزِيْدَ عَلٰى هٰذَا النَّوْعُ مِنَ الْكفْرِ إِذْ لَا بَقَاءَ فِيْهِ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ الدِّيْنِ .

''جان لیجئے! امامیہ کے جتنے بھی فرقوں کا ہم نے تذکرہ کیا، تکفیر صحابہ پر سب کا اتفاق ہے، قرآن مجید میں تغیر وتبدل کا دعویٰ کرتے ہیں، کہتے ہیں صحابہ نے اس میں کمی وبیشی وتحریف کی ہے، جن نصوص میں علی رضی اللہ عنہ کی امامت کا ذکر تھا، انہیں حذف کر دیا، ان کے خیال میں قرآن، احادیث نبویہ اور موجودہ شریعت پر اعتماد درست نہیں، وہ مہدی کے منتظر ہیں، جو خروج کے بعد انہیں شریعت سکھائیں گے، فی الحال وہ دین کے کسی جزء پر کاربند نہیں ہیں، اس سے ان کی غرض مسئلہ امامت کی تحقیق ہرگز نہیں، بلکہ صرف شرعی پابندیوں سے آزادی ہے، انہوں نے شرعی محرمات کافی حد تک حلال سمجھ رکھی ہیں اور عوام (کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے ان) کے سامنے شریعت وقرآن کے محرف ہونے کا بہانہ بناتے ہیں، اس سے بڑھ کر کفر کیا ہوسکتا ہے؟ اس لیے دین اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

(التّبصير في الدين، ص 24-25)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

سَبُّ أَصْحَابِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَتَنَقُّصُهُمْ أَوْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مِنَ الْكَبَائِرِ الْمُحَرَّمَةِ .

''نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کو برا بھلا کہنا اوران کی شان میں تنقیص کرنا یا کسی ایک صحابی کے متعلق ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے اور حرام ہے۔''

(إكمال المعلم بفوائد مسلم : 580/7)

۞ نیز فرماتے ہیں:

لَا امْتِرَاءَ فِي كُفْرِ الْقَائِلِينَ بِهٰذَا؛ لِأَنَّ مَنْ كَفَرَ الْأُمَّةَ كُلَّهَا وَالصَّدْرَ الْأَوَّلَ فَقَدْ أَبْطَلَ نَقْلَ الشَّرِيعَةِ وَهَدَمَ الْإِسْلَامَ .

''جو لوگ یہ بات کرتے ہیں (کہ صحابہ کافر تھے) ان کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں، کیونکہ جس نے پوری امت اور صدر اول (کے مسلمانوں) کو کافر کہا، اس نے گویا (احکامِ) شریعت کی نقل کو باطل ٹھہرایا اور دین اسلام کو منہدم کر دیا۔''

(إكمال المعلم بفوائد مسلم : 412/7)

۞ علامہ ابوسعد سمعانی رحمہ اللہ (۵۶۲) فرماتے ہیں:

اِجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى تَكْفِيرْ الْإِمَامِيَّةِ لِأَنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ تَضْلِيْلَ الصَّحَابَةِ وَيُنْكِرُوْنَ إِجْمَاعَهُمْ وَيُنْسِبُوْنَهُمْ إِلٰى مَا يَلِيْقُ بِهِمْ .

''اُمت مسلمہ امامیہ کی تکفیر پر متفق ہے، جنہوں نے صحابہ کرام کے متعلق گمراہی کا عقیدہ رکھا، ان کے اجماع کا انکار کیا اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کر ڈالیں، جو ان کی شایانِ شان نہیں تھیں۔''

(الأنساب : 365/6)

۞ نیز فرماتے ہیں:

اِجْتَمَعَتِ الْإِمَامِيَّةُ عَلٰى تَضْلِيْلِ الصَّحَابَةِ حَيْثُ جَعَلُوا الْإِمَامَةَ

لِغَيْرِ عَلِيٍّ .

''امامیہ صحابہ کو گمراہ سمجھنے پر متفق ہیں کہ جنھوں نے امامت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے کے سپرد کردی۔''

(الأنساب : 365/6)

۞ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ نَقَّصَ وَاحِدًا مِّنْهُمْ أَوْ طَعَنَ عَلَيْهِ فِي رِوَايَتِهٖ فَقَدْ رَدَّ عَلَى اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَأَبْطَلَ شَرَائِعَ الْمُسْلِمِينَ .

''جس نے کسی صحابی کی شان میں تنقیص کی یا اس کی روایت میں اس پر طعن کیا، تو اس نے اللہ رب العالمین پر رد کیا اور مسلمانوں کے شرعی احکام کو باطل ٹھہرایا۔''

(تفسير القرطبي : 297/16)

نیز فرماتے ہیں:

مَنْ نَسَبَهٗ أَوْ وَاحِدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ إِلٰى كَذِبٍ فَهُوَ خَارِجٌ عَنِ الشَّرِيعَةِ، مُبْطِلٌ لِلْقُرْآنِ طَاعِنٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''جس نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا، وہ شریعت اسلامیہ سے خارج، قرآن کو جھٹلانے والا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنے والا ہے۔''

(تفسير القرطبي : 298/16)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ سَبَّ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ حَرَامٌ مِنْ فَوَاحِشِ الْمُحَرَّمَاتِ سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ مِنْهُمْ وَغَيْرُهُ لِأَنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ فِي تِلْكَ الْحُرُوبِ مُتَأَوِّلُونَ.

''جان لیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا حرام ہے اور حرام فحش گوئی میں سے ہے۔اس مسئلہ میں سب صحابہ برابر ہیں، چاہے وہ ان فتنوں کا شکار ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، کیونکہ وہ ان جنگوں میں اجتہاد اور تاویل کی بنا پر شریک ہوئے۔''

(شرح النّووي : 93/16)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''جو اس حد تک کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سوائے معدودے چند، تمام صحابہ مرتد یا فاسق ہو گئے تھے، اس کے کفر میں ذرا برابر بھی شک نہیں ہے، کیونکہ یہ ان کی ثنا و رضا پر مبنی بے شمار نصوص قرآنی کا منکر ہے، بلکہ جو (جان بوجھ کر) ایسے کے کفر میں متردد ہو، اس کا کفر بھی متعین ہے۔اس قول کا تقاضا ہے کہ (نعوذ باللہ!) یہ امت سب سے بری ہے، جسے لوگوں کی صلاح و فلاح کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے پہلے لوگ سب سے برے اور خیر القرون کی اکثریت کافر، فاسق اور شر القرون تھے۔ایسے شخص کا کفر ضروریات دین سے ثابت ہے۔''

(الصّارم المَسلول، ص 586-587)

۞ علامہ سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

حَاصِلُهُ أَنَّا نُكَفِّرُ مَنْ يُكَفِّرُ مَنْ نَحْنُ نَقْطَعُ بِإِيمَانِهٖ إِمَّا بِنَصٍّ

أَوْ إِجْمَاعٍ .

’’جس کے ایمان کو ہم نص یا اجماع کی بنا پر قطعی سمجھتے ہیں، اس کی تکفیر کرنے والے کو ہم کافر سمجھتے ہیں۔‘‘

(فتاوی السّبکي : 2/586)

سوال: جو خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا انکار کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: خلفائے ثلاثہ (سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم) کی خلافت برحق ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، جو شخص ان کی خلافت کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (970ھ) لکھتے ہیں:

الرَّافِضِيُّ إِنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلٰى غَيْرِهٖ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ، وَإِنْ أَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيقِ فَهُوَ كَافِرٌ .

’’رافضی اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان کے غیر (خلفائے ثلاثہ) پر فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے اور اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔‘‘

(البحر الرائق :1/370)

سوال: کیا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے ہوا؟

جواب: خلیفۃ المسلمین، دامادِ رسولِ امین، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے ہونے والی بیٹی سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین، خلیفہ راشد، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کیا۔ یہ تواتر اور اجماع کی حد تک ثابت ہے۔ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے، بلکہ شیعہ اکابرین نے تواتر کے ساتھ اس کا ذکر اپنی کتب میں کیا ہے۔

سوال: جوقرآن کریم کوغیر محفوظ مانے،اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ ہے، جو قرآن کریم کوغیر محفوظ کہے،اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ، سُوَرُهٗ وَآيَاتُهٗ، فَمُتَوَاتِرٌ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، مَحْفُوْظٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يُبَدِّلَهٗ، وَلَا يَزِيْدَ فِيْهِ آيَةً، وَلَا جُمْلَةً مُّسْتَقِلَّةً، وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَحَدٌ عَمْدًا، لَانْسَلَخَ مِنَ الدِّيْنِ .

”قرآن عظیم کی سورتیں اور آیات متواتر ہیں، وللہ الحمد۔اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے،کوئی اس میں تبدیلی یا زیادتی نہیں کرسکتا،نہ کوئی جملہ بڑھا سکتا ہے،اگرکوئی ایسا جان بوجھ کرکرے گا،تو وہ دین سے نکل جائے گا(یعنی مرتد ہوجائے گا)۔“

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 10/171)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الْقُرْآنُ وَوَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، فَلَا يُزَادُ فِيهِ حَرْفٌ وَّلَا يُنْقَصُ حَرْفٌ وَقَدْ رَامَ الرَّوَافِضُ وَالْمُلْحِدَةُ ذٰلِكَ فَمَا يُمْكِنُ لَهُمْ .

”یقیناً قرآن صحیح سلامت ہے، اس پر اجماع ہو چکا ہے،لہٰذا اس میں ایک حرف بھی بڑھایا جائے، نہ کم کیا جائے۔ روافض (شیعہ) اور ملحدین نے تحریف قرآن کی کوشش کی ہے،لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔“

(إكمال المُعلِم :1/119)

❀ علامہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ هُوَ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَنَقَلَ النَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ كَوَافٌ عَنْ كَوَافٍ.

''قرآن وہ کتاب ہے، جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اسے ہر دور کے لوگوں نے ایک دوسرے سے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔''

(الإفصاح عن معاني الصِّحاح :3/49)

سوال: حدیث: ''نجد سے فتنے اٹھیں گے۔'' سے مراد کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا، اللّٰهُمَّ ! بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ : اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي شَأْمِنَا، اللّٰهُمَّ! بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَفِي نَجْدِنَا؟ فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ : هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

''اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام کو بابرکت بنا دے، اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے یمن کو بابرکت بنا دے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں؟ فرمایا: اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے شام اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ کرام نے پھر عرض کی: اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں بھی؟ میرے خیال میں تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے۔ شیطان کا سینگ بھی وہیں طلوع ہوگا۔''

(مسند الإمام أحمد : 118/2، صحيح البخاري : 7094، سنن الترمذي : 3953)

اس نجد سے مراد ''نجد عراق'' ہے، جیسا کہ دیگر احادیث اور اہل علم کے اجماع سے ثابت ہوتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے سالم رحمہ اللہ نے عراق والوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ! مَا أَسْأَلَكُمْ عَنِ الصَّغِيرَةِ وَأَرْكَبَكُمْ لِلْكَبِيرَةِ! سَمِعْتُ أَبِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ الْفِتْنَةَ تَجِيءُ مِنْ هٰهُنَا۔ وَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ ۔ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ .

''عراق کے باشندو! تعجب خیز بات ہے کہ ایک طرف تم چھوٹے چھوٹے مسائل بہت پوچھتے ہو اور دوسری طرف کبیرہ گناہوں کے ارتکاب میں اتنے دلیر ہو! میں نے اپنے والد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: فتنہ یہاں سے آئے گا اور یہیں سے شیطان کے سینگ طلوع ہوں گے، ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک کے ساتھ مشرق کی طرف اشارہ فرمایا۔''

(صحيح مسلم : 2905)

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (388ھ) ''نجد'' کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ بِالْمَدِينَةِ كَانَ نَجْدُهٗ بَادِيَةَ الْعِرَاقِ وَنَوَاحِيهَا، وَهِيَ مَشْرِقُ أَهْلِهَا، وَأَصْلُ النَّجْدِ مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْأَرْضِ، وَالْغَوْرُ مَا

انْخَفَضَ مِنْهَا، وَتِهَامَةُ كُلُّهَا مِنَ الْغَوْرِ، وَمِنْهَا مَكَّةُ، وَالْفِتْنَةُ تَبْدُو مِنَ الْمَشْرِقِ، وَمِنْ نَّاحِيَتِهَا يَخْرُجُ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَالدَّجَّالُ، فِي أَكْثَرِ مَا يُرْوٰى مِنَ الْأَخْبَارِ.

''مدینہ والوں کا نجد عراق اور اس کے نواح کا علاقہ ہے۔ یہ مدینہ والوں کے مشرق میں واقع ہے۔ نجد کا اصلی معنیٰ بلند زمین ہے۔ نشیبی علاقے کو غور کہتے ہیں۔ تہامہ کا سارا علاقہ غَور ہے۔ مکہ بھی اسی غَور میں واقع ہے۔ اکثر روایات کے مطابق فتنے کا ظہور مشرق سے ہوگا، اسی جانب سے یاجوج ماجوج نکلیں گے اور یہیں سے دجال رونما ہوگا۔''

(إعلام الحديث: 1274/2)

سوال: کیا محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا نام ''صنم اکبر'' رکھا تھا؟

جواب: محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ حق کے امام اور مصلح اعظم تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے، آپ رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو ''صنم اکبر'' ہرگز نہیں کہا، یہ آپ رحمہ اللہ پر الزام ہے۔

سوال: شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی کتاب التوحید کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی کتاب التوحید عقیدہ میں مایہ ناز تصنیف ہے، شیخ رحمہ اللہ نے اس میں عقیدہ کی تمام جزئیات کو اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے، دلائل ذکر کیے اور ان سے استنباطات بھی کیے، کتاب التوحید کی بے شمار عربی اور اردو شروحات لکھی گئیں اور کئی زبانوں میں تراجم ہوئے، یہ کتاب اکثر مدارس سلفیہ میں شامل نصاب ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا اثبات کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا اثبات کیا جائے گا، کتاب وسنت میں بیسیوں دلائل اس پر شاہد ہیں، قرآن، احادیث متواترہ، اجماع سلف واہل سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر بلند ہے، جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

قُلْتُ : مَقَالَةُ السَّلَفِ وَأَئِمَّةِ السُّنَّةِ، بَلْ وَالصَّحَابَةِ وَاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالْمُؤْمِنِينَ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِي السَّمَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ عَلَى الْعَرْشِ، وَإِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ، وَإِنَّهٗ يَنْزِلُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَحُجَّتُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ النُّصُوصُ وَالْآثَارُ، وَمَقَالَةُ الْجَهْمِيَّةِ : إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ فِي جَمِيعِ الْأَمْكِنَةِ، تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ قَوْلِهِمْ، بَلْ هُوَ مَعَنَا أَيْنَمَا كُنَّا بِعِلْمِهٖ، وَمَقَالَةُ مُتَأَخِّرِي الْمُتَكَلِّمِينَ : إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيْسَ فِي السَّمَاءِ وَلَا عَلَى الْعَرْشِ وَلَا فِي الْأَرْضِ، وَلَا دَاخِلَ الْعَالَمِ، وَلَا خَارِجَ الْعَالَمِ، وَلَا هُوَ بَائِنٌ عَنْ خَلْقِهٖ، وَلَا مُتَّصِلٌ بِهِمْ، وَقَالُوا : جَمِيعُ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ صِفَاتُ الْأَجْسَامِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى مُنَزَّهٌ عَنِ الْجِسْمِ، قَالَ لَهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْأَثَرِ : نَحْنُ لَا نَخُوضُ فِي ذٰلِكَ، وَنَقُولُ مَا ذَكَرْنَاهُ اتِّبَاعًا لِّلنُّصُوصِ ...... فَإِنَّ هٰذِهِ السُّلُوبَ نُعُوتُ الْمَعْدُومِ، تَعَالَى اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ عَنِ الْعَدْمِ، بَلْ هُوَ مَوْجُودٌ

مُتَمَيِّزٌ عَنْ خَلْقِهٖ مَوْصُوفٌ بِمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ مِنْ أَنَّهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ بِلَا كَيْفٍ .

''میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین اور ائمہ سنت، بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور تمام مؤمنوں کا کہنا ہے کہ اللہ بلندی میں اپنے عرش پر اور آسمانوں کے اوپر ہے، وہ آسمانِ دنیا کی طرف نزول بھی فرماتا ہے، ان کی اس بارے میں دلیل (قرآنی) نصوص اور (حدیثی) آثار ہیں۔ جہمیہ کا کہنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ ہے، ان کے اس قول سے اللہ بہت بلند ہے، دراصل ہم جہاں بھی ہوتے ہیں، وہ ہمارے ساتھ اپنے علم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ متأخرین متکلمین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ آسمان کے اوپر ہے، نہ عرش پر، نہ زمین میں، نہ کائنات میں داخل، نہ کائنات سے خارج، نہ اپنی مخلوق سے جدا اور نہ مخلوق سے متصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ تمام صفات ایک جسم کی ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم سے منزہ ہے۔ اہل سنت والاثر (والجماعت) نے ان سے کہا ہے کہ ہم اس بارے میں زیادہ گہرائی میں نہیں جاتے اور جو ہم بیان کر چکے ہیں، نصوص کی اتباع میں ہمارا وہی قول ہے...... یہ تو کوئی وجود نہ رکھنے والی چیز کا انداز ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ عدم سے بہت بلند ہے۔ وہ تو موجود اور اپنی مخلوق سے ممتاز ہے۔ ان تمام صفات سے موصوف ہے، جن سے اس نے خود کو موصوف کیا ہے، یعنی وہ بلا کیف عرش کے اوپر ہے۔''

(مختصر العلوّ، ص 146-147)

سوال: قبر میں نبی کریم ﷺ کا جسد مبارک کس حالت میں ہے؟

(جواب): اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے، لہٰذا نبی کریم ﷺ بھی قبر مبارک میں تازہ بہ تازہ ہیں، آپ کا جسم صحیح سلامت ہے، مگر آپ ﷺ اپنی برزخی زندگی گزار رہے ہیں، آپ کی روح مبارک جنت میں ہے۔ آپ ﷺ قبر میں دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ نہیں ہیں، نیز دنیا والوں سے باخبر ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی کے مماثل قرار دینا گمراہی ہے، اسلاف اُمت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَّعْرُوضَةٌ عَلَيَّ .

”جمعہ کا دن افضل ہے۔ اس دن سیدنا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور سخت آواز ظاہر ہوگی۔ لہٰذا جمعہ کے دن مجھ پہ بکثرت درود پڑھیں آپ کا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔“

ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وفات کے بعد آپ پر درود کیسے پیش کیا جائے گا؟ کیا آپ کا جسدِ مبارک خاک میں نہیں مل چکا ہوگا؟ فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ .

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیا کے اجساد مقدسہ حرام قرار دیئے ہیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 8/4، سنن أبي داوٗد : 1047، 1531، سنن النّسائي : 1375،

سنن ابن ماجه: 1085، 1636، فضل الصّلاة على النبيّ للقاضي إسماعيل: 22)

جواب: یہ روایت منکر (ضعیف) ہے۔اس سند میں عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے، یہ ضعیف ومنکرالحدیث ہے۔امام بخاری، امام ابوحاتم، امام ابوزرعہ اور امام ابن حبان رحمہم اللہ جیسے کبار ائمہ نے یہی کہا ہے۔اس کو عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر (ثقہ) قرار دینا خطا ہے۔

❁ اس حدیث کو امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم: 529/2)

سوال: کیا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں ''چوہڑے چمار'' کے الفاظ لکھیں ہیں؟ (نعوذ باللہ!)

جواب: شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ حق گو علما میں سے تھے اور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے تھے، آپ رحمہ اللہ نے ساری زندگی توحید وسنت کی دعوت میں گزاری، تبلیغ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کوشاں رہے۔

نبی کریم ﷺ کے حق میں نازیبا الفاظ کا صدور ایک عام سچے مسلمان سے ممکن نہیں، چہ جائیکہ شاہ اسماعیل رحمہ اللہ جیسے عظیم مبلغ اور متبع سنت یہ الفاظ کہیں۔شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ہرگز ہرگز نبی کریم ﷺ کی ہستی پاک کے بارے ایسے الفاظ استعمال نہیں کیے۔ دراصل دوستوں کو ان کی عبارت سمجھنے میں خطا لگی۔

سوال: آیت: ﴿أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مالدار بنا دیا اور اس کا سبب نبی کریم ﷺ بنے۔وہ اس طرح کہ جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو مدینہ تجارت کا مرکز بن گیا، جس سے وہاں کے غریب لوگوں کو مال تجارت میں خاطر خواہ نفع ہوا اور وہ آسودہ حال ہو گئے۔اس سے یہ کہنا کہ اللہ ورسول نے ہم کو غنی کر دیا، کیسے

درست ہوسکتا ہے؟

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کو دستگیر اور مصرف الامور کہنا درست ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ نفع نقصان کا مالک صرف اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنے عطا سے خدائی کا مالک نہیں بنایا۔ جو ایسی بات کرتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول پر افترا باندھتا ہے۔ قرآن اس عقیدے کی تردید کرتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾

(الأعراف: 188)

''کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی فائدے اور نقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔''

''مگر جو اللہ چاہے۔'' کا معنی ہے کہ وہی نفع نقصان پہنچتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ خبر دی کہ میں اپنے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں۔

﴿نَفْعًا﴾ اور ﴿ضَرًّا﴾ سیاق نفی میں آیا ہے، تو معنی عموم کا ہے، یعنی آپ ﷺ ذرہ برابر بھی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

❁ اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ إِظْهَارٌ لِلْعُبُودِيَّةِ وَبَرَاءَةٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِالرُّبُوبِيَّةِ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ أَيْ أَنَا عَبْدٌ ضَعِيفٌ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي اجْتِلَابَ نَفْعٍ وَّلَا دَفْعِ ضَرَرٍ كَالْمَمَالِيكِ إِلَّا مَا شَاءَ مَالِكِي مِنَ النَّفْعِ لِي وَالدَّفْعِ

عَنِّي ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ أَيْ لَكَانَتْ حَالِي عَلٰى خِلَافِ مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنِ اسْتِكْثَارِ الْخَيْرِ وَاجْتِنَابِ السُّوءِ وَالْمَضَارِّ حَتّٰى لَا يَمَسَّنِي شَيْءٌ مِنْهَا وَلَمْ أَكُنْ غَالِبًا مَرَّةً وَّمَغْلُوبًا أُخْرٰى فِي الْحُرُوبِ .

''اس آیت میں (نبی کریم ﷺ کی) بندگی کا اظہار ہے اور ربوبیت کے ساتھ خاص علم غیب سے برأت کا اعلان ہے، یعنی میں کمزور بندہ ہوں، غلاموں کی طرح اپنی جان کے لیے نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، مگر میرا مالک مجھے جو نفع دینا چاہے اور مجھ سے جو نقصان دور کرنا چاہے۔ ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ ''میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔'' یعنی بہت سی بھلائیاں سمیٹنے، پریشانیوں اور نقصانات سے محفوظ رہنے کی وجہ سے میں اس حالت میں نہ ہوتا، یہاں تک کہ مجھے کوئی پریشانی نہ آتی اور میں جنگوں میں کبھی غالب اور کبھی مغلوب نہ ہوتا۔''

(تفسير النّسفي :623/1)

جب نبی کریم ﷺ اپنی ذات کے لیے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں، تو دوسروں کے نفع ونقصان کے مالک کیسے ہو سکتے ہیں، دوسروں کی دستگیری کیسے کر سکتے ہیں اور دوسروں کے کاموں میں تصرف کیسے کر سکتے ہیں؟

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام صرف اللہ تعالیٰ سے ہی نفع کا سوال کرتے تھے۔ اللہ کے علاوہ کسی نبی، ولی سے فوق الاسباب مدد مانگنا شرک ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ (عبداللہ بن ابی جدعاء تمیمی) سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتٰى كُنْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ : كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

”میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! (تقدیر میں) کب سے لکھا گیا تھا آپ نبی ہیں؟ فرمایا: آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے مراحل میں تھے، میری نبوت لکھی جا چکی تھی۔“

(التاريخ الكبير للبخاري : 374/7، مسند الإمام أحمد : 59/5، المعجم الكبير للطبراني : 353/20، القدرللفريابي : 17)

❀ ایک صحابی سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَتٰى جُعِلْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ : وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ .

”میں نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! (تقدیر میں) کب لکھا گیا کہ آپ نبی ہیں؟ فرمایا: آدم علیہ السلام ابھی روح وجسم کے مراحل میں تھے۔“

(مسند الإمام أحمد : 66/4، 379/5)

جواب: سند ضعیف ہے۔اس حدیث کے مرسل اور متصل ہونے میں اختلاف ہے، یہ عبداللہ بن شقیق کی مرسل ہے، اس کا مرسل ہونا ہی راجح ہے، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(العلل: 3432)

دوسری روایت میں صحابی سے مراد میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ ہی ہیں، کیونکہ دونوں سے روایت کرنے والے عبداللہ بن شقیق ہیں، لہٰذا یہ ایک ہی روایت ہے، یہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بنیاد بنا کر انہیں مشکل کشا قرار دینا کیسا ہے؟

جواب: معجزات وآیات من جانب اللہ ہوتے ہیں، جو نبی کی نبوت کی صداقت پر دلیل ہوتے ہیں۔ان پر انبیا کا اختیار نہیں ہوتا۔لہٰذا معجزات کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ پیغمبر مشکل کشا اور کارساز ہیں، نادانی ہے۔اگر ایسے ہے، تو عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں، مشکل کشائی، حاجت روائی اور کارسازی کے لیے ان کی پکار کیوں نہیں کی جاتی؟ زندہ نبی کو چھوڑ کر فوت شدگان کی پکار کیوں کی جاتی ہے؟

مافوق الاسباب اُمور میں مشکل کشائی اور کارسازی میں حقیقی اور مجازی کا کوئی تصور نہیں۔حقیقی مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔کوئی مجازی مشکل کشا اور کارساز نہیں۔

سوال: کیا معجزات اور کرامات کی بنا پر انبیا اور اولیا کو متصرف الامور کہا جا سکتا ہے؟

جواب: انبیا کے معجزات اور اولیا کی کرامات کی بنیاد پر یہ کہنا کہ یہ تکوینی اُمور میں تصرف کرتے ہیں، جائز نہیں، کیونکہ معجزہ اور کرامت انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی، انہیں عمومی دلیل اور قانون نہیں بنایا جا سکتا، نیز یہ کہنا کہ انبیا اور اولیا، اللہ تعالیٰ کے نائب

ہیں، گمراہی ہے، کیونکہ اللہ کا کوئی نائب نہیں۔ وہ ہر قسم کے عیوب ونقائص سے منزہ ہے۔

۞ علامہ، محمود بن عبداللہ، آلوسی، حنفی (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحجّ : ٧٣)إلخ إِشَارَةٌ إِلٰى ذَمِّ الْغَالِينَ فِي أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى، حَيْثُ يَسْتَغِيثُونَ بِهِمْ فِي الشِّدَّةِ غَافِلِينَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَيَنْذُرُونَ لَهُمُ النُّذُورَ، وَالْعُقَلَاءُ مِنْهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّهُمْ وَسَائِلُنَا إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، وَإِنَّمَا نَنْذُرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَجْعَلُ ثَوَابَهٗ لِلْوَلِيِّ، وَلَا يَخْفٰى أَنَّهُمْ فِي دَعْوَاهُمُ الْأُولٰى أَشْبَهُ النَّاسِ بِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ، الْقَائِلِينَ : إِنَّمَا نَعْبُدُهُمْ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى، وَدَعْوَاهُمُ الثَّانِيَةُ لَا بَأْسَ بِهَا لَوْ لَمْ يَطْلُبُوا مِنْهُمْ بِذٰلِكَ شِفَاءَ مَرِيضِهِمْ أَوْ رَدَّ غَائِبِهِمْ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَالظَّاهِرُ مِنْ حَالِهِمُ الطَّلَبُ، وَيُرْشِدُ إِلٰى ذٰلِكَ أَنَّهٗ لَوْ قِيلَ : انْذُرُوا لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاجْعَلُوا ثَوَابَهٗ لِوَالِدَيْكُمْ، فَإِنَّهُمْ أَحْوَجُ مِنْ أُولٰئِكَ الْأَوْلِيَاءِ لَمْ يَفْعَلُوا، وَرَأَيْتُ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَسْجُدُ عَلٰى أَعْتَابِ حَجَرِ قُبُورِ الْأَوْلِيَاءِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّثْبُتُ التَّصَرُّفَ لَهُمْ جَمِيعًا فِي قُبُورِهِمْ، لٰكِنَّهُمْ مُّتَفَاوِتُونَ فِيهِ حَسَبَ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهِمْ، وَالْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ يَحْصُرُونَ التَّصَرُّفَ فِي الْقُبُورِ فِي أَرْبَعَةٍ أَوْ

خَمْسَةٍ، وَإِذَا طُولِبُوا بِالدَّلِيلِ قَالُوا : ثَبَتَ ذٰلِكَ بِالْكَشْفِ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، مَا أَجْهَلَهُمْ وَأَكْثَرَ افْتِرَائَهُمْ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّزْعَمُ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ وَيَتَشَكَّلُونَ بِأَشْكَالٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَعُلَمَاؤُهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّمَا تَظْهَرُ أَرْوَاحُهُمْ مُّتَشَكَّلَةً وَّتَطُوفُ حَيْثُ شَاءَ تْ، وَرُبَّمَا تَشَكَّلَتْ بِصُورَةِ أَسَدٍ أَوْ غَزَالٍ أَوْ نَحْوَهٗ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لَّا أَصْلَ لَهٗ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَلَامِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَقَدْ أَفْسَدَ هٰؤُلَاءِ عَلَى النَّاسِ دِينَهُمْ، وَصَارُوا ضِحْكَةً لِّأَهْلِ الْأَدْيَانِ الْمَنْسُوخَةِ فِي الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَكَذَا لِأَهْلِ النِّحَلِ وَالدَّهْرِيَّةِ، نَسْأَلُ اللّٰهُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ .

’’فرمانِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحجّ : ٧٣)(جن کو[اے مشرکو] تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے)۔اس آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیاء اللہ کے بارے میں غلوّ کا شکار ہو گئے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں ان اولیاء سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ان میں سے ’دانشور‘ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اولیاء تو ہمارے لیے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں اور یہ نذر و نیاز تو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعوے میں بالکل ان بت پرستوں جیسے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم ان

بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے۔ناقل]۔ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیاء) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیاء سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں،تو یہ مشرکین ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے،[اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے]۔میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔بعض مشرکین تو سب اولیاء کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں،البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں،لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے لوگ ہیں!ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے 'اہل علم' کا کہنا ہے کہ اولیاء کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ان کے بقول بسا اوقات اولیاء کی روحیں شیر،

ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں، کتاب و سنت اور اسلافِ امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ ان مشرکین نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ ایسے لوگ یہود و نصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني : 2/212-213)

سوال: نبی کریم ﷺ کو فوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا کیسا ہے؟

جواب: فوق الاسباب مدد کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی پکار جائز ہے، اللہ کے علاوہ کسی کی پکار جائز نہیں، خواہ وہ نبی ہو، یا ولی۔ فوق الاسباب مدد کے لیے پکارنا عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی پکار کرنا شرک ہے۔

فوق الاسباب اُمور میں انبیا، اولیا اور فرشتوں سے مدد مانگنا شرک ہے۔ تحت الاسباب اُمور میں مدد زندوں سے مانگی جا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ اس پر قادر ہوں۔ کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ کو دافع بلا سمجھ کر فریاد نہیں کی اور مشکل کشائی کے لیے نہیں پکارا۔

❁ علامہ صنع اللہ حنفی رحمہ اللہ (۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

مَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ مِنْ نَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ أَوْ رُوحٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فِي كَشْفِ كُرْبَةٍ أَوْ قَضَاءِ حَاجَةٍ تَأْثِيرًا، فَقَدْ وَقَعَ فِي وَادِي جَهْلٍ خَطِيرٍ، فَهُوَ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ السَّعِيرِ.

وَأَمَّا كَوْنُهُمْ مُسْتَدِلِّينَ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ مِنْهُمْ كَرَامَاتٌ، فَحَاشَا لِلّٰهِ أَنْ تَكُونَ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ، وَأَنْ يُّظَنَّ بِهِمْ أَنَّ دَفْعَ

الضُّرِّ، وَجَلْبَ النَّفْعِ مِنْهُمْ كَرَامَةٌ، فَهٰذَا ظَنُّ أَهْلِ الْأَوْثَانِ، كَمَا أَخْبَرَ الرَّحْمٰنُ : ﴿هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾، ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ نبی، ولی، روح یا کسی اور ہستی کو مصیبت دور کرنے اور حاجت پوری کرنے کا اختیار ہے، تو وہ جہالت کی خطرناک وادی میں واقع ہو گیا ہے اور وہ جہنم کے دھانے پر کھڑا ہے۔

بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ اولیائے کرام (حاجب روائی) اپنی کرامات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ اللہ کے ولیوں کو ایسے مقام پر سمجھا جائے اور ان سے یہ گمان رکھا جائے کہ وہ کرامت کے ذریعے لوگوں کی تکلیفیں دور کرتے اور ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں، یہ تو بتوں کے پجاریوں کا عقیدہ ہوا کرتا تھا، جیسا کہ اللہ کریم ان کا یہ جملہ نقل فرماتے ہیں:

﴿هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

اسی طرح ان کا ایک اور جملہ یوں نقل کیا: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

(سيف الله على من كذب على أولياء الله، ص 48)

۞ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ الْإِيمَانِ، فَلَيْسَ لَهُمْ غَيْرُ اللّٰهِ دَافِعٌ، وَمِنْهُ تَحْصُلُ

الْمَنَافِعُ ...... فَإِنَّ ذِكْرَ مَا لَيْسَ مِنْ شَأْنِهِ النَّفْعُ وَلَا دَفْعُ الضَّرِّ مِنْ نَبِيٍّ وَّمَلَكٍ، وَوَلِيٍّ، وَغَيْرِهِمْ عَلٰى وَجْهِ الْإِمْدَادِ مِنْهُ إِشْرَاكٌ مَعَ اللّٰهِ، إِذْ لَا قَادِرَ عَلَى الدَّفْعِ غَيْرُهٗ، وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُهٗ.

''اور جو اہل ایمان ہیں، ان سے مصیبت کو اللہ کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، اسی سے منفعت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ جس کی حیثیت نفع پہنچانے اور تکلیف دور کرنے والے کی نہیں، اس سے مدد طلب کرنے کے لئے اس کا ذکر کرنا اللہ کے ساتھ شرک بن جاتا ہے۔ چاہے وہ نبی ہو، فرشتہ ہو یا ولی ہو یا کوئی دوسرا ہو، کیونکہ اللہ کے سوا تکلیف دور کرنے پر اور نفع دینے پر کوئی قادر نہیں ہے۔''

(سيف الله على من كذب على أولياء الله، ص 48)

سوال: یہ کہنا کہ ''تمام درختوں پر لگے پتوں کی تعداد اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں۔'' کیسا ہے؟

جواب: یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، اس کا علم وسیع ہے، نبی کریم ﷺ وہی جانتے تھے، جو آپ ﷺ کی طرف وحی کیا جاتا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ بھی تمام درختوں کے پتوں کی تعداد جانتے ہیں، آپ ﷺ کے متعلق غلو ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے بارے یہ کہنا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال ہیں، وہ عیوب ونقائص سے پاک ہے۔ جھوٹ بری خصلت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کرنا صریح کفر ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا﴾(النّساء : ٨٧)

''بھلا اللہ سے بڑھ کر بات میں سچا کون ہوسکتا ہے؟''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا﴾(النّساء : ١٢٢)

''بھلا اللہ سے بڑھ کر قول میں سچا کون ہوسکتا ہے؟''

سوال: خاتم النبیین سے کیا مراد ہے؟

جواب: خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے، یعنی نبی کریم ﷺ انبیائے کرام میں سے آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ خاتم کو افضل کے معنی میں کرنا درست نہیں۔

خاتم کا حقیقی معنی آخری ہے اور مجازاً اس میں کئی معانی داخل ہیں، اب قرائن بتائیں گے کہ مجازی معنی کب مراد لیا جائے اور حقیقی معنی کب مراد لیا جائے؟

بعض جگہوں پہ خاتم الشعرا، خاتم الکرام، خاتمۃ المجاہدین، خاتمۃ الحفاظ، خاتمۃ الفقہاء، خاتمۃ المحدثین اور آخر الشعراء وغیرہ کے القاب استعمال ہوئے ہیں، اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ خاتم اور آخر سے مراد آخری نہیں، بلکہ فضیلت والا ہوتا ہے۔

لیکن یہ استدلال بالکل غلط اور لغت عرب سے ناواقفی پر دلالت کناں ہے، ہر لفظ کا ایک ظاہری معنی ہوتا ہے اور ایک مجازی۔

خود رسول اللہ ﷺ نے خاتم کا حقیقی معنی مراد لیا ہے، فرمایا: لَانَبِیَّ بَعْدِي ''میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

مزید فرمایا: ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ ''سلسلہ نبوت ختم ہے''۔

نیز فرمایا: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ ''نبوت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے۔''
رسول اللہ ﷺ کی تصریحات واضح کرتی ہیں کہ خاتم سے مراد آخری نبی ہی ہے۔
اسی طرح اجماع صحابہ، اجماع امت اور ائمہ لغت سب کہتے ہیں کہ خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے، جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

لہٰذا ظلی، بروزی، امتی، خلیفہ نبی اور غیر مستقل نبی وغیرہ کی بے بنیاد اصطلاحات قرآن، حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔

خاتم النبیین کا یہ مطلب بھی صریح باطل ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس پر نبوت کی مہر لگا دیں، وہ امتی نبی ہو گا۔ نصوص قرآن وسنت، اجماع امت، علمائے امت اور ائمہ لغت کسی نے اس لفظ کا یہ معنی بیان نہیں کیا، اب اگر کوئی یہ معنی بیان کرتا ہے، تو مطلب ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور تمام امت کو تو اس معنی کا ادراک نہیں ہو سکا اور ان صاحب کو ہو گیا ہے!

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا امکان ماننا جائز ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی نبی کا امکان نہیں، امکان ماننا عقیدہ ختم نبوت میں تشکیک ہے، بلکہ یہ کتاب وسنت کی نصوص اور امت کے اجماع میں تشکیک ہے، کیونکہ ان سب دلائل سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

❀ علامہ غزالی رحمہ اللہ (505ھ) لکھتے ہیں:

''اجماع امت نے اس لفظ لَا نَبِيَّ بَعْدِي اور دیگر دلائل سے یہ بات سمجھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کسی بھی دور میں نبوت یا رسالت کے

امکان کی کلی نفی کردی ہے۔اس میں کوئی تاویل یا تخصیص نہیں کی جاسکتی،اس کا منکر اجماع کا منکر ہے۔''(الاقتصاد في الاعتقاد : 137)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ تخلیق آدم علیہ السلام سے نبی تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو کئی سعادتوں سے نوازا ہے۔سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی آپ ﷺ کی نبوت ورسالت تقدیر میں لکھ دی گئی۔چالیس سال کی عمر میں آپ کے سر اقدس پر نبوت کا تاج سجایا گیا۔یہ نظریہ کہ آپ کی تخلیق ہی آدم علیہ السلام سے پہلے ہوئی،بے دلیل اور گمراہی پر مبنی ہے۔اہل سنت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔نیز یہ کہنا بھی درست نہیں کہ آپ ﷺ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی بن چکے تھے،یہ کفر ہے۔

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

❀ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبِشَارَةُ عِيسٰى بِي، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ، وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ تَرَيْنَ .

''میں تقدیر الٰہی میں خاتم النبیین لکھ دیا گیا تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں گوندھے جا رہے تھے۔میں آپ کو بتاؤں کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا، عیسی علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں،نبیوں کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھتی ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 127/4، التاريخ الكبير للبخاري : 68/6، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٤٠٤) نے ''صحیح''امام حاکم رحمہ اللہ (٢/٤١٨)

نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(جواب): اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا لکھ دیا تھا کہ ابھی آدم علیہ السلام تخلیق کے مراحل میں تھے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَرَادَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَنَّهٗ كَذَالِكَ فِي قَضَاءِ اللّٰهِ وَتَقْدِيرِهٖ قَبْلَ أَنْ يَّكُونَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامِ .

''اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تقدیر میں آدم علیہ السلام سے پہلے نبی لکھ دیے گئے تھے۔''

(شعب الإيمان : 510/2، تحت الحديث : 1322)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ نَبِيًّا قَبْلَ أَنْ يُّوحٰى إِلَيْهِ فَهُوَ كَافِرٌ بِّاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ وَإِنَّمَا الْمَعْنٰى أَنَّ اللّٰهَ كَتَبَ نُبُوَّتَهٗ فَأَظْهَرَهَا وَأَعْلَنَهَا بَعْدَ خَلْقِ جَسَدِ آدَمَ وَقَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ كَمَا أَخْبَرَ أَنَّهٗ يَكْتُبُ رِزْقَ الْمَوْلُودِ وَأَجَلَهٗ وَعَمَلَهٗ وَشَقَاوَتَهٗ وَسَعَادَتَهٗ بَعْدَ خَلْقِ جَسَدِهٖ وَقَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ كَمَا فِي حَدِيثِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ الَّذِي رَوَاهُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ : (إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ) وَفِي رِوَايَةٍ (إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ لَمَكْتُوبٌ خَاتَمَ

النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُجَنْدَلٌ فِي طِينَتِهِ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبُشْرٰى عِيسٰى وَرُؤْيَا أُمِّي رَأَتْ حِينَ وَلَدَتْنِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ)، وَكَثِيرٌ مِّنَ الْجُهَّالِ الْمُصَنِّفِينَ وَغَيْرِهِمْ يَرْوِيهِ (كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ)، (وَآدَمُ لَا مَاءَ وَلَا طِينَ) وَيَجْعَلُونَ ذٰلِكَ وُجُودَهُ بِعَيْنِهِ وَآدَمُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ بَلِ الْمَاءُ بَعْضُ الطِّينِ لَا مُقَابِلُهُ.

''جو کہے کہ نبی کریم ﷺ نزول وحی سے پہلے ہی نبی تھے، وہ کافر ہے اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت لکھی، پھر سیدنا آدم علیہ السلام کے جسد کی تخلیق کے بعد اور روح پھونکنے سے پہلے اس نبوت کا اظہار و اعلان فرما دیا جیسا کہ (صحیح البخاری: ۳۱۸، صحیح مسلم: ۲٦۴۵) میں ہے کہ بچہ کی تخلیق کے بعد اور روح پھونکنے سے پہلے اس کا رزق، موت، عمل، سعادت اور شقاوت لکھ دی جاتی ہے۔ نیز سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (مسند احمد: ۳۷۹/۲۸) میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کے ہاں 'خاتم النبیین' لکھ دیا گیا تھا۔'' دوسری روایت میں ہے: 'میں اللہ کے حضور 'خاتم النبیین' لکھ دیا گیا تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں آپ کو ابتدا کی خبر دیتا ہوں، جو کہ دعوتِ ابراہیم، بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام اور میری والدہ ماجدہ کی خواب کی روشن تعبیر تھی کہ جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا۔ ان سے ایک روشنی خارج ہوئی،

جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔'' کئی جاہلوں کا وطیرہ ہے کہ وہ (كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ) (وَآدَمُ لَا مَاءَ وَلَا طِينَ) بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا شخصی وجود اس وقت بھی موجود تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے، بلکہ پانی گارے کا کچھ حصہ ہے، لیکن گارے کا پانی سے کوئی تقابل نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 282/8)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کو تمام عالم کا علم ہے؟

جواب: قرآن کریم میں ثابت ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں۔ معراج کی رات نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نشانیاں دکھائی تھیں۔ اس سے آپ کا عالم الغیب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسلاف امت میں کوئی بھی نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب نہیں کہتا۔

سوال: کیا عید میلاد منانا جائز ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ، صحابہ، تابعین، اتباع تابعین اور ائمہ مسلمین نے عید میلاد نہیں منائی۔ اگر یہ دین ہوتا، تو اسلاف امت اول حق دار تھے کہ اس پر عمل کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر کتاب وسنت کی تعبیروں کو سمجھنے والے اور نبی کریم ﷺ سے عقیدت ومحبت رکھنے والے تھے۔

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب حافظ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) سے نقل کرتے ہیں:

لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ، إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدُ.

”یہ کام (عید میلاد) تینوں زمانوں (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) میں سے کسی نے نہیں کیا۔ یہ تو بعد میں ایجاد ہوا۔“

(جاء الحق: 236/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَصْلُ عَمَلِ الْمَوْلِدِ بِدْعَةٌ لَّمْ تُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَ الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ .

”میلاد کی اصل بدعت ہے۔ یہ عمل تین (مشہود لہا بالخیر) زمانوں کے سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں۔“

(الحاوي للفتاوِي للسّيوطي :196/1)

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ خَلَا مِنْهُ وَعَمِلَ طَعَامًا فَقَطْ وَنَوٰى بِهِ الْمَوْلِدَ وَدَعَا إِلَيْهِ الْإِخْوَانَ، وَسَلِمَ مِنْ كُلِّ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ، فَهُوَ بِدْعَةٌ بِنَفْسِ نِيَّتِهٖ فَقَطْ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ زِيَادَةٌ فِي الدِّينِ وَلَيْسَ مِنْ عَمَلِ السَّلَفِ الْمَاضِينَ، وَاتِّبَاعُ السَّلَفِ أَوْلٰى، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أَنَّهٗ نَوَى الْمَوْلِدَ، وَنَحْنُ تَبَعٌ فَيَسَعُنَا مَا وَسِعَهُمْ .

”اگر میلاد گانے سے خالی ہو، صرف کھانا تیار کیا جائے، نیت میلاد کی ہو اور کھانے پر دوست احباب کو مدعو کیا جائے۔ یہ کام اگر مذکورہ قباحتوں سے خالی بھی ہو، تو یہ صرف میلاد کی نیت کی وجہ سے بدعت بن جائے گا، کیونکہ یہ دین میں زیادت ہے۔ سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں۔ سلف کا اتباع ہی لائق عمل

ہے۔سلف صالحین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ اس نے میلاد کی نیت سے کوئی کام کیا ہو۔ہم سلف صالحین کے پیروکار ہیں۔ہمیں وہی عمل کافی ہو جائے گا، جو سلف کو کافی ہوا تھا۔''

(الحاوي للفتاوِي للسّيوطي :195/1)

سوال:بعض کہتے ہیں کہ شرک اس وقت ہوگا، جب کوئی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے،اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: جو رب تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، اگر چہ وہ اُسے اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتا، مگر معاملہ برابری والا ہی کرتا ہے۔ اگر مخلوق کو مختار کل، مشکل کشا، فریادرس اور کارساز سمجھے، تو یہ برابری کی بنیاد پر ہی ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں اسلاف امت نے جسے شرک قرار دیا ہے، وہ کوئی بھی صورت مخلوق کے لیے جائز سمجھنا شرک ہے۔ جو غیر اللہ کی پکار کرتے ہیں، ان سے اولادیں مانگتے ہیں، شفا مانگتے ہیں، نقصان کو نفع میں بدلنے کی درخواست کرتے ہیں، مقدمات میں فتح چاہتے ہیں، رزق کی فراخی کا سوال کرتے ہیں، یہ سب شرک ہے۔ اگر برابری کا نظریہ نہ ہو، ان میں سے کوئی بھی چیز غیر اللہ سے مانگے، کیا یہ شرک نہیں؟ یقیناً شرک ہے۔قرآن کریم کے مطابق اس نے اُسے اپنا الہ ومعبود بنالیا ہے۔ اس سے برابری لازم آتی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾(الرّوم : ٤٠)

”اللہ وہ ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر رزق دیا، پھر تمہیں مارے گا، پھر زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے بھی کوئی یہ کام کرسکتا ہے؟ اللہ پاک ہے اور تمام تر شریکوں سے بلند ہے۔“

❁ مشرکین اپنے معبودوں کے بارے میں روز قیامت کہیں گے:

﴿إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(الشّعراء : ۹۸)

”ہم تمہیں رب العالمین کے برابر قرار دیتے تھے۔“

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَشِئْتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَجَعَلْتَنِي وَاللّٰهَ عَدْلًا بَلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ .

”ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: آپ نے مجھے اور اللہ تعالیٰ کو برابر کر دیا، بلکہ وہی ہوگا، جو اللہ چاہے گا۔“

(مسند الإمام أحمد : 1839، وسندهٗ حسنٌ)

فائدہ:

أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا کے الفاظ ثابت نہیں۔ جس روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں، اس میں سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔ دیگر ثقات یہ الفاظ بیان نہیں کرتے۔

سوال: بزرگان دین کا عرس منانا کیسا ہے؟

جواب: جو لوگ بزرگوں کا عرس مناتے ہیں، وہ شرعی دلائل سے تہی دست ہیں۔ یاد

رہے کہ بزرگوں کی یاد میں عرس منانا، ان کی قبروں پر سال بہ سال حاضری دینا مشرک قوموں کا وطیرہ رہا ہے، اسلام میں عرسوں کا کوئی تصور نہیں۔ اگر بزرگوں کی قبروں پر عرس میلے جائز ہوتے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کی قبروں کے بارے میں مطلع فرماتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا . ''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔''

(مسند الإمام أحمد: 368/2، سنن أبي داوٗد: 2042، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ (الاذکار ص ۱۰۶، خلاصۃ الاحکام: ۱/۴۴۰) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری: ۶/۴۸۸) نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ، فَإِنَّ رُوَاتَهٗ كُلَّهُمْ ثِقَاتٌ مَّشَاهِيرُ .

''اس کی سند حسن ہے، اس کے تمام راوی مشہور ثقہ ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم: 654/2)

اہل شرک و بدعت اپنے عقائد و اعمال پر جو قرآن و سنت سے دلائل پیش کرتے ہیں، ان دلائل سے اگر وہ عقائد و اعمال ثابت ہوتے، تو اسلاف اُمت زیادہ حق دار تھے کہ ان دلائل سے یہ عقائد و اعمال ثابت کرتے۔ ان کا ثابت نہ کرنا دلیل ہے کہ ان دلائل سے یہ عقائد و اعمال ثابت نہیں ہوتے۔ یہ قرآن و سنت کے دلائل اسلاف اُمت کے دلائل ہیں۔ جہاں محدثین سے دلائل لینے ہیں، وہاں ان دلائل کا مفہوم معنی بھی انہی سے لینا ہے۔

سوال: ائمہ دین کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ائمہ دین کو گالی دینا بہت بڑا جرم ہے، بلکہ بعض اہل علم نے اسے کفر تک

کہا ہے، کیونکہ اہل علم کی توہین واستخفاف درحقیقت علم وحی کی توہین واستخفاف ہے، عام مسلمان کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے، تو اللہ کے ولیوں اور کبار اہل علم کو گالی دینا یا اُن کا مذاق اڑانا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کرنے کے مترادف ہے۔

۞ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

اَلْاِسْتِخْفَافُ بِالْأَشْرَافِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ .

''شرفا اور علما کا استخفاف کرنا باعث کفر ہے۔''

(مَجمع الأنہر :695/1)

۞ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلْاِسْتِهْزَاءُ بِالْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ .

''علم اور اہل علم کا استہزا کرنا کفر ہے۔''

(الأشباه والنّظائر، ص 160)

سوال: کیا تقلید حرام اور بدعت ہے؟

جواب: ائمہ اہل سنت قرآن واحادیث کے دلائل سے بخوبی واقف تھے، ان کے معانی ومفاہیم کو سب سے بہتر جانتے تھے۔ وہ تمام آیات واحادیث، جو بعض احباب تقلید کے ثبوت پر پیش کرتے ہیں، ائمہ متقدمین کو ان کا بخوبی علم تھا، لیکن اس کے باوجود تقلید کی مذمت کرتے ہیں، اگر ان آیات واحادیث سے تقلید ثابت ہوتی، تو اسلاف امت ضرور ثابت کرتے۔ ان کا ثابت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن وحدیث سے تقلید ثابت نہیں۔ اس کے باوجود اگر آج کوئی کتاب وسنت سے تقلید کا اثبات کرے، تو وہ تاویل یا تحریف ہے، حق نہیں۔ نیز وہ زبان حال سے یہ باور کروا رہا ہے کہ اسلاف امت ایسے علم

سے ناواقف رہ گئے، جس پر یہ بعد والا مطلع ہو گیا۔ یہ واضح الحاد ہے۔

ائمہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی واتفاقی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں سنی جائے گی، کیونکہ حق وہی ہے، جسے ائمہ اہل سنت نے اختیار کیا۔ ان کا ہر عقیدہ وعمل کتاب وسنت کے دلائل پر قائم ہے۔

قرآن وحدیث علم الٰہی کا نام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر اتارا، صحابہ کرام نے اسے نبی کریم ﷺ سے اخذ کیا، ان سے تابعین نے، ان سے تبع تابعین نے، ان سے ائمہ اہل سنت نے اخذ کیا۔ تقلید قرآن وحدیث کی مخالفت میں امتی کی بات کو دین بنانا ہے۔ معلوم ہوا کہ تقلید کی بنیاد علم الٰہی پر نہیں، بلکہ جہالت اور معصیت پر ہے۔ علما کا اتفاق ہے کہ تقلید جہالت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾ (آل عمران: 103)

''سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو، اس سے علیحدگی اختیار مت کرو۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا .

''(اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ) تم سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو، اس سے علیحدگی اختیار مت کرو۔''

(صحیح مسلم: 1715)

تقلید حبل اللہ کو چھوڑنے اور اس سے علیحدگی کا نام ہے۔ معلوم ہوا کہ تقلید اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت ہے۔ بالفاظ دیگر تقلید دین الٰہی کے مقابلہ میں دین وضع کرنا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا خلیفہ کا معصوم ہونا شرط ہے؟

جواب: نبی کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، خلیفہ کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں، نہ ہی خلیفہ کو معصوم سمجھنا جائز ہے۔ یہ روافض کا نظریہ ہے کہ خلیفہ معصوم ہونا چاہیے اور وہ اپنے ائمہ کو معصوم کہتے ہیں۔

❀ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے:

اِعْلَمْ أَنَّ الْإِمَامِيَّةَ اتَّفَقُوا عَلٰی عِصْمَةِ الْأَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ الذُّنُوبِ صَغِيرِهَا وَكَبِيرِهَا، فَلَا يَقَعُ مِنْهُمْ ذَنْبٌ أَصْلًا، لَا عَمَدًا وَّلَا نِسْيَانًا، وَّلَا لِخَطَأٍ فِي التَّأْوِيلِ، وَلَا لِلْإِسْهَاءِ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ .

”جان لو کہ امامیہ شیعہ کا اتفاق ہے کہ ائمہ علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔ وہ بالکل بھی گناہ نہیں کرتے، نہ جان بوجھ کر، نہ بھول کر۔ انہیں (کسی آیت کی) تفسیر میں خطا نہیں ہوتی اور نہ اللہ تعالیٰ کوئی بات ان کے ذہن سے نکالتا ہے۔“

(بحار الأنوار: 209/25)

۞ شیخ مفید نے لکھا ہے:

إِنَّ الْإِمَامَةَ تُوْجِبُ لِصَاحِبِهَا عِنْدَ الْإِثْنَي عَشْرِيَّةِ الْعِصْمَةَ، وَالنَّصَّ، وَالْمُعْجِزَةَ.

''اثنی عشریہ کے ہاں امام کو عصمت حاصل ہوتی ہے، وہ نص کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے معجزے صادر ہوتے ہیں۔''

(العُیون: 127/2)

روافض کا یہ نظریہ صریح گمراہی پر مبنی ہے، صحابہ، تابعین اور دیگر اسلاف امت نے یہ عقیدہ بیان نہیں کیا، بلکہ تمام سلف کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی معصوم نہیں۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ جَمِيعُ سَلَفِ الْمُسْلِمِينَ وَأَئِمَّةِ الدِّينِ مِنْ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ أَنَّهُ لَيْسَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ مَّعْصُومٌ وَلَا مَحْفُوظٌ مِنَ الذُّنُوبِ وَلَا مِنَ الْخَطَايَا.

''تمام اسلاف امت اور تمام گروہوں کے ائمہ دین کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی بھی گناہوں اور غلطیوں سے معصوم و محفوظ نہیں ہے۔''

(جامع الرّسائل: 266/1)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسُوا بِمَعْصُومِينَ؛ بَلْ يَجُوزُ عَلَيْهِمْ مَا يَجُوزُ عَلٰى سَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُؤْمِنِينَ.

''جان لیجئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام اولیاء اللہ معصوم نہیں ہیں، بلکہ

دوسرے مومن بندوں کی طرح ان سے بھی خطا سرزد ہو سکتی ہے۔"

(قَطْر الوَلِيّ، ص 248)

سوال: کیا نابالغ کو خلیفہ مقرر کیا جا سکتا ہے؟

جواب: نابالغ کو خلیفہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چھ مہینے تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی؟

جواب: روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔

(صحيح البخاري: 4240، 4241، صحيح مسلم: 1759)

مگر یہ الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں، بلکہ امام زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔

❀ مسند ابی بکر للمروزی (۳۸) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۶/۳۰۰) میں ہے:

قَالَ رَجُلٌ لِلزُّهْرِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : فَلَمْ يُبَايِعْهُ سِتَّةَ أَشْهُرٍ قَالَ : لَا وَلَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ حَتّٰى بَايَعَهُ عَلِيٌّ .

"ایک شخص نے امام زہری رحمہ اللہ سے پوچھا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، تو انھوں نے فرمایا: جب تک علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کر لی، بنو ہاشم میں سے بھی کسی نے بیعت نہیں کی۔"

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الَّذِي رُوِيَ أَنَّ عَلِيًّا لَمْ يُبَايِعْ أَبَا بَكْرٍ سِتَّةَ أَشْهُرٍ لَيْسَ مِنْ قَوْلِ عَائِشَةَ إِنَّمَا هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ فَأَدْرَجَهُ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِي الْحَدِيثِ فِي قِصَّةِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَحَفِظَهُ مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ فَرَوَاهُ مُفَصَّلًا وَجَعَلَهُ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ مُنْقَطِعًا مِنَ

الْحَدِيثِ، وَقَدْ رُوِّينَا فِي الْحَدِيثِ الْمَوْصُولِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَمَنْ تَابَعَهُ مِنْ أَهْلِ الْمَغَازِي أَنَّ عَلِيًّا بَايَعَهُ فِي بَيْعَةِ الْعَامَّة الَّتِي جَرَتْ فِي السَّقِيفَةِ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّ عَلِيًّا بَايَعَهُ بَيْعَةَ الْعَامَّةِ.

''یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت چھ ماہ بعد کی، یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں، بلکہ زہری رحمہ اللہ کا قول ہے، کسی راوی نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قصہ فاطمہ رضی اللہ عنہا والی حدیث میں داخل کر دیا ہے، معمر بن راشد نے اسے یاد رکھا ہے اور مفصل بیان کر کے اسے زہری رحمہ اللہ کا قول قرار دیا ہے، جو کہ حدیث سے جدا ہے، ہم نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک موصول حدیث بیان کی ہے، ان کے بعد والے اہل مغازی بھی یہی کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سقیفہ میں ہی بیعت کر لی تھی، یہ بھی ممکن ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سقیفہ کے بعد ہونے والی عام بیعت میں بیعت کر لی ہو۔''

(الإعتقاد، ص 180، ونسخة أخرىٰ، ص 494)

سوال: جو شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص گمراہ ہے، اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیگر تمام صحابہ پر فضیلت حاصل ہے۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (م: ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ، هٰذَا قَوْلُنَا وَهٰذَا مَذْهَبُنَا.

''اس امت میں نبی اکرم ﷺ کے بعد سب سے بہتر ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں، یہی ہمارا مسلک اور یہی ہمارا مذہب ہے۔''

(تاریخ یحیی بن معین : 1620)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَنَاقِبُ الصَّحَابَةِ وَفَضَائِلُهُمْ فَأَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُذْكَرَ وَأَجْمَعَتْ عُلَمَاءُ السُّنَّةِ أَنَّ أَفْضَلَ الصَّحَابَةِ الْعَشْرَةُ الْمَشْهُودُ لَهُمْ وَأَفْضَلُ الْعَشْرَةِ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ وَلَا يَشُكُّ فِي ذٰلِكَ إِلَّا مُبْتَدِعٌ مُنَافِقٌ خَبِيثٌ.

''صحابہ کے فضائل ومناقب اتنے زیادہ ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا، اہل سنت علما کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام میں سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ افضل ہیں، اس میں کوئی بدعتی، منافق اور خبیث ہی شک کر سکتا ہے۔''

(الکبائر، ص 239)

۞ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَفْضَلِيَّةَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الثَّلَاثَةِ ثُمَّ عُمَرَ عَلَى الِاثْنَيْنِ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ،

وَالْإِجْمَاعُ يُفِيدُ الْقَطْعَ .

”سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اصحاب ثلاثہ پر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی باقی دو پر افضلیت اہل سنت کے ہاں اجماعی و اتفاقی ہے، اس بارے میں ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ یاد رہے کہ اجماع قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔“

(الفتاوى الحديثية، ص 113)

سوال: بارہ خلفا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتّٰى يَمْضِيَ فِيهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً، قَالَ : ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ، قَالَ : فَقُلْتُ لِأَبِي : مَا قَالَ؟ قَالَ : كُلُّهُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ .

”نظام کائنات اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آہستہ سی بات کی میں نہ سن سکا، میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ کیا بات کی ہے؟ کہنے لگے: یہ کہ سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔“

(صحيح البخاري : 7222، صحيح مسلم : 1821، واللّفظ لهٗ)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ وُجُودِ اثْنَي عَشَرَ خَلِيفَةً عَادِلًا وَلَيْسُوا هُمْ بِأَئِمَّةِ الشِّيعَةِ الْاِثْنَي عَشَرَ فَإِنَّ كَثِيرًا

مِنْ أُولٰئِكَ لَمْ يَكُنْ إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَإِنَّهُمْ يَكُونُونَ مِنْ قُرَيْشٍ، يَلُون فَيَعْدِلُونَ، وَقَدْ وَقَعَتِ الْبِشَارَةُ بِهِمْ فِي الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ، ثُمَّ لَا يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ مُتَتَابِعِينَ، بَلْ يَكُونُ وُجُودُهُمْ فِي الْأُمَّةِ مُتَتَابِعًا وَمُتَفَرِّقًا، وَقَدْ وُجِد مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ عَلَى الْوَلَاءِ، وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ . ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَهُمْ فَتْرَةٌ، ثُمَّ وُجِدَ مِنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَدْ يُوجَدُ مِنْهُمْ مَن بَقِيَ فِي وَقْتٍ يَعْلَمُهُ اللّٰهُ، وَمِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ الَّذِي يُطَابِقُ اسْمُهُ اسْمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْيَتُهُ كُنْيَتَهُ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا .

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بارہ عادل خلیفہ ضرور ہوں گے۔ان سے مراد شیعوں کے بارہ امام نہیں، کیونکہ ان میں سے اکثر کے پاس کوئی حکومت تھی ہی نہیں، جبکہ جن بارہ خلفا کا حدیث میں ذکر ہے، وہ قریش سے ہوں گے، جو حاکم بن کر عدل کریں گے۔ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں بھی بشارت موجود ہے۔ پھر ان کا پے در پے آنا ضروری نہیں، بلکہ امت میں ان کا وجود پے در پے بھی ہوگا اور وقفے وقفے سے بھی۔ ان میں سے چار پے در پے آئے، وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ان کے بعد وقفہ ہوا اور پھر جتنے اللہ نے چاہے آئے، ان میں سے جتنے باقی ہیں، وہ اللہ

کے علم میں وقت مقررہ پر ضرور آئیں گے۔انہی میں سے مہدی ہوں گے،جن کا نام رسولِ اکرم ﷺ کے نام پر اور کنیت آپ کی کنیت پر ہوگی۔وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی زمین کوعدل وانصاف سے بھر دیں گے۔''

(تفسير ابن كثير : 4/568-569، تحت سورة النور : 55)

سوال: روافض بارہ خلفا سے مراد اپنے بارہ ائمہ لیتے ہیں،اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: روافض بارہ خلفا والی حدیث کو اپنے بارہ ائمہ پر چسپاں کرتے ہیں،جبکہ یہ بات حقیقت سے دور ہے،روافض کے بارہ خلفا میں سے اکثر کے پاس خلافت رہی ہی نہیں،پھر وہ اس حدیث کے مصداق کیسے ٹھہرے؟ بلکہ بارہویں امام جسے''امام غائب'' کہتے ہیں،کا وجود ہی نہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''بلاشبہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک ان بارہ خلیفوں کی حکومت قائم نہ ہوجائے۔ظاہر ہے کہ انہی میں سے مہدی ہوں گے،جن کے بارے میں احادیث ہیں کہ ان کا نام نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی کے مطابق (محمد)اور ان کے والد کا نام آپ ﷺ کے والد کے نام کے مطابق (عبداللہ) ہوگا۔وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی زمین کوعدل وانصاف سے بھر دیں گے۔مہدی سے مراد وہ امام منتظر نہیں، جس کے بارے میں رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اب موجود ہے اور سامراء کے مورچے سے اس کا ظہور ہوگا۔اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں نہ اس کا قطعاً کوئی وجود ہے، بلکہ یہ گندی ذہنیت کی ہوس اور کمزور خیالات کا وہم ہے۔ان بارہ خلفا سے مراد

وہ بارہ امام نہیں، جن کا اثنا عشری رافضی اپنی جہالت اور کم علمی کی بنا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ تورات میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ یہ بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے بارہ عظیم لوگ پیدا کرے گا۔ یہ وہی بارہ خلفا ہیں، جن کا ذکر سیدنا ابن مسعود اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ یہودیت سے توبہ کر کے اسلام لانے والے بعض جاہل لوگوں سے جب کوئی شیعہ ملتا ہے، تو وہ ان کو دھوکا دیتا ہے کہ ان سے مراد بارہ امام ہیں۔ ان میں سے اکثر جہالت اور بے وقوفی کی بنا پر شیعہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت احادیث کے بارے میں کم علم ہوتے ہیں اور ان کو ایسی تلقین کرنے والے بھی۔''

(تفسیر ابن کثیر : 504/3، تحت سورۃ المائدۃ : 12)

❁ مزید لکھتے ہیں:

''جن بارہ اماموں کے بارے میں روایات منقول ہیں، وہ سارے قریشی ہوں گے، ان سے مراد وہ بارہ نہیں، جن کی امامت کا دعویٰ رافضی کرتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امامت کی ہے، نیز ان کے گمان کے مطابق آخری مہدی منتظر ہو گا، جو سامراء کے پہاڑوں میں روپوش ہے، جس کا کوئی وجود اور نام و نشان نہیں ہے، بلکہ حدیث میں جن بارہ ائمہ کی خبر دی گئی ہے، ان سے مراد خلفائے اربعہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم نیز عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں، ائمہ اہل سنت کا بارہ اماموں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(البداية والنّهاية : 278/6)

سوال: کیا صحابہ کرام معصوم تھے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیا کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل خیر تھے، ہمیشہ اللہ کی رضا کے متلاشی اور اس کے عذاب سے ڈرنے والے تھے، وہ بہترین زمانے کے لوگ تھے، لیکن اس سب کے باوجود وہ معصوم نہیں تھے، بلکہ بتقاضائے بشریت ان سے غلطیاں سرزد ہوئیں ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کے لیے معافی کا اعلان کر دیا ہے اور ہمیشہ کے لیے اپنی رضا اور رحمت کا وعدہ کر لیا ہے۔

تمام صحابہ جنتی ہیں، بعد والوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ صحابہ کی بعض لغزشوں کی بنیاد پر انہیں اپنی آرا کا تختۂ مشق بنا لے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام لغزشوں کو معاف کر دیا ہے، وہ مغفور و مرحوم ہیں اور جنت کے وارث ہیں۔

سوال: کیا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے؟

جواب: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً مجتہد صحابی تھے۔

❁ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشا کے بعد ایک وتر پڑھا، ان کے پاس سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام بھی موجود تھے، غلام نے آ کر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دَعْهُ، فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”درست! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔“

(صحيح البخاري : 3764)

❁ صحیح بخاری (3765) میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

إِنَّهُ فَقِيهٌ . ''معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔''

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ، فَأُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، فَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَصَابَ السُّنَّةَ .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا، تو ان پر اعتراض ہوا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا، تو فرمایا: معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت پر عمل کیا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 291/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا جائے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''رضی اللہ عنہ'' نہ کہا جائے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ کھلی رافضیت ہے، اللہ تعالیٰ تمام صحابہ سے راضی ہے۔ سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں جنتی ہیں، دونوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے، ایک مومن کے دل میں دونوں کی محبت جمع ہوتی ہے، ان کے مشاجرات کو بنیاد بنا کر تبرا یا برأت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اہل بیت کے کسی فرد بشر نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع نہیں کی، بلکہ ان کے شرف صحابیت، طرز حکومت اور فقاہت کے قائل تھے۔

ائمہ اہل سنت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ نہیں کہتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' نہیں کہنا چاہیے، یہ دراصل روافض کا پھیلایا ہوا شر ہے، جو بعض نیم رافضیوں میں سرائیت کر گیا ہے۔ روافض تو یہ بھی کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی، العیاذ باللہ!

سوال: جو شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص نبی کریم ﷺ کی پیاری زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین کرے اور انہیں برا بھلا کہے اور ان پر تبرا کرنا جائز سمجھے، وہ کافر ہے، اس کا اسلام میں کوئی حصہ ہے۔

❁ عباسی علما کا اجماعی عقیدہ ہے:

مَنْ سَبَّ سَيِّدَتَنَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا حَظَّ لَهٗ فِي الْإِسْلَامِ.

''جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔''

(المُنْتَظَم في تاريخ المُلُوك والأمَم لابن الجَوزي : 281/15، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: باغی کسے کہتے ہیں؟

جواب: باغی دو طرح کا ہوتا ہے۔

① امام حق کے خلاف خروج کرنے والا اور اس کی خلافت کا منکر۔

② اجتہادی خطا کی بنا پر امام حق کے خلاف کسی مسئلہ میں لڑنے والا۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، وہ لعنت کا مستحق ہوگا نہ ظالم یا فاسق، بلکہ مؤول ماجور ہے۔ تبھی تو سیدنا حسن نے سیدنا معاویہ سے صلح کر لی تھی، اگر حقیقی باغی ہوتے، تو ان سے صلح کا کیا مطلب تھا، ان سے تو لڑنا ہوتا ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَ تْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (الحجرات : ٩)

''مومنوں کے دو گروہ باہم جھگڑ پڑیں، تو ان کی صلح کرا دیں، ایک گروہ

دوسرے پر بغاوت کرے، تو باغی سے لڑائی کریں، تا آں کہ اللہ کے فیصلہ کی طرف مائل ہو جائے۔ جب مائل ہو جائے، تو عدل کے ساتھ ان کی صلح کرا دیں اور انصاف کریں، کیوں کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

قرآن نے بغاوت کے باوجود دونوں گروہوں کو مومن کہا ہے۔

❀ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ .

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کروائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2704)

سوال: امہات المومنین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیویاں تھیں۔(صحیح بخاری:۲۶۸) قرآن مجید نے ان کی حرمت بیان کی، انہیں مومنوں کی مائیں قرار دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں زندہ تھیں۔(صحیح بخاری:۲۸۴، صحیح مسلم:۳۰۹) وہ عائشہ، حفصہ، سودہ، ام حبیبہ، ام سلمہ، میمونہ، زینب بنت جحش، جویریہ اور صفیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ دو وفات پا چکی تھیں؛ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی وفات پا چکی تھیں، اسی طرح زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی مدینہ میں وفات پا گئیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کم عرصہ رہیں، واللہ اعلم!

ازواج مطہرات کا احترام واکرام نہ صرف ضروری ہے، بلکہ جزو ایمان ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾(الأحزاب : ٦)

''نبی (ﷺ) کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔''

❁ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج کو یہ شرف بخشا ہے کہ انہیں مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے، یعنی ان کی تعظیم کرنا، ان سے حسن سلوک کرنا، ان کی عزت وتوقیر کرنا، دوسرے مردوں کے ساتھ نکاح کی حرمت اور اپنی اصلی ماؤں کے برخلاف ان (ماؤں) سے پردہ کرنا واجب قرار دیا ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 123/14)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَانِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ﴾(الأحزاب : ٣٢)

''نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔''

❁ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (٨٠٤ھ) فرماتے ہیں:

''اس آیت کا عموم دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج کی فضیلت پہلی اور بعد والی تمام عورتوں پر ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ تمام انبیا سے افضل ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کی بیویوں کو بھی دنیا کی تمام عورتوں پر ویسے ہی فضیلت حاصل ہے، جیسے نبی کریم ﷺ کو تمام انبیا پر۔ یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گی۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 134/26)

❀ نیز فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾(الأحزاب : ٣٣)

''اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ آپ سے گناہ دور کردے اور آپ کو خوب پاک صاف کردے۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً .

''یہ آیت خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 410/6، بتحقیق سلامة، وسندہٗ حسنٌ)

❀ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهُ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں اس پر مباہلے کو تیار ہوں کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی۔''(تفسیر ابن کثیر : 411/6، وسندہٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ فِي دُخُولِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ الْبَيْتِ هَاهُنَا؛ لِأَنَّهُنَّ سَبَبُ نُزُولِ هٰذِهِ الْآيَةِ .

''یہ آیت نص ہے کہ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت میں شامل ہیں، کیونکہ ازواجِ مطہرات ہی اس آیت کے نزول کا سبب ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 410/6، بتحقیق سلامة)

(سوال): جو ازواج مطہرات میں سے کسی پر برائی کی تہمت لگائے، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کی تمام بیویاں پاکدامن ہیں اور جنت میں بھی آپ ﷺ کی بیویاں ہوں گی، نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی پر تہمت لگانا نبی کریم ﷺ کی عزت پر حملہ ہے، یہ صریح کفر ہے۔

(سوال): کیا وَلایت کسبی چیز ہے؟

(جواب): وَلایت کسبی چیز ہے، وہبی نہیں، جس کا عقیدہ صحیح ہو، عمل سنت کے موافق ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے، تو ولی کے ہاتھوں کرامت ظاہر کردے، چاہے، تو نہ کرے۔ ولی کے لیے کرامت ظاہر ہونا شرط نہیں۔

(سوال): کرامات اولیا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا اصولی اور اساسی عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں، خرق عادت کام جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو، یہ درحقیقت ولی کے لیے بشارت ہوتی ہے، جو اس کے ایمان کو بڑھاتی ہے، کرامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی تکریم اور اپنے دین کی نصرتِ عزیزہ ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہوتی ہے۔

کرامت کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ علوم ومکاشفات۔

۲۔ قدرت وتاثیر

علوم ومکاشفات میں ولی کو وہ علم حاصل ہوجاتا ہے، جو دوسروں کو نہیں ہوتا، بعض غیبی امور ولی پر منکشف ہوجاتے ہیں، جو دوسروں پر نہیں ہوتے، اسی طرح اسے وہ قدرت وتاثیر حاصل ہوجاتی ہے جو کسی دوسرے کو نہیں ہوتی۔

کرامات ہر زمانے میں مومنوں کے ہاتھوں ظاہر ہوتی رہی ہیں،قرآن مجید میں اصحاب کہف اور سیدہ مریم کی کرامات کا ذکر ہے،کتب حدیث ان سے لبریز ہیں،فرقہ جہمیہ،فلاسفہ اور معتزلہ ان کا منکر ہے،وہ کہتے ہیں کہ اس سے ولی اور نبی،جادوگر اور ولی میں مشابہت ہو جاتی ہے،مشابہت والی بات تو نرا شبہہ ہے،کیونکہ نبی کریم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے،کوئی ولی خود کو نبی نہیں کہتا،جادو شیطانی عمل ہے،جادو کا توڑ ہو جاتا ہے،جبکہ کرامت میں ایسا نہیں ہوتا۔

کرامات کے حوالے سے چند سمجھ لینی چاہئیں۔

① قبل از نبوت نبی کے ہاتھوں خارق عادت کام کا صدور ارھاص کہلاتا ہے، یہ نبوت کا مقدمہ ہوتا ہے،اصحاب فیل والا واقعہ اس کی دلیل ہے۔

② صالحین اور کمزور لوگوں کی وجہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے،اسے مونت کہتے ہیں۔

③ اہل ضلال میں سے جو جھوٹا مدعی نبوت ہو،اس کے ہاتھوں خرق عادت امور کا ظاہر ہونا اہانت کہلاتا ہے،جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں کئی خارق عادت کام ہوئے۔

④ اگر کسی گمراہ اور فاسق و فاجر سے کوئی خارق عادت کام ظاہر ہو، اسے استدراج کہتے ہیں،یہ جادو کی ایک قسم ہے،اسے شعوذت بھی کہتے ہیں۔

کرامات کی اساس و بنیاد ایمان اور تقوی ہوتا ہے اور جو اہل ضلال کے ہاتھوں خارق عادت کام ظاہر ہو اس کا سبب فسوق و عصیان ہوتا ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اولیاء کی کرامات حق ہیں،اس پر ائمہ اہل سنت کا اتفاق ہے،اس مضمون کو قرآن نے کئی مواقع پر بیان کیا ہے،صحیح متواتر احادیث میں بھی وارد ہوا ہے،

صحابہ و تابعین کے آثار اس پر شاہد ہیں، کرامات کا انکار اہل بدعت معتزلہ وجہمیہ وغیرہ ہی کرتے ہیں، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ کرامت کا دعوی کرنے والے یا جن کی طرف کرامات منسوب کی جاتی ہیں، جھوٹے ہوتے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ کرامت عصمت کی دلیل نہیں ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ بعض خارق عادت چیزوں کا ظہور کفار اور جادوگروں سے بھی ہو گیا، کیوں کہ شیاطین ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ دجال آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا، وہ برسانے لگے گا، زمین سے کہے گا فصل اگا، وہ اگانے لگے گی، حتی کہ دجال ایک شخص کو قتل کر کے اس کو زندہ بھی کر دے گا، وہ سونے چاندی کے ذخائر نکال لائے گا، اسی لئے اہل سنت ائمہ اس چیز پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دجال بھلے ہواؤں میں اڑنے لگے، پانیوں میں تیرنے لگے، اس کی ولایت ثابت نہیں ہو گی۔ یہاں تک کہ اس کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کا اسلام کے اوامر ونواہی پر عامل ہونا ثابت نہ ہو جائے۔''

(مختصر فتاویٰ المصریۃ، ص 600)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كَرَامَاتُ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ إِنَّمَا حَصَلَتْ بِبَرَكَةِ اتِّبَاعِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''اللہ کے اولیا کو کرامات رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوتی ہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 275/11)

سوال: اُمت کے سب سے بڑے ولی کون ہیں؟

جواب: انبیا کے بعد سب سے افضل ہستی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ ہی سب سے بڑے ولی ہیں، آپ صاحب کرامت ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَفْضَلُ أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ بَعْدَ الرُّسُلِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

''رسولوں کے بعد افضل الاولیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔''

(الفتاوی الکبریٰ: 401/2)

سوال: کیا امت کے تمام اولیا نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ولایت حاصل کی؟

جواب: یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو ہے، خالص رافضیت ہے۔ ائمہ اہل سنت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ کے ولی تھے، اصحاب ثلاثہ کے بعد سب سے افضل تھے، مگر یہ کہنا کہ تمام ولیوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھرانے سے ولایت کی نعمت حاصل کی، بے دلیل ہے۔

سوال: کیا ولیوں سے عبادت ساقط ہو جاتی ہے؟

جواب: کوئی کتنا بھی بڑا ولی ہو، اس سے فرائض وواجبات ساقط نہیں ہوتے، بلکہ وہ بدستور مکلّف رہتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کائنات کے سب سے بڑے ولی تھے، اپنی وفات حسرت آیات تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے، فرائض کی پابندی کرتے رہے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عبادات ساقط نہیں ہوئیں، تو اور کون ہے، جو یہ دعویٰ کر سکے، دراصل یہ باطنی صوفیا کی پھیلائی ہوئی گمراہیاں ہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ کا فرمان ہے کہ 'اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ آپ کے

پاس یقین آجائے۔''تو اس سے یہ استدلال لیا جاتا ہے کہ جب تک انسان کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک وہ عبادات نماز وغیرہ کا مکلّف ہوتا ہے اور اپنے حالات کے مطابق ادا کرتا رہتا ہے۔اس آیت سے ملحدین کے مذہب کے خطا ہونے پر بھی استدلال کیا جاتا ہے،۔ملحدین کہتے ہیں، یقین سے مراد معرفت ہے۔تو وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ معرفت کے مقام پر پہنچ جائے تو اس سے احکام شرعیہ کی پابندی ساقط ہو جاتی ہے۔یہ کفر ضلالت اور جہالت ہے۔ کیوں کہ انبیاء اوران کے ساتھی اللہ کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اوراس کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے،اس کے حقوق عبادات اور تعظیم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔لیکن اس کے باجود وہ سب سے بڑے عابد تھے اور نیکی کے کاموں میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔یقین سے یہاں مراد موت ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 554/4، سلامۃ)

سوال:روایت:صَلَّی الْمَغْرِبَ عِنْدَ اشْتِبَاكِ النُّجُومِ ''نبی کریم ﷺ نے مغرب کی نماز ستاروں کے ظاہر ہوتے وقت ادا کی۔'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: جھوٹی ہے، کتب حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

بَاطِلٌ لَا يُعْرَفُ وَلَا يَصِحُّ .

''جھوٹی، غیر معروف اور غیر ثابت ہے۔''

(المَجموع : 35/3)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا قادیانیت اقلیت ہے؟

جواب: غلام احمد قادیانی کاذب، مفتر، زندیق، ملحد، دجال، کافر اور مرتد تھا۔اس کا ارتداد کئی وجوہ سے تھا؛ ① دعویٔ نبوت ② دعویٔ شریعت ③ انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین ④ متواتر ضروریات دین کا انکار ⑤ انبیائے کرام علیہم السلام کو سب وشتم کرنا۔

مرزا کے بے شمار کفریات ہیں، جو اس کی اپنی کتب سے عیاں ہیں۔اس کے زندیق ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے شریعت کے الفاظ کی حقیقت بدل دی، یوں ملحد ٹھہرا۔

یاد رہے کہ اسلام میں چار طرح کے لوگوں کی جان ومال کی حرمت ہے؛ ① مومن ② ذمی، جس کے ساتھ یہ معاہدہ ہو کہ وہ جزیہ دے کر پُر امن طریقے سے اسلامی ریاست میں رہے گا ③ جس کے ساتھ یہ معاہدہ طے پا جائے کہ نہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرے گا اور نہ مسلمان اس سے جنگ کریں گے۔ ④ ایسا شخص، جو نہ تو ذمی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے، لیکن وہ ایک محدود مدت تک اَمان طلب کر لیتا ہے کہ میں کسی بھی غرض سے آپ کی سلطنت میں رہوں گا، اسے امان حاصل ہے۔تمام کفار کو اقلیت کے حقوق حاصل ہیں۔

اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کو جائز سمجھے، تو وہ مرتد کافر ہے۔اگر وہ خود دعویٔ نبوت کر دے، تو بھی مرتد کافر ہے۔اگر کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، تو بھی مرتد کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ تینوں خرابیاں پائی جاتی تھیں۔اس سب کے باوجود جو ایسے کی

تصدیق کرے، وہ اُس جیسا مرتد کافر ہے۔

قادیانی نہ صرف مرزا کو نبی مانتے ہیں، بلکہ اُس کی جھوٹی نبوت کی دعوت بھی دیتے ہیں اور جو اسے نبی نہ مانے، اسے مسلمان بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اسلام کے الفاظ کی حقیقت کو بھی بدلتے ہیں، لہٰذا ان کا کفر عام کفر نہیں ہے، بلکہ ان کا کفر، کفر ارتداد مغلظ ہے۔ ایسوں کو کسی اسلامی سلطنت میں رہنے کا کوئی حق نہیں، چہ جائیکہ انہیں اقلیت تسلیم کر لیا جائے۔ اسلام میں ان کی کوئی حرمت ہے، نہ حقوق۔ ارتداد کی وجہ سے ان کی سزا قتل ہے، خواہ پیدائشی قادیانی ہوں، یا بعد میں مرتد ہو گئے ہوں، دونوں کا حکم ایک ہی ہے، البتہ یہ ذمہ داری مسلمان حکمران کی ہے، عام انسان کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (620ھ) لکھتے ہیں:

مَنِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ، أَوْ صَدَّقَ مَنِ ادَّعَاهُ، فَقَدِ ارْتَدَّ .

”جو نبوت کا دعوی کرتا ہے یا مدعی نبوت کی تصدیق کرتا ہے، وہ مرتد ہے۔“

(المُغني : 28/9)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَثْبَتَ نَبِيًّا بَعْدَ مُحَمَّدٍ فَهُوَ شَبِيهٌ بِأَتْبَاعِ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ وَأَمْثَالِهِ مِنَ الْمُتَنَبِّئِينَ .

”جو محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا اثبات کرتا ہے، وہ مسیلمہ کذاب اور اس جیسے دوسرے جھوٹے مدعیان نبوت کے پیرکاروں کے حکم میں ہے۔“

(منهاج السّنّة : 187/6)

❁ سعودی عرب کے مفتی اعظم، علامہ ابن باز رحمہ اللہ (1420ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ ادَّعٰى أَنَّهٗ نَبِيٌّ أَوْ أُوحِيَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَالْقَادِيَانِيَّةِ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ ضَالٌّ مُّضِلٌّ مُّرْتَدٌّ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

''جو دعویٰ کرے کہ وہ نبی ہے یا اس پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے،تو وہ کافر، گمراہ، گمراہ گر اور دین اسلام سے مرتد ہے،جیسا کہ قادیانی ہیں۔''

(مَجموع فتاوی ابن باز : 28/6)

❀ علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (1421ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ نَبِيٌّ بَّعْدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَهُوَ كَاذِبٌ كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ وَالْمَالِ، وَمَنْ صَدَّقَهٗ فِي ذٰلِكَ؛ فَهُوَ كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ وَالْمَالِ، وَلَيْسَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَلَا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعوی کرے،وہ کافر اور جھوٹا ہے،اس کا خون اور مال حلال ہے، نیز جس نے مدعی نبوت کی تصدیق کی وہ بھی کافر ہے،اس کا مال وجان بھی حلال ہے،ایسا شخص نہ مسلمان ہے اور نہ امت محمدیہ میں داخل ہے۔''

(مَجموع ورسائل العثیمین : 478/9)

❀ سعودی علما کا فتویٰ ہے:

...... هٰؤُلَاءِ كُفَّارٌ مُّرْتَدُّونَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَإِنْ زَعَمُوا أَنَّهُمْ مُسْلِمُونَ، وَإِنِ اجْتَهَدُوا فِي الدَّعْوَةِ إِلَيْهِ عَلٰى عَقِيدَتِهِمْ وَطَرِيقَتِهِمْ؛ كَجَمَاعَةِ الْقَادِيَانِيَّةِ الْأَحْمَدِيَّةِ الَّذِينَ أَنْكَرُوا خَتْمَ النُّبُوَّةِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَعَمُوا أَنَّ غُلَامَ أَحْمَدَ الْقَادِيَانِيَّ نَبِيُّ اللّٰهِ وَرَسُولُهٗ، أَوْ أَنَّهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، أَوْ تَقَمَّصَتْ رُوْحُ مُحَمَّدٍ أَوْ عِيسٰى بَدَنَهٗ فَكَانَ بِمَنْزِلَتِهٖ فِي النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ .

''......یہ لوگ کافر اور اسلام سے مرتد ہیں، اگر چہ یہ خود کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں اور اپنے عقیدے اور طریقے کے مطابق اسلام کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں، جیسے قادیانی احمدی فرقہ، جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ کا نبی اور رسول ہے یا وہ مسیح (موعود) عیسیٰ بن مریم ہے یا محمد کریم (ﷺ) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی روح غلام احمد کے بدن میں داخل ہو چکی ہے، یوں اسے نبوت اور رسالت کا مقام حاصل ہو گیا ہے۔'' (فتاوى اللّجنة الدّائمة : 226/2)

❁ علامہ صالح بن فوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنِ ادَّعٰى عَدَمَ خَتْمِ النُّبُوَّةِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ صَدَّقَ مَنْ يَّدَّعِي ذٰلِكَ؛ فَهُوَ مُرْتَدٌّ عَنْ دِينِ الْإِسْلَامِ، وَلِهٰذَا حَكَمَ الصَّحَابَةُ عَلٰى مَنِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرِّدَّةِ، وَقَاتَلُوهُ هُوَ وَأَتْبَاعَهٗ، وَسَمَّوْهُمْ بِالْمُرْتَدِّينَ، وَهٰذَا مِمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ عُلَمَاءُ الْمُسْلِمِينَ سَلَفًا وَّخَلَفًا .

''جس نے محمد کریم ﷺ کے خاتم النبیین نہ ہونے کا دعویٰ کیا، یا کسی مدعی نبوت کی تصدیق کی، تو وہ دین اسلام سے مرتد ہے۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محمد

رسول اللہ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والوں پر ارتداد کا فتویٰ لگایا تھا، متنبّی سے بھی قتال کیا اور اس کے پیروکاروں سے بھی، نیز انہیں مرتد بھی قرار دیا۔ پہلے اور بعد والے مسلمان اہل علم کا اس پر اجماع ہے۔‘‘

(الإرشاد إلى صحيح الاعتقاد، ص 213)

❀ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) نقل کرتے ہیں:

هٰذَا وَمَنْ تَبِعَهٗ مُلْحِدٌ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ مُّرْتَدٌّ بِلَا رَيْبٍ وَّشَكٍّ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَهُوَ الْحَقُّ وَفِيهِ الصَّوَابُ، وَكَذَا مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ بَعْدَ اطِّلَاعِهٖ عَلٰى كُفْرِيَاتِهٖ فَعَلَيْهِ مَا عَلَيْهِ، وَلَعْنَةٌ فِي الدُّنْيَا وَذِلَّةٌ فِي الْآخِرَةِ، وَعَذَابٌ وَّعِقَابٌ، كَيْفَ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ هٰذَا وَمَنْ تَبِعَهٗ خَارِجًا عَنِ الْإِسْلَامِ مُرْتَدًّا، لَمْ يَكُنْ مُسَيْلَمَةُ وَأَتْبَاعُهٗ وَأَمْثَالُهٗ كَافِرًا مُّرْتَدًّا عِنْدَ الْجَزَاءِ يَوْمَ الْحِسَابِ .

’’مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو ماننے والے دونوں بلا شک وشبہ ملحد، زندیق، کافر اور مرتد ہیں۔ یہی فتویٰ ہے، درست اور حق بات بھی یہی ہے۔ اسی طرح جو مرزا قادیانی کے کفریات جاننے کے بعد بھی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، تو اس پر بھی وہی فتویٰ لگے گا، جو مرزا قادیانی پر فتویٰ لگا ہے، دنیا میں لعنت اور آخرت میں رسوائی اس کا مقدر ہے، نیز عذاب اور سزا کا مستحق بھی ہے۔ اگر مرزا قادیانی اور اس کو ماننے والے اسلام سے خارج اور مرتد نہیں ہے، تو مسیلمہ وغیرہ اور ان کے ماننے والے بھی روز آخرت کافر مرتد نہیں ہوں گے۔‘‘

(إكفار الملحدين في ضروريات الدِّين، ص 165)

سوال: کیا اولیاء اللہ کو عالم میں تصرف کا اختیار ہے؟

جواب: یہ اولیاء اللہ کی شان میں غلو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کائنات میں تصرف کا اختیار نہیں دیا۔

جب نبی کریم ﷺ عالم کی خبر نہیں رکھتے، نہ ہی تصرف کر سکتے ہیں، تو اور کون ہے، جو اس کی طاقت رکھتا ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ محض اختراع اور تحریف ہے۔

❁ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰی : ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحجّ : ٧٣)إلخ إِشَارَةٌ إِلٰی ذَمِّ الْغَالِينَ فِي أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی، حَيْثُ يَسْتَغِيثُونَ بِهِمْ فِي الشِّدَّةِ غَافِلِينَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَيَنْذُرُونَ لَهُمُ النُّذُورَ، وَالْعُقَلَاءُ مِنْهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّهُمْ وَسَائِلُنَا إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی، وَإِنَّمَا نَنْذُرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَجْعَلُ ثَوَابَهٗ لِلْوَلِيِّ، وَلَا يَخْفٰی أَنَّهُمْ فِي دَعْوَاهُمُ الْأُولٰی أَشْبَهُ النَّاسِ بِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ، الْقَائِلِينَ : إِنَّمَا نَعْبُدُهُمْ لِيُقَرِّبُونَا إِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی، وَدَعْوَاهُمُ الثَّانِيَةُ لَا بَأْسَ بِهَا لَوْ لَمْ يَطْلُبُوا مِنْهُمْ بِذٰلِكَ شِفَاءَ مَرِيضِهِمْ أَوْ رَدَّ غَائِبِهِمْ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَالظَّاهِرُ مِنْ حَالِهِمُ الطَّلَبُ، وَيُرْشِدُ إِلٰی ذٰلِكَ أَنَّهٗ لَوْ قِيلَ : انْذُرُوا لِلّٰهِ تَعَالٰی وَاجْعَلُوا ثَوَابَهٗ لِوَالِدَيْكُمْ، فَإِنَّهُمْ أَحْوَجُ مِنْ أُولٰئِكَ الْأَوْلِيَاءِ لَمْ يَفْعَلُوا، وَرَأَيْتُ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَسْجُدُ عَلٰی أَعْتَابِ

حَجَرِ قُبُورِ الْأَوْلِيَاءِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّثْبُتُ التَّصَرُّفَ لَهُمْ جَمِيعًا فِي قُبُورِهِمْ، لٰكِنَّهُمْ مُّتَفَاوِتُونَ فِيهِ حَسَبَ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهِمْ، وَالْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ يَحْصُرُونَ التَّصَرُّفَ فِي الْقُبُورِ فِي أَرْبَعَةٍ أَوْ خَمْسَةٍ، وَإِذَا طُولِبُوا بِالدَّلِيلِ قَالُوا : ثَبَتَ ذٰلِكَ بِالْكَشْفِ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، مَا أَجْهَلَهُمْ وَأَكْثَرَ افْتَرَائَهُمْ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّزْعَمُ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ وَيَتَشَكَّلُونَ بِأَشْكَالَ مُخْتَلِفَةٍ، وَعُلَمَاؤُهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّمَا تَظْهَرُ أَرْوَاحُهُمْ مُّتَشَكَّلَةً وَّتَطُوفُ حَيْثُ شَاءَ تْ، وَرُبَّمَا تَشَكَّلَتْ بِصُورَةِ أَسَدٍ أَوْ غَزَالٍ أَوْ نَحْوِهٖ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لَّا أَصْلَ لَهٗ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَلَامِ سَلَفِ الْأُمَّةِ، وَقَدْ أَفْسَدَ هٰؤُلَاءِ عَلَى النَّاسِ دِينَهُمْ، وَصَارُوا ضِحْكَةً لِّأَهْلِ الْأَدْيَانِ الْمَنْسُوخَةِ فِي الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَكَذَا لِأَهْلِ النِّحَلِ وَالدَّهْرِيَّةِ، نَسْأَلُ اللّٰهُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ .

’’فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحجّ : ۷۳)’’بلاشبہ جن کو[اے مشرکو] تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔‘‘اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیاء اللہ کے بارے میں غلو کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں ان اولیاء سے مدد طلب کرتے ہیں اور

ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ان میں سے 'دانشور' لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اولیاء تو ہمارے لیے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں اور یہ نذر و نیاز تو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعوے میں بالکل ان بت پرستوں جیسے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے۔ناقل]۔ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر و نیاز دو اور اس کا ثواب (اولیاء) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیاء سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں، تو یہ مشرکین ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، [اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے]۔میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔بعض مشرکین تو سب اولیاء کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں، البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں، لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو

تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے لوگ ہیں! ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے 'اہل علم' کا کہنا ہے کہ اولیاء کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ ان کے بقول بسا اوقات اولیاء کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں، کتاب و سنت اور اسلافِ امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ ان مشرکین نے (سادہ) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے، ایسے لوگ یہود و نصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني: 2/212-213)

❀ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَهَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِحَالِهٖ فِيهَا، وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ.

''ان مشرکوں میں سے بعض وہ ہیں جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان لوگوں سے نفع و نقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر میں جن کی حالت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔''

(روح المَعاني: 17/67)

سوال: یہ کہنا کہ ولی سرخ و سفید کے مختار بنا دیے گئے ہیں، کیسا ہے؟

(جواب): یہ اولیا کی شان میں غلو ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی کو سرخ وسفید کا مختار نہیں بنایا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾(آل عمران : ١٢٨)

''(اے نبی!) آپ کے اختیار میں کچھ نہیں۔''

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ﴾(آل عمران : ١٥٤)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔''

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾

(الکهف : ٢٣)

''(اے نبی!) آپ کسی کام کے متعلق یہ نہ کہا کریں کہ میں کل یہ کام کروں گا، مگر یہ کہ اللہ چاہے گا (تو کروں گا)۔''

ان آیات میں نبی کریم ﷺ سے نفع ونقصان کے اختیارات کی نفی کی گئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو عالم کا مختار نہیں بنایا، تو اور کون ہے، جسے عالم کا مختار مانا جائے؟

❀ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد یہ ذکر کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .

''اللہ! تیری عطا میں کوئی بندش نہیں ڈال سکتا، جسے تو نہ دے، اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا اور تیرے مقابلہ میں کسی کی بزرگی کام نہیں آسکتی۔''

(صحيح البخاري : 844، صحيح مسلم : 593)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی لوح محفوظ پر نظر ہوتی ہے، انہیں ما کان وما یکون کا علم دے دیا گیا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اولیائے کرام کی شان میں غلو ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی کو ما کان وما یکون کا علم نہیں دیا۔ قرآن، احادیث، اجماع اور منہج سلف میں یہ بات نہیں ملتی۔ غیب اللہ کا خاصہ ہے، اللہ کے علاوہ کسی نبی یا ولی کے لیے غیب ثابت کرنا شرک ہے۔

سوال: یہ کہنا کہ ''بتوں کی آیتیں اولیاء اللہ یا انبیائے کرام پر چسپاں کرنا خوارج کا طریقہ ہے۔'' کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ کہنا کہ یہ خوارج کا طریقہ ہے، بے دلیل اور بے ثبوت بات ہے۔ جو لوگ انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے، ان کے نام کی پکار کرتے تھے، ان کے نام کی نذر و نیاز پیش کرتے، یقیناً وہ آیات جن میں شرک اور اہل شرک کی مذمت آئی ہے، وہ انہی لوگوں پر منطبق ہوتی ہیں، کیونکہ بت پرستی اور قبر پرستی میں کوئی فرق نہیں، دونوں کے مدنظر شخصیات ہوتی ہیں۔ بتوں کو انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی شکلوں پر تراشا جاتا تھا، کعبہ میں بھی ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اور مریم علیہا السلام کی مورتیاں نصب تھیں۔

فائدہ:

❀ بکیر بن عبداللہ اشج رحمہ اللہ نے نافع مولیٰ ابن عمر سے پوچھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے؟ نافع رحمہ اللہ نے کہا:

يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ انْطَلَقُوا إِلٰى آيَاتٍ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا فِي الْمُؤْمِنِينَ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے، کہ خوارج کفار کے متعلق نازل ہونے والی آیات کو مومنوں پر چسپاں کر دیتے تھے۔''

(صحيح البخاري معلقًا، قبل الحديث : 6930، تغليق التّعليق لابن حجر : 259/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ خوارج مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے اور کفر پر دلالت کرنے والی جتنی آیات ہیں، وہ مسلمانوں پر چسپاں کر دیتے تھے۔ ایسا وہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہوئے کرتے تھے، نہ کہ مسلمان سمجھتے ہوئے۔

لہٰذا آج اگر کوئی شرک سے متعلق آیات مشرکوں پر فٹ کرتا ہے، تو بالکل درست ہے، کیونکہ وہ آیات صرف بتوں سے ہونے والے شرک کے متعلق نازل نہیں ہوئیں، بلکہ شرک کی تمام صورتوں اور حالتوں کے متعلق نازل ہوئیں۔ کل کلاں کوئی درختوں کی پکار کرنے والا کہے گا کہ یہ آیات تو بتوں کے بارے میں ہیں! درختوں کے بارے میں نہیں۔ جس طرح آج قبروں کی پوجا کرنے والے کہتے ہیں۔

سوال: کیا بزرگوں کے مزارات پر حاضری باعث برکت ہے؟

جواب: قبروں پر مزار بنانا غیر اسلامی عمل ہے، یہ قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے، یہ کافر قوموں کا شعار ہے، ان کی تاریخ شیعیت سے ملتی ہے:

❀ مشہور شیعہ محمد حسن حائری نے لکھا ہے:

قَالَتِ الْإِمَامِيَّةُ : يَجُوْزُ بِنَاءُ الْقُبُوْرِ لِلْأَنبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ، وَتَشْيِيْدِهَا وَحِفْظِهَا .

”امامیہ (شیعہ کا ایک گروہ) کا کہنا ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبروں پر تعمیر کرنا، انہیں پختہ کرنا اور ان کی حفاظت کرنا جائز ہے۔“

(البراهين الجَليّة، ص 41)

قبروں پر مزار یا قبے بنانا حرام ہے، قرآن وحدیث اور آثار سلف سے اس کی اجازت نہیں ملتی، بلکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ.

”رسول اللہ ﷺ نے قبر پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور تعمیر سے منع فرمایا۔“

(صحيح مسلم: 970)

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت کچھ وصیتیں فرمائی تھیں۔ ایک وصیت یہ تھی:

لَا تَجْعَلُوا عَلٰى قَبْرِي بِنَاءً.

”میری قبر پر عمارت نہ بنانا۔“

حاضرین نے ان سے پوچھا:

أَوَسَمِعْتَ فِيهِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”کیا آپ نے اس بارے کوئی بات سنی؟ فرمایا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ سے۔“

(مسند الإمام أحمد: 4/397، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَيْتُ مِنَ الْوُلَاةِ مَنْ يَّهْدِمَ بِمَكَّةَ مَا يُبْنٰى فِيْهَا فَلَمْ أَرَ الْفُقَهَاءَ يَعِيبُونَ ذٰلِكَ .

''میں نے حکمرانوں کو مکہ میں قبروں سے عمارتیں گراتے دیکھا ہے، کوئی فقیہ ان پر اعتراض کرتا نظر نہیں آیا۔''

(كتاب الأمّ: 316/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَصْحَابُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ : وَلَا فَرْقَ فِي الْبِنَاءِ بَيْنَ أَنْ يَبْنِيَ قُبَّةً أَوْ بَيْتًا أَوْ غَيْرَهُمَا وَيُهْدَمُ هٰذَا الْبِنَاءُ بِلَا خِلَافٍ .

''شوافع کہتے ہیں کہ قبر پر کسی قسم کی عمارت، قبہ یا گھر وغیرہ بنانا برابر ہے، اس کے گرانے پر اجماع ہے۔''

(المَجموع شرح المُهذّب: 298/5)

سوال: جو کہے کہ ''اولیائے کرام اپنی قبروں میں حیاۃ ابدی کے ساتھ زندہ ہیں۔'' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اولیائے کرام کی شان میں غلو ہے، اسلاف اُمت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، یہ بدعی نظریہ ہے، جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

جب انسان فوت ہوتا ہے، تو اس کی روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے اور اللہ کے پاس چلی جاتی ہے، قبروں میں دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: جو کہے کہ ''مرنے کے بعد اولیاء اللہ کا علم وادراک وسمع وبصر پہلے کی بہ

نسبت زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔''اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): یہ بدعی نظریہ ہے، کتاب وسنت اور اسلاف امت اس کی تائید نہیں کرتے، یہ اولیا کی شان میں غلو ہے۔فوت شدگان، دنیا والوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾(الأحقاف : ٥)

''اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے، یہ اللہ کے سوا اسے پکارتے ہیں جو قیامت تک ان کو جواب نہیں دے سکتے، وہ تو ان کی دعا و پکار سے غافل ہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾(القصص : ٨٨)

''اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو، اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : ١٤)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾(الرَّعد : ١٤)

''جولوگ غیر اللہ سے دعائیں کرتے ہیں، وہ غیر ان پکارنے والوں کی کوئی دعا قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جس نے پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلائیں، تاکہ پانی اس کے منہ تک آسکے، حالاں کہ وہ پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچتا، (غیر اللہ سے) کافروں کی دعا سراسر بے سود ہے۔''

سوال: کیا کسی سلسلے میں بیعت ہونا ضروری ہے؟

جواب: شرعی بیعت نبی یا خلیفہ کی ہوتی ہے۔ البتہ کوئی عالم کسی عامی سے پختہ عہد و وعدہ لیتا ہے کہ آپ نماز نہیں چھوڑیں گے، وغیرہ، تو یہ جائز ہے۔

مروجہ بیعت کا کوئی ثبوت نہیں۔ کسی تابعی کا صحابی کی بیعت کرنا، کسی تبع تابعی کا تابعی کی بیعت کرنا ثابت نہیں۔ اسی طرح ائمہ مسلمین میں سے کوئی بھی بیعت کا قائل نہیں۔ بیعت کے سلسلے جائز اور ثابت نہیں، جیسے بعض اہل بدعت اپنے آپ کو قادری، نقشبندی، سہروردی، چشتی، وغیرہ جیسے سلسلوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، یا خانقاہوں سے وابستہ لوگوں کے ہاتھ پر بیعت ہوتے ہیں، وغیرہ۔ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ میں فلاں صاحب کا بیعت ہوں، میں نے ان کی مریدی کا طوق اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

سوال: کیا اولیاء اللہ کے نام کی فاتحہ خوانی اچھی چیز ہے؟

جواب: مروجہ فاتحہ خوانی بدعت ہے، کتاب وسنت اور اسلاف امت کے عمل میں اس کا ذکر نہیں، یہ بعد میں شروع کی گئی۔

سوال: بعض لوگ شریعت اور طریقت میں فرق کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:

طریقت وغیرہ باطنی صوفیوں کی اصطلاحات ہیں، جو خود کو شریعت سے بے نیاز سمجھتے ہیں، نفس کے پجاری ہیں، مسلک محدثین کے مقابلہ میں انہوں نے اپنا دین وضع کر لیا ہے۔ ان گمراہ کن اصطلاحات سے ائمہ مسلمین ناواقف تھے۔ نبی کریم ﷺ پر شریعت نازل ہوئی، صحابہ کرام اور ائمہ عظام اسی شریعت کے پیروکار تھے۔ وہ طریقت سے ناآشنا تھے، لہٰذا طریقت وغیرہ کو رب کا راستہ قرار دینا ایجاد دین ہے۔ رب کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ شریعت ہے۔

دنیا میں شریعت کا ایک ہی راستہ ہے، وہ صراط مستقیم ہے، جسے سبیل مومنین کہا جاتا ہے۔ جو سیدھا اللہ کی جنت کو جاتا ہے۔ اسی راستے پر انبیا اور صلحا چلے۔ طریقت شریعت کے مخالف راستے کا نام ہے۔ باقی یہ ساری نسبتیں بدعی ہیں۔ اسلاف امت ان سے ناواقف تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ احناف نے شوافع، موالک اور حنابلہ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا؟ ہر ایک تعصب کی بھینٹ چڑھ گیا۔ یہ نسبتوں والے آج بھی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔ رشتے دینا لینا بھی جائز نہیں سمجھتے۔

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو حَفْصٍ فِي فَوَائِدِهٖ : لَا يَنْبَغِي لِلْحَنَفِيِّ أَنْ يُزَوِّجَ بِنْتَهٗ مِنْ رَجُلٍ شَفْعَوِيِّ الْمَذْهَبِ وَهٰكَذَا قَالَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا وَلٰكِنْ يَتَزَوَّجُ بِنْتَهِمْ، زَادَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ تَنْزِيلًا لَهُمْ مَنْزِلَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ .

''شیخ ابوحفص نے ''فوائد'' میں کہا ہے: کسی حنفی کے لیے جائز نہیں کہ اپنی بیٹی کا

نکاح کسی شافع المذہب مرد سے کرے۔ ہمارے بعض مشائخ نے بھی یہی کہا ہے، البتہ شوافع کی لڑکی سے نکاح کیا جا سکتا ہے، فتاویٰ بزازیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ شوافع کو اہل کتاب کے قائم مقام (سمجھ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح) کریں گے۔"

(البحر الرّائق : 49/2)

سوال: جو شخص بے وضو نماز پڑھنے کو جائز کہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے لیے باوضو ہونا شرط ہے، اس پر کتاب وسنت کے دلائل واضح ہیں، نیز پوری امت کا اجماع ہے، لہٰذا جو اس اجماعی مسئلہ کے خلاف بے وضو نماز کے جواز کا فتویٰ دے، وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے شریعت کے بنیادی مسئلہ کا انکار کیا ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة 5 : 6)

"ایمان والو! نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو، تو چہرہ دھوؤ، کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔"

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ عَلٰی طُهْرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ .

"جس نے وضو پر وضو کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔"

(سنن أبي داود : 62، سنن الترّمذي : 59)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ضعیف ہے۔

② ابوغطیف ہذلی ''مجہول'' ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام: 121/1)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ جُعِلَ الْقُرْآنُ فِي إِهَابٍ، ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ، مَا احْتَرَقَ .

''اگر قرآن کو چمڑے میں لپیٹ کر آگ میں ڈالا جائے، تو آگ اسے نہیں جلائے گی۔''

(مسند الإمام أحمد : 151/4، سنن الدّارمي : 3353)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن لہیعہ ضعیف، مدلس اور مختلط ہے۔

② مشرح بن ہاعان کی روایت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منکر ہوتی ہے۔

سوال: قرآن کریم کی سات قرأتوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قرآن کریم کی ساتوں قرأتیں متواتر ہیں، قرأتوں سے مراد لہجے ہیں۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.

''بلاشبہ قرآن کریم سات قرائتوں میں نازل کیا گیا ہے، جو آسان لگے، اس میں تلاوت کرلیں۔''

(صحيح البخاري: 4992، صحيح مسلم: 818)

❀ علامہ احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْأُمَّةَ مُجْتَمِعَةٌ مَا عَدَا الْمُعْتَزِلَةِ عَلٰى أَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَاتِ السَّبْعِ ثَبَتَتْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّوَاتُرِ.

''معتزلہ کے علاوہ ساری کی ساری اُمت کا اتفاق واجماع ہے کہ سات قرائتیں رسول اللہ ﷺ سے متواتر ثابت ہیں۔''

(الغاية في شرح الهداية: 126/3)

سوال: کیا وضو اور تحیۃ الوضو کی وجہ سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ جنت میں سنائی دی؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے خواب میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ جنت میں سنی، جس کی وجہ یہ تھی کہ بلال رضی اللہ عنہ وضو کرتے، تو کچھ رکعتیں تحیۃ الوضو کی ادا کرتے تھے۔

(صحيح البخاري: 1149، صحيح مسلم: 2458)

سوال: کیا ہر نماز کے لیے مسواک کرنا مستحب ہے؟

جواب: جی ہاں، ہر نماز کے لیے مسواک کرنا مستحب ہے۔ (مسلم: ۲۵۲)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: آیت کریمہ: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: ۹۹) کا معنی ومفہوم کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: 99)

''اپنے تادم واپسین اپنے رب کی عبادت بجالایئے۔''

بعض گمراہ اور ملحد صوفیوں کا کہنا ہے کہ جب انسان مقام یقین کو عبور کر لے، تو اس سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں اور وہ احکام شرعیہ کا پابند نہیں رہتا۔ وہ ''یقین'' کی تاویل معرفت الٰہیہ سے کرتے ہیں۔ یہ نظریہ ملحد اور زندیق صوفیا کا ہے۔ اپنے آپ کو عبادت سے بے نیاز سمجھنا شیطانی اور دجالی وسوسہ ہے۔

جبکہ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں ''یقین'' سے مراد موت ہے۔

(مِرقاة المَفاتيح للملا علي القاري: 61/1)

❀ اللہ تعالیٰ جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہیں:

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ، حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِينُ﴾

(المدثر: 46-47)

''(اہل جہنم کہیں گے) ہم روز قیامت کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں

موت آ گئی۔'' یہاں یقین موت کے معنی میں ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فرمایا:

أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ …… .

''انہیں تو موت نے آن لیا ہے……۔''

(صحيح البخاري : 1243)

❁ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا:

﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾(مريم :31)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں، نماز اور زکوۃ کا پابند رہوں۔''

ان تینوں آیات میں آخری دم تک شریعت کی پابندی کا ثبوت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آخری نماز کے احوال بھی کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ جب آپ تہجد ادا کرتے، تو آپ کے پاؤں میں ورم آ جاتا، تو آپ ﷺ فرماتے:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا .

''میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

(صحيح البخاري : 1130، صحيح مسلم : 2819)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيْ قَوْمِ، الْمُدَاوَمَةَ الْمُدَاوَمَةَ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِعَمَلِ الْمُؤْمِنِ أَجَلًا دُونَ الْمَوْتِ .

''اے لوگو! دوام کے ساتھ نیکی کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے (نیک)

عمل کی انتہا موت رکھی ہے۔''

(الزّهد لعبد اللّٰه بن المبارك : 18، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

دَخَلَ فِي ذٰلِكَ طَائِفَةٌ مِّنْ ضَلَالِ الْمُتَصَوِّفَةِ ظَنُّوا أَنَّ غَايَةَ الْعِبَادَاتِ هُوَ حُصُولُ الْمَعْرِفَةِ فَإِذَا حَصَلَتْ سَقَطَتِ الْعِبَادَاتُ وَقَدْ يَحْتَجُّ بَعْضُهُمْ بِقَوْلِهٖ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99)، وَيَزْعُمُونَ أَنَّ الْيَقِينَ هُوَ الْمَعْرِفَةُ وَهٰذَا خَطَأٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ التَّفْسِيرِ وَغَيْرِهِمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ مُتَّفَقُونَ عَلٰى أَنَّ وُجُوبَ الْعِبَادَاتِ كَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَنَحْوِهَا وَتَحْرِيمِ الْمُحَرَّمَاتِ، كَالْفَوَاحِشِ وَالْمَظَالِمِ لَا يَزَالُ وَاجِبًا عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ مَّا دَامَ عَقْلُهٗ حَاضِرًا، وَّلَوْ بَلَغَ، وَأَنَّ الصَّلَوَاتِ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ قَطُّ إِلَّا عَنِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ أَوْ مَنْ زَالَ عَقْلُهٗ ...... فَالْمَقْصُودُ مِنْ هٰذَا أَنَّ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ لَا تَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ لَّهٗ عَقْلٌ، سَوَاءً كَانَ كَبِيرًا أَوْ صَالِحًا أَوْ عَالِمًا.

وَمَا يَظُنُّهٗ طَوَائِفُ مِنْ جُهَّالِ الْعِبَادِ وَأَتْبَاعِهِمْ، وَجُهَّالِ النَّظَّارِ وَأَتْبَاعِهِمْ وَجُهَّالِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ وَالنُّصَيْرِيَّةِ وَإِنْ كَانُوا كُلُّهُمْ

جُهَّالًا مِّنْ سُقُوطِهَا عَنِ الْعَارِفِينَ أَوِ الْوَاصِلِينَ أَوْ أَهْلِ الْحَضَرَةِ أَوْ عَمَّنْ خَرِقَتْ لَهُمُ الْعَادَاتُ، أَوْ عَنِ الْأَئِمَّةِ الْإِسْمَاعِيلِيَّةِ أَوْ بَعْضِ أَتْبَاعِهِمْ أَوْ عَمَّنْ عَرَفَ الْعُلُومَ الْعَقْلِيَّةِ أَوْ عَنِ الْمُتَكَلِّمِ الْمَاهِرِ فِي النَّظْرِ أَوِ الْفَيْلَسُوفِ الْكَامِلِ فِي الْفَلْسَفَةِ فَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ وَبِمَا عُلِمَ بِالْاِضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ.

''گمراہ صوفیا کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ عبادات کی غایت معرفت کا حصول محض ہے۔ تو جب معرفت حاصل ہو جائے، عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو دلیل بنایا ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾(الحجر : 99) ''اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ یقین حاصل ہو جائے۔'' صوفیا کہتے ہیں کہ یقین سے مراد معرفت ہے، لیکن یہ خطا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اہل تفسیر وغیرہ بھی اس کو خطا کہتے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک بندے کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک احکام پر عمل کرنا جیسا کہ پانچ نمازیں اور منہیات جیسا کہ ظلم اور فحش وغیرہ سے رکے رہنا واجب ہے۔ نماز کسی سے ساقط نہیں ہوتی، سوائے حیض اور نفاس والی خاتون کے یا اس شخص کے، جس کی عقل ہی زائل ہو چکی ہو۔......تو اس سے مقصود یہ ہے کہ پانچ نمازیں کسی سے ساقط نہیں ہوں گی، چاہے وہ صالح نیک ، عالم اور بڑا ہی کیوں نہ ہو۔اور یہ جو جاہل اسماعیلیوں،

صوفیوں،نصیریوں اوران کے متبعین نے سمجھ رکھا ہے کہ عارفین سے نماز ساقط ہوجاتی ہے، یاان سے جوایک خاص مقام کو پہنچ جائیں، یاائمہ اسماعیلیہ اوران کے بعض متعبین سے نماز ساقط ہوجاتی ہے۔اسی طرح علوم عقلیہ کے ماہر سے بھی ساقط ہوجاتی ہے۔یا پھر علم کلام کے ماہر سے اور کامل فلسفی سے نماز ساقط ہوجاتی ہے،تو یہ سب باطل باتیں ہیں،اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

(دَرء تعارض العقل والنّقل : 3/270-271)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْيَقِينُ هَاهُنَا هُوَ الْمَوْتُ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ التَّفْسِيرِ ...... فَلَا يَنْفَكُّ الْعَبْدُ مِنَ الْعُبُودِيَّةِ مَا دَامَ فِي دَارِ التَّكْلِيفِ، بَلْ عَلَيْهِ فِي الْبَرْزَخِ عُبُودِيَّةٌ أُخْرٰى لَمَّا يَسْأَلُهُ الْمَلَكَانِ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ؟ وَمَا يَقُولُ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَيَلْتَمِسَانِ مِنْهُ الْجَوَابَ، وَعَلَيْهِ عُبُودِيَّةٌ أُخْرٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَوْمَ يَدْعُو اللّٰهُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ إِلَى السُّجُودِ، فَيَسْجُدُ الْمُؤْمِنُونَ، وَيَبْقَى الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ لَا يَسْتَطِيعُونَ السُّجُودَ، فَإِذَا دَخَلُوا دَارَ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ انْقَطَعَ التَّكْلِيفُ هُنَاكَ، وَصَارَتْ عُبُودِيَّةُ أَهْلِ الثَّوَابِ تَسْبِيحًا مَقْرُونًا بِأَنْفَاسِهِمْ لَا يَجِدُونَ لَهٗ تَعَبًا وَّلَا نَصْبًا، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهٗ يَصِلُ إِلٰى مَقَامٍ يَسْقُطُ عَنْهُ فِيهِ التَّعَبُّدُ، فَهُوَ زِنْدِيقٌ كَافِرٌ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهٖ، وَإِنَّمَا وَصَلَ إِلٰى مَقَامِ

الْكُفْرِ بِاللّٰهِ، وَالِانْسِلَاخِ مِنْ دِينِهٖ .

''یہاں یقین سے مراد موت ہے اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔تو بندہ جب تک دارالتکلیف میں رہتا ہے، اس وقت عبادت سے چھٹی نہیں ملتی، بلکہ برزخ میں بھی اس پر ایک دوسری نوعیت عبادت فرض ہے، فرشتے اس سے سوال کریں گے کہ آپ کس کی عبادت کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ اس سے جواب چاہیں گے۔اسی طرح قیامت میں ایک نوعیت کی عبادت ہوگی۔اللہ اپنی تمام مخلوق کو سجدے کا کہے گا، سب مسلمان مومن سجدہ کریں گے لیکن کفار اور منافقین سجدہ نہیں کر پائیں گے۔تو جب وہ دارثواب اور عقاب میں داخل ہو جائیں گے، پھر مکلّف نہیں رہیں گے۔تو جنت والوں کی عبادت تسبیح ہوگی، جو ان کی سانسوں سے نکلتی رہے گی، اس سے وہ مشکل کا شکار نہیں ہوں گے۔جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ ایسے مقام و مرتبے کو پہنچ گیا ہے، جس میں اس سے عبادت ساقط ہوگئی ہے تو وہ زندیق ہے، اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرتا ہے۔وہ اللہ کے ساتھ کفر کے مقام پر پہنچ گیا ہے اور دین سے نکل گیا ہے۔''

(مَدارج السّالکین :117/1)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَدَلُّ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ وَهِيَ قَوْلُهٗ : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ عَلٰى أَنَّ الْعِبَادَةَ كَالصَّلَاةِ وَنَحْوِهَا وَاجِبَةٌ عَلَى الْإِنْسَانِ مَا دَامَ عَقْلُهٗ ثَابِتًا فَيُصَلِّي بِحَسَبِ حَالِهٖ،

...... وَيُسْتَدَلُّ بِهَا عَلٰى تَخْطِئَةِ مَنْ ذَهَبَ مِنَ الْمَلَاحِدَةِ إِلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمُعْرِفَةُ، فَمَتٰى وَصَلَ أَحَدُهُمْ إِلَى الْمَعْرِفَةِ سَقَطَ عَنْهُ التَّكْلِيفُ عِنْدَهُمْ، وَهٰذَا كُفْرٌ وَّضَلَالٌ وَجَهْلٌ، فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، كَانُوا هُمْ وَأَصْحَابُهُمْ أَعْلَمَ النَّاسِ بِاللّٰهِ وَأَعْرَفَهُمْ بِحُقُوقِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَمَا يَسْتَحِقُّ مِنَ التَّعْظِيمِ، وَكَانُوا مَعَ هٰذَا أَعْبَدَ النَّاسِ وَأَكْثَرَ النَّاسِ عِبَادَةً وَّمُوَاظَبَةً عَلٰى فِعْلِ الْخَيْرَاتِ إِلٰى حِينِ الْوَفَاةِ، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ بِالْيَقِينِ هَاهُنَا الْمَوْتُ.

''اللہ کا فرمان ہے کہ ''اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔'' تو اس سے یہ استدلال لیا جاتا ہے کہ جب تک انسان کی عقل سلامت ہو، اس وقت تک وہ عبادات نماز وغیرہ کا مکلّف ہوتا ہے اور اپنے حالات کے مطابق ادا کرتا رہتا ہے۔ اس آیت سے ملحدین کے مذہب کے خطا ہونے پر بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ ملحدین کہتے ہیں، یقین سے مراد معرفت ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ معرفت کے مقام پر پہنچ جائے تو اس سے احکام شرعیہ کی پابندی ساقط ہوجاتی ہے۔ یہ کفر ضلالت اور جہالت ہے۔ کیوں کہ انبیاء اوران کے ساتھی اللہ کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور اس کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے، اس کے حقوق عبادات اور تعظیم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ لیکن اس کے باجود وہ سب سے بڑے

عابد تھے اور نیکی کے کاموں میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ یقین سے یہاں مراد موت ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 554/4، سلامة)

علامہ محمد امین المعروف، ابن عابدین شامی حنفی (۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں:

مِنْ جِنْسِ ذٰلِكَ مَا يَدَّعِيهِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي التَّصَوُّفَ أَنَّهُ بَلَغَ حَالَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَسْقَطَتْ عَنْهُ الصَّلَاةَ وَحَلَّ لَهُ شُرْبُ الْمُسْكِرِ وَالْمَعَاصِي وَأَكْلُ مَالِ السُّلْطَانِ، فَهٰذَا مِمَّا لَا أَشُكُّ فِي وُجُوبِ قَتْلِهٖ إِذْ ضَرَرُهُ فِي الدِّينِ أَعْظَمُ؛ وَيَنْفَتِحُ بِهٖ بَابٌ مِّنَ الْإِبَاحَةِ لَا يَنْسَدُّ؛ وَضَرَرُ هٰذَا فَوْقَ ضَرَرِ مَنْ يَقُولُ بِالْإِبَاحَةِ مُطْلَقًا؛ فَإِنَّهُ يُمْتَنَعُ عَنِ الْإِصْغَاءِ إِلَيْهِ لِظُهُورِ كُفْرِهٖ.

''بعض صوفیا دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اس حالت کو پہنچ گئے ہیں، جہاں ان سے نماز ساقط ہوگئی ہے۔ نشہ حلال ہوگیا ہے، گناہ اور سلطان کا مال کھانا حلال ہوگیا ہے۔ تو میں ان لوگوں کے قتل کے وجوب میں کوئی شک نہیں کرتا، کیونکہ دین میں اس کا ضرر بہت بڑا ہے۔ اس سے اباحیت کا وہ باب کھل جاتا ہے جو بند ہی نہیں ہوسکتا، اس کا ضرر اس شخص کے ضرر سے کہیں بڑا ہے، جو مطلق اباحت کا قول اختیار کرتا ہے، کیونکہ اس کا کفر ظاہر ہوتا ہے، تو لوگ اس کی طرف نہیں جاتے۔''

(فتاوى الشّامي : 243/4)

ملا علی قاری حنفی (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

يَزْعُمُونَ أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا بَلَغَ فِي الْحُبِّ غَايَةَ الْمَحَبَّةِ يَسْقُطُ عَنْهُ التَّكْلِيفُ وَيَكُونُ عِبَادَتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّفَكُّرَ وَهٰؤُلَاءِ شَرُّ الطَّوَائِفِ وَكَأَنَّهُمُ اسْتَنَدُوا فِي مُعْتَقَدِهِمْ إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِالْيَقِينِ الْمَوْتُ هُنَا .

"(غالی) صوفیا کا کہنا ہے کہ بندہ جب محبت الٰہیہ کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، تو وہ شرعی احکام کا پابند نہیں رہتا، اس کے بعد اس کی عبادت محض تفکر (غور وخوض) ہو جاتی ہے۔ یہ گروہ سب سے برا ہے۔ انہوں نے اپنے اس عقیدے کی بنیاد اس فرمان باری تعالیٰ پر ڈالی ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر : 99) "اللہ کی عبادت کریں، یہاں تک کہ موت آ جائے۔" مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں "یقین" سے مراد موت ہے۔"

(شرح الشّفا : 513/2)

سوال: کیا وضو میں چہرے کا دھونا فرض ہے؟

جواب: جی ہاں، وضو کرتے ہوئے چہرہ دھونا فرض ہے۔ اگر کوئی وضو میں چہرہ دھونا بھول جائے اور نماز پڑھ لے، تو وہ دوبارہ وضو کر کے نماز دہرائے گا۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى

الْكَعْبَيْنِ﴾(المائدۃ : 6)

”ایمان والو! نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو، تو چہرہ دھوؤ، کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔“

سوال: جس کے سر کے اگلے حصہ کے بال گر گئے ہوں، تو کیا وضو میں اس حصے پر بھی مسح کرے گا؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا وضو میں مونچھوں کو دھونا ضروری ہے؟

جواب: مونچھیں چہرے میں شامل ہیں، لہٰذا وضو میں انہیں بھی دھونا ضروری ہے۔

سوال: کیا وضو میں بھوؤں کو دھویا جائے گا؟

جواب: جی ہاں، یہ چہرے میں داخل ہیں۔

سوال: کیا وضو میں لبوں کو دھونا فرض ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کیا وضو میں رخسار اور کان کے درمیانی حصے کو دھونا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں، یہ چہرے میں شامل ہے۔

سوال: کیا پلکوں کو دھونا ضروری ہے۔

جواب: جی ہاں۔

سوال: اگر ایک شخص کے ہاتھوں میں چھ انگلیاں ہیں، تو کیا وضو میں سب کو دھونا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں۔ وضو میں ہاتھ دھونا فرض ہے، اب ہاتھ میں جتنی انگلیاں ہیں،

انہیں دھویا جائے گا۔

سوال: کیا وضو میں پاؤں کی کونچیں دھونا ضروری ہیں؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: ہاتھ پاؤں پر مہندی کا رنگ ہے، کیا وضو ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: مسواک دائیں ہاتھ سے کی جائے یا بائیں ہاتھ سے؟

جواب: مسواک دائیں ہاتھ سے کرنی چاہیے۔ ہر عمدہ کام دائیں ہاتھ سے کرنا مسنون ہے، مسواک بھی مستحب عمل ہے، لہٰذا دائیں ہاتھ سے کی جائے گی، جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک مسواک بائیں ہاتھ سے کرنی چاہیے، وہ مسواک کو قذرات (میل کچیل) دور کرنا خیال کرتے ہیں۔

سوال: قضائے حاجت سے پہلے "بسم اللہ" کہنا کیسا ہے؟

جواب: ثابت نہیں، اس بارے میں روایت ضعیف و غیر ثابت ہے۔

سوال: کیا لیٹ کر مسواک کی جا سکتی ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا ایک مسواک کو دو بار کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ایک مسواک کو کئی بار بھی کیا جا سکتا ہے۔

سوال: اگر اعضائے وضو کے قطرات مسجد میں گر جائیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، وہ قطرات پاک ہیں۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي إِجْمَاعِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ النَّدَى الْبَاقِي عَلٰى أَعْضَاءِ الْمُتَوَضِّيءِ وَالْمُغْتَسِلِ وَمَا قَطَرَ مِنْهُ عَلٰى ثِيَابِهِمَا طَاهِرٌ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ وضو اور غسل کرنے والے کے اعضا پر موجود پانی کی بوندیں اور کپڑوں پر گرنے والے قطرات پاک ہیں۔''

(الأوسط :288/1)

سوال: مستعمل پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو میں مستعمل پانی پاک ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''میں بیمار تھا، بے ہوش تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، آپ نے وضو فرمایا اور وضو والا پانی میرے اوپر بہا دیا، تو مجھے ہوش آ گیا۔''

(صحیح البخاري : 194)

❁ علامہ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے۔''

(أعلام الحديث :260/1)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي إِجْمَاعِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ النَّدَى الْبَاقِي عَلٰى أَعْضَاءِ الْمُتَوَضِّيءِ وَالْمُغْتَسِلِ وَمَا قَطَرَ مِنْهُ عَلٰى ثِيَابِهِمَا طَاهِرٌ دَلِيلٌ عَلٰى طَهَارَةِ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ وضو اور غسل کرنے والے کے اعضا پر موجود پانی کی بوندیں اور کپڑوں پر گرنے والے قطرات پاک ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے۔“

(الأوسط :288/1)

سوال: وضو میں کلی کرتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنا کیسا ہے؟

أَللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ .

”اللہ! تلاوت قرآن، اپنا ذکر، شکر اور عمدہ عبادت بجالانے پر میری مدد فرما۔“

جواب: وضو میں کلی کے وقت مذکورہ دعا مسنون نہیں، اس بارے میں کسی روایت پر دسترس نہیں ہوسکی۔ دورانِ وضو ہر ہر عضو کے لیے ذکر و دُعا ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الدُّعَاءِ عَلٰى أَعْضَاءِ الْوُضُوءِ، فَلَمْ يَجِئْ فِيهِ شَيْءٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”وضو کے ہر ہر عضو پر دُعائیں نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔“

(الأذكار، ص 70)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْأَذْكَارُ الَّتِي يَقُولُهَا الْعَامَّةُ عَلَى الْوُضُوءِ، عِنْدَ كُلِّ وَضُوءٍ، فَلَا أَصْلَ لَهَا، عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَالتَّابِعِينَ، وَلَا الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةِ، وَفِيهَا حَدِيثٌ كَذِبٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”وضو کے ہر ہر عضو کو دھوتے وقت عوام الناس جو اذکار پڑھتے ہیں، ان کا ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ہے، نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ سے۔اس بارے میں ایک جھوٹی حدیث رسول اللہ ﷺ سے منسوب کی گئی ہے۔“

(الوابل الصیّب، ص : 384)

❁ نیز فرماتے ہیں:

”اعضائے وضو پر ذکر کے متعلق تمام احادیث باطل ہیں، ان میں کوئی بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔“

(المَنار المُنیف، ص 120)

سوال: کیا تحیۃ الوضو مکروہ اوقات میں ادا کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد وغیرہ سببی نمازیں ہیں، سببی نمازیں مکروہ وممنوع اوقات میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

❁ نبی کریم ﷺ نے خواب دیکھا، تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يَا بِلَالُ، حَدِّثْنِي بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ : مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجٰى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ .

”بلال! قبول اسلام کے بعد کون سا عمل ہے، جس پر آپ کو سب سے زیادہ ثواب کی امید ہو؟ میں نے جنت میں آپ کے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے سب سے زیادہ اُمید اس عمل پر ہے کہ رات ہو یا

دن، جب بھی مَیں نے وضو کیا، تو تحیۃ الوضوادا کی ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 1149، صحيح مسلم : 2458)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ فَضِيلَةُ الصَّلَاة عَقِبَ الْوُضُوءِ، وَأَنَّهَا سُنَّةٌ، وَأَنَّهَا تُبَاحُ فِي أَوْقَاتِ النَّهْيِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَاسْتِوَائِهَا وَغُرُوبِهَا، وَبَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ؛ لِأَنَّهَا ذَاتَ سَبَبٍ.

’’اس حدیث سے تحیۃ الوضو کی فضیلت وسنیت ثابت ہوتی ہے، یہ نماز ممنوع اوقات، مثلاً: طلوع آفتاب، زوال، غروب شمس، نماز عصر اور فجر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ سببی نماز ہے۔‘‘

(شرح مسلم : 13/16)

سوال: کیا مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے؟

جواب: مسجد میں وضو کرنا جائز ہے، مکروہ نہیں، البتہ گھر سے وضو کر کے مسجد آنا مستحب اور باعث اجر ہے۔ قدم قدم پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔

سوال: کیا گردن کا مسح کرنا مکروہ ہے؟

جواب: گردن کا مسح جائز نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور اسلاف امت سے گردن پر مسح کرنا ثابت نہیں، گردن کا مسح بدعت ہے۔

سوال: کیا اپنے لیے کوئی لوٹا وغیرہ خاص کرنا ممنوع ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، اس کی ممانعت نہیں۔

سوال: کیا قبر نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضری کے لیے وضو کرنا مستحب ہے؟

جواب: اس پر کوئی دلیل معلوم نہیں۔

سوال: کیا کافر کے بدن کو چھونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے؟

جواب: استحباب پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: کیا بغل کھجانے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے؟

جواب: اس پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: غیبت کرنے کے بعد وضو مستحب ہے؟

جواب: استحباب پر دلیل شرعی چاہیے۔

سوال: کیا وضو پر وضو کرنا درست ہے؟

جواب: جی ہاں۔ باوضو شخص تازہ وضو کر سکتا ہے۔

سوال: کیا عورت اور مرد کے وضو میں کوئی فرق ہے؟

جواب: عورت اور مرد کے وضو کا طریقہ ایک ہی ہے، اس میں کوئی فرق نہیں۔

سوال: کیا زمزم سے وضو کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، زمزم سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زمزم میں شفا ہے، پینے سے اندرونی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور جسم پر ڈالنے سے بیرونی بیماریاں ختم ہوتی ہیں۔

سوال: کیا نابالغ بھی نماز کے لیے وضو کرے گا؟

جواب: نابالغ اگرچہ مکلّف نہیں، مگر اسے بھی نماز کے لیے وضو کرانا چاہیے، تاکہ اسے عادت بنے۔

سوال: وضو کے بعد شرمگاہ یا کپڑے پر چھینٹے مارنا کیسا ہے؟

جواب: وضو کے بعد شرمگاہ اور کپڑے پر چھینٹے مارنا جائز ہے۔

❁ **نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا تَوَضَّأَ نَضَحَ فَرْجَهُ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وضو کرتے، تو شرمگاہ پر چھینٹے مارتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :166/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:**

كَانَ يَنْضَحُ بَيْنَ جِلْدِهٖ وَثِيَابِهٖ .

”آپ رضی اللہ عنہ شرمگاہ اور کپڑے پر چھینٹے مارتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :166/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:**

إِنَّهٗ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ فَفَرَغَ قَالَ بِكَفٍّ مِنْ مَاءٍ فِي إِزَارِهٖ هٰكَذَا .

”آپ رحمہ اللہ وضو کرتے، تو بعد میں ہتھیلی بھر پانی لیتے اور تہبند میں چھینٹے مارتے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :167/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **عبید اللہ بن عمر بن حفص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

كَانَ أَبِي يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

”میرے والد محترم بھی ایسا کیا کرتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة :166/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **مغیرہ بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

سَأَلْتُ الْقَاسِمَ عَنِ الْبِلَّةِ أَجِدُهَا فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ : يَا ابْنَ أَخِي انْضَحْهُ وَالْهُ عَنْهُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ قَالَ : فَفَعَلْتُ فَذَهَبَ عَنِّي .

''میں نماز میں تری محسوس کرتا تھا، میں نے قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے سوال کیا، تو فرمایا: بھتیجے! پانی کے چھینٹے لگا لیں، شک کو دور کریں، کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (مغیرہ کہتے ہیں:) ایسا کرنے سے میرا شک زائل ہو گیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/166، وسندهٔ حسنٌ)

❁ جعفر بن برقان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ فَشَكَا إِلَيْهِ بِلَّةً يَجِدُهَا فَقَالَ لَهٗ مَيْمُونٌ : إِذَا أَنْتَ تَوَضَّأْتَ فَانْضَحْ فَرْجَكَ وَمَا يَلِيهِ مِنْ ثَوْبِكَ بِالْمَاءِ فَإِنْ وَجَدْتَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَقُلْ : هُوَ مِنْ ذٰلِكَ .

''ایک شخص میمون بن مہران رحمہ اللہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اُسے تری محسوس ہوتی ہے، تو میمون رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آپ وضو کریں، تو شرمگاہ اور کپڑے پر پانی سے چھینٹے مار لیں، اس کے باوجود وسوسہ محسوس کریں، تو یہ خیال کریں کہ یہ تری چھینٹوں کی وجہ سے ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/167، وسندهٔ حسنٌ)

❁ علمائے احناف کا فتویٰ ہے:

لَوْ عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ كَثِيرًا لَا يَلْتَفِتُ إِلٰى ذٰلِكَ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَيَنْضَحُ فَرْجَهٗ بِمَاءٍ حَتّٰى لَوْ رَأَى بَلَلًا حَمَلَهٗ عَلٰى بَلَّةِ الْمَاءِ .

''اگر بہت زیادہ شیطانی وساوس محسوس کرے، تو ان وساوس کو خاطر میں نہ لائے، جیسا کہ نماز میں (وساوس آتے ہیں اور ان کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔) نیز شرمگاہ پر چھینٹے مارے، اگر وہ (وسوسے کی بنا پر) تری محسوس

کرے،تو یہ خیال کرے کہ یہ چھینٹوں کی وجہ سے ہے۔‘‘

(فتاویٰ عالمگیری:49/1)

شافعی، مالکی اور حنبلی علما کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

مرفوع روایات:

اس بارے میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔

❀ حکم بن سفیان ثقفی بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ يَتَوَضَّأُ وَيَنْتَضِحُ .

’’رسول اللہ ﷺ جب پیشاب کرتے،تو وضو کرتے اور (بعد میں شرمگاہ پر) چھینٹے مارتے۔‘‘(سنن أبي داود : 166، السّنن الكبرى للنّسائي : 134)

یہ حدیث مضطرب (ضعیف) ہے۔حکم بن سفیان یا سفیان بن حکم ثقفی کو قاضی شریک، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابو حاتم ، امام علی ابن المدینی اور حافظ ابن القطان فاسی وغیرہم رحمہم اللہ نے تابعی شمار کیا ہے۔جبکہ امام ابوزرعہ اور حافظ ابن عبدالبر رحمہما اللہ سمیت بعض اہل علم اسے صحابی سمجھتے ہیں۔

اضطراب کی صورت یہ ہے کہ بعض رواۃ اس حدیث کو حکم بن سفیان عن النبی کی سند سے ذکر کرتے ہیں اور بعض رواۃ حکم بن سفیان عن ابیہ عن النبی کی سند سے ذکر کرتے ہیں۔ دونوں میں شدید اضطراب ہے،ترجیح کی کوئی صورت نہیں۔

اہل علم کی تحقیق:

اس حدیث کے متعلق اہل علم کے اقوال ملاحظہ ہوں؛

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِضْطَرَبُوا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث میں رواۃ اضطراب کا شکار ہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 50)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهٗ مُضْطَرِبٌ . ''حکم بن سفیان کی حدیث مضطرب ہے۔''

(الكاشف : 1176)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ اخْتِلَافٌ كَثِيرٌ عَلٰى مُجَاهِدٍ، وَقَدْ أُعِلَّ بِالْاِضْطِرَابِ .

''اس حدیث میں مجاہد پر (راویوں کا) کثیر اختلاف ہے۔اس حدیث میں (ضعف کا) سبب اضطراب قرار دیا گیا ہے۔''(اتّحاف المَهَرة : 4/315)

❀ نیز فرمایا:

فِي حَدِيثِهِ اضْطِرَابٌ . ''حکم بن سفیان کی حدیث میں اضطراب ہے۔''

(تقريب التّهذيب : 1442)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کی فصل میں ذکر کیا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 1/123)

❀ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَصِحُّ مَتْنُهٗ لِأَنَّ فِيهِ اضْطِرَابًا كَثِيرًا .

''اس حدیث کا متن ثابت نہیں، کیونکہ اس میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔''

(تمام المنّة، ص 66)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایام مخصوصہ کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے؟

جواب: ایام مخصوصہ کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ مدت متعین نہیں، اس کا انحصار فطرت و عادت پر ہے۔ بعض لوگ ماہواری کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن بتاتے ہیں، اس حوالے سے پیش کی جانے والی روایات ثابت نہیں، بلکہ "موضوع" یا "ضعیف" ہیں۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهَا عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ .

"یہ تمام روایات ضعیف ہیں، ان کے ضعف پر محدثین کا اجماع ہے۔"

(المَجموع : 383/2)

اہل علم کے ہاں فطری ایام کی تعیین کے بارے میں قرآن و حدیث اور اجماع میں کوئی دلیل نہیں، لہٰذا اس کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی حد نہیں۔

❁ علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (620ھ) فرماتے ہیں:

لَنَا أَنَّهٗ وَرَدَ فِي الشَّرْعِ مُطْلَقًا مِّنْ غَيْرِ تَحْدِيدٍ، وَلَا حَدَّ لَهٗ فِي اللُّغَةِ، وَلَا فِي الشَّرِيعَةِ، فَيَجِبُ الرُّجُوعُ فِيهِ إِلَى الْعُرْفِ وَالْعَادَةِ .

"ہمارے مطابق ایام حیض کے حوالے سے اسلام میں کوئی حد مقرر نہیں۔ نہ

اس کی لغت اور شریعت میں کوئی حد ہے۔ اس میں عرف عام اور عادت کا اعتبار ضروری ہے۔"

(المغني :321/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ ذٰلِكَ اسْمُ الْحَيْضِ، عَلَّقَ اللّٰهُ بِهٖ أَحْكَامًا مُتَعَدِّدَةً فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَلَمْ يُقَدِّرْ؛ لَا أَقَلَّهُ وَلَا أَكْثَرَهُ، وَلَا الطُّهْرُ بَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ، مَعَ عُمُومِ بَلْوَى الْأُمَّةِ بِذٰلِكَ وَاحْتِيَاجِهِمْ إِلَيْهِ، وَاللُّغَةُ لَا تُفَرِّقُ بَيْنَ قَدْرٍ وَّقَدْرٍ، فَمَنْ قَدَّرَ فِي ذٰلِكَ حَدًّا فَقَدْ خَالَفَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ، وَالْعُلَمَاءُ؛ مِنْهُمْ مَّنْ يَّحُدُّ أَكْثَرَهُ وَأَقَلَّهُ، ثُمَّ يَخْتَلِفُونَ فِي التَّحْدِيدِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّحُدُّ أَكْثَرَهُ دُونَ أَقَلِّهٖ، وَالْقَوْلُ الثَّالِثُ أَصَحُّ أَنَّهُ لَا حَدَّ لَا لِأَقَلِّهٖ وَلَا لِأَكْثَرِهٖ، بَلْ مَا رَأَتْهُ الْمَرْأَةُ عَادَةً مُّسْتَمِرَّةً، فَهُوَ حَيْضٌ.

"کتاب وسنت میں حیض سے متعلق بیسیوں احکام و مسائل کا بیان ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ماہواری کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر نہیں کی، نہ ہی دو ماہواریوں کے درمیان پاکی کی کوئی مدت متعین ہے، حالانکہ خواتین امت عمومی طور پر اس سے دوچار ہیں اور انہیں حیض کے مسائل درپیش ہوتے ہیں، ان دنوں کی تعیین لغت میں بھی نہیں ہے، لہٰذا انہیں مقرر و متعین کرنے والا کتاب وسنت کا مخالف ہے، بعض اہل علم نے ان ایام کی کم سے کم مدت کا تعین

کیا، لیکن ان میں اختلاف ہو گیا، بعض نے زیادہ سے زیادہ مدت کا تعین کیا ہے، ان میں بھی اختلاف ہے، درست بات یہی ہے کہ ان ایام کی کوئی حد نہیں، نہ کم سے کم، نہ زیادہ سے زیادہ، مستقل عادت ہی ماہواری کی مدت ہے۔‘‘

(مَجموع الفتاوٰی : 237/19)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ تَقْدِيرُ أَقَلِّ الْحَيْضِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَأَكْثَرِهِ بِعَشَرَةٍ؛ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ صَحِيحٌ، بَلْ كُلُّهٗ بَاطِلٌ .

’’حیض کے متعلق کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس دن کی تعیین میں کوئی صحیح دلیل نہیں، ساری کی ساری روایات باطل ہیں۔‘‘

(المَنار المنیف، ص 122)

۞ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حیض (کی مقدار ایام) کے بارے میں نہ کوئی نص (دلیل) ہے، نہ اجماعِ امت، رہی عادت، تو وہ مختلف ہے، جیسا کہ عطاء رحمہ اللہ وغیرہ سے گزر چکا ہے۔(الجوهر النقيّ في الردّ على البيهقي :320/1)

۞ جناب محمد سرفراز خان صفدر حیاتی دیو بندی لکھتے ہیں:

’’علامہ زیلعی نصب الرایہ (جلد 1، صفحہ 151-156) میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مبنی بر انصاف بات یہ ہے کہ حیض کے اقل اور اکثر کی تعیین کے بارے میں کسی فریق کے پاس کوئی صحیح، مرفوع اور صریح روایت نہیں، مبارک پوری تحفۃ الاحوذی (جلد 1، صفحہ 122) میں لکھتے ہیں کہ کتاب وسنت سے اقل اور اکثر کی تعیین نہیں، صرف عرف اور عادت کے ذریعے اس کی تعیین کی گئی ہے۔‘‘

(خزائن السنن: 228/1)

❁ جناب انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

''دمِ حیض کی تحدید قلیل وکثیر بہت دشوار ہے، کیونکہ امصار واعصار وغیرہ کے اختلاف سے اس میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ اس کی توقیت کے لیے کوئی صحیح، قوی، مرفوع حدیث وارد نہیں ہے اور جو ہیں وہ بعض ضعیف، بعض شدید الضعف اور کچھ منکر بھی ہیں۔ قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے شرح ترمذی میں لکھا کہ توقیت شرعاً کچھ نہیں ہے اور سب کچھ عادت پر بنا ہے۔''

(انوار الباری از احمد رضا بجنوری: 213/10)

سوال: کیا حیض کا غسل فرض ہے؟

جواب: عورت کے لیے حیض کے اختتام پر غسل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ پاک نہ ہوگی۔ قرآن وحدیث اور اجماع اُمت اس پر دلیل ہیں۔

❁ اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوْا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾(البقرة: ٢٢٢)

''لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، فرما دیجئے! حیض ناپاکی ہے، دورانِ حیض بیویوں سے جماع نہ کریں، ایامِ مخصوصہ کے اختتام تک ان کے قریب نہ جائیں، وہ غسل حیض سے پاکی حاصل کر لیں، تو حکم الٰہی کے مطابق ان سے مجامعت کر سکتے ہیں۔''

اس آیت مبارکہ میں ﴿حَتّٰی یَطْهُرْنَ﴾ سے مراد خونِ ماہواری کا رکنا اور ﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ سے مراد غسل کرنا ہے۔ اسلاف امت کا یہی فیصلہ ہے۔

❀ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ فِي هٰذا التَّأْوِيلِ اخْتِلَافًا بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَانْقِطَاعُ الدَّمِ لَيْسَ بِطُهْرٍ فِي نَفْسِهٖ، لِأَنَّهَا وَإِنْ خَرَجَتْ بِهٖ مِنَ الْحَيْضِ، فَإِنَّهَا غَيْرُ مُبَاحٍ لِّزَوْجِهَا جِمَاعُهَا، وَغَيْرُ مُبَاحٍ لَّهَا الصَّلَاةُ وَالطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، حَتّٰى تَغْتَسِلَ بِالْمَاءِ، أَوْ تَيَمَّمَ بِالصَّعِيدِ عِنْدَ عَدَمِ الْمَاءِ .

”ہمارے علم کے مطابق اس تفسیر (تَطَهَّرْنَ سے مراد غسل) میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، (اجماع ہے)۔ خون کا رکنا بذات خود پاکی نہیں، کیونکہ خون رکنے سے عورت حیض سے تو نکل جاتی ہے، لیکن خاوند کے لیے اس سے صحبت جائز نہیں ہوتی، اسی طرح نماز اور بیت اللہ کا طواف بھی جائز نہیں ہوتا، جب تک غسل نہ کرلے یا پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم نہ کرلے۔“

(أحكام القرآن: 127/1)

❀ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت ابو حُبَیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ؛ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي، وَصَلِّي .

”حیض آئے، تو نماز چھوڑ دیں اور ختم ہو جائے، تو غسل کر کے نماز ادا کریں۔“

(صحيح البخاري: 320، صحيح مسلم: 333)

❀ سیدہ امِ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

اُمْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي .

”ایام مخصوصہ میں نماز سے رکی رہیں، بعد میں غسل کر کے نماز ادا کریں۔“

(صحيح مسلم : 334)

حیض و نفاس کا حکم ایک ہی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى وُجُوبِ الْغُسْلِ بِسَبَبِ الْحَيْضِ وسَبَبِ النِّفَاسِ، وَمِمَّنْ نَّقَلَ الْإِجْمَاعَ فِيهَا؛ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ وَآخَرُونَ.

”اہل علم کا اجماع ہے کہ حیض اور نفاس سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ جن اہل علم نے اس بارے میں اجماع نقل کیا ہے، ان میں امام ابن منذر، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور دیگر شامل ہیں۔“

(المجموع شرح المهذّب : 148/2)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ، وَأَنْقُوا الْبَشَرَ.

”ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے، لہٰذا بالوں کو (اچھی طرح) دھو لیں اور بدن کو خوب صاف کر لیں۔“

(سنن أبي داود : 248، سنن الترمذي : 106، سنن ابن ماجه : 597)

جواب: یہ حدیث ضعیف و منکر ہے۔ حارث بن وجیہ ”ضعیف و منکر الحدیث“ ہے۔ اس حدیث کو مرفوع بیان کرنا خطا ہے، اس کا موقوف ہونا ہی راجح ہے، جیسا کہ امام

دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(العِلل : 1427)

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(علل الحديث :476/1)

❀ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(سنن أبي داود، تحت الحديث : 248)

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ وَلَهُ غَيْرُ حَدِيثٍ مُنْكَرٍ، وَلَهُ إِسْنَادٌ غَيْرُهُمَا فِيهِ لِينٌ أَيْضًا .

''(حارث بن وجیہ کی) اس حدیث پر متابعت نہیں کی گئی، اس کی اور بھی کئی منکر روایات ہیں، اس (مذکورہ حدیث کی ان) دوسندوں کے علاوہ بھی ایک سند ہے، اس میں بھی ضعف ہے۔''

(الضّعفاء الكبير :214/1)

تنبیہ:

اس حدیث کے دیگر شواہد بھی ہیں، جو ضعف سے خالی نہیں۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَال عَلِيٌّ : فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا، وَكَانَ

يَجُزُّ شَعْرَهٗ.

”جس نے غسل جنابت کے دوران بال برابر بھی جسم کا حصہ خشک چھوڑ دیا، اسے دوزخ میں ایسا ایسا عذاب ہوگا۔علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ حدیث سننے کے بعد میں نے اپنے سر سے لگالی۔آپ رضی اللہ عنہ سر کے بال منڈوا کر رکھتے تھے۔“

(حديث شعبة ابن الحجاج للحافظ محمد بن المظفر بن موسىٰ ابو الحسين البزار : 24، المختارة للضياء : 453، مسند الإمام أحمد :94/1، سنن أبي داوٗد : 249، سنن ابن ماجه : 599)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(التلخيص الحبير :142/1)

سوال: فرض غسل میں بلاوجہ تاخیر کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماہواری، نفاس اور جنابت کے غسل میں بلاوجہ تاخیر جائز نہیں۔یہ انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے اور شریعت اسلامیہ کے مزاج کے خلاف ہے۔یہ ایمان کی کمی کا باعث ہے،لہٰذا جتنا جلدی ممکن ہو،غسل کر لینا چاہیے۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَّلَا كَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ.

”جس گھر میں تصویر، کتا اور جنبی ہو،اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

(سنن أبي داوٗد : 227، سنن النسائي : 262، سنن ابن ماجه : 3650، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان (1205) اور امام حاکم رحمہما اللہ (171/1) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یہ حدیث اس جنبی کے بارے میں ہے، جو غسل میں بلاوجہ تاخیر کرتا ہے۔ یہی حکم ماہواری اور نفاس سے فارغ ہونے والی کا ہے۔

سوال: کیا عورتوں کو احتلام ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں، بالغ عورتوں کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (319ھ) لکھتے ہیں:

اَلْاِحْتِلَامُ وَالْإِنْبَاتُ وَاسْتِكْمَالُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً حَدٌّ لِّلْبُلُوغِ، الَّذِي يَجِبُ عَلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، بِوُجُودِ أَيِّ وَاحِدَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ كَانَ مَوْجُودَةً، الْفَرَائِضُ وَالْحُدُودُ، وَفِي الْمَرْأَةِ خَصْلَةٌ رَابِعَةٌ تَجِبُ بِوُجُودِهَا فِيهَا عَلَيْهَا الْفَرَائِضُ، وَهِيَ الْحَيْضُ، وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ بِوُجُودِ الْحَيْضِ فِي الْمَرْأَةِ تَجِبُ الْفَرَائِضُ .

''احتلام، زیر ناف بال اور پندرہ سال عمر مرد اور عورت کی بلوغت کی نشانی ہے، ان میں سے جو بھی علامت پائی جائے، فرائض و حدود کو واجب کر دے گی۔ البتہ عورت کی چوتھی علامت بلوغ ماہواری ہے۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کو ماہواری آئے، تو اس پر فرائض کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔''

(الأوسط : 388/4)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ : أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا رَأَتْ فِي الْمَنَامِ مِثْلَ مَا

يَرَى الرَّجُلُ فَأَنْزَلَتْ أَنَّ عَلَيْهَا الْغُسْلَ، وَبِهٖ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ .

''اکثر فقہا کا مذہب ہے کہ اگر عورت خواب میں وہ کچھ دیکھے، جو مرد دیکھتا ہے اور اس کا انزال ہو جائے، تو اس پر بھی غسل ہے، یہ مذہب امام سفیان ثوری اور امام شافعی رحمہما اللہ کا بھی ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 122)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى وُجُوبِ الْغُسْلِ بِخُرُوجِ الْمَنِيِّ وَلَا فَرْقَ عِنْدَنَا بَيْنَ خُرُوجِهٖ بِجِمَاعٍ أَوِ احْتِلَامٍ ...... وَسَوَاءٌ خَرَجَ فِي النَّوْمِ أَوِ الْيَقَظَةِ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ منی خارج ہونے سے غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ جماع سے خارج ہو یا احتلام سے۔...... نیز نیند میں خارج ہو، یا بیداری میں، خواہ مرد ہو یا عورت۔''

(المَجموع : 139/2)

سوال: مزاروں اور خانقاہوں پر بچوں کے سر منڈوانا کیسا ہے؟

جواب: بعض لوگ بچوں کو مزاروں، مقبروں اور خانقاہوں پر لے جا کر ان کے سر کے بال منڈاتے ہیں، بزرگوں کے نام پر بالوں کی لٹ چھوڑ دیتے ہیں، یہ واضح شرک ہے، نیز ممنوع و حرام بھی ہے، کیوں کہ یہ قزع کی صورت بنتی ہے۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) سر منڈوانے کی ایک ناجائز اور

حرام صورت یوں بیان کرتے ہیں:

حَلْقُهٗ عَلٰى وَجْهِ التَّعَبُّدِ وَالتَّدَيُّنِ وَالزُّهْدِ؛ مِنْ غَيْرِ حَجٍّ وَّلَا عُمْرَةٍ مِّثْلَ مَا يَأْمُرُ بَعْضُ النَّاسِ التَّائِبَ إِذَا تَابَ بِحَلْقِ رَأْسِهٖ وَمِثْلَ أَنْ يُّجْعَلَ حَلْقُ الرَّأْسِ شِعَارَ أَهْلِ النُّسُكِ وَالدِّينِ؛ أَوْ مِنْ تَمَامِ الزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ أَوْ يُجْعَلَ مَنْ يَّحْلِقُ رَأْسَهٗ أَفْضَلَ مِمَّنْ لَّمْ يَحْلِقْهُ أَوْ أَدْيَنَ أَوْ أَزْهَدَ أَوْ أَنْ يُّقَصَّرَ مِنْ شَعْرِ التَّائِبِ كَمَا يَفْعَلُ بَعْضُ الْمُنْتَسِبِينَ إِلَى الْمَشْيَخَةِ إِذَا تُوْبَ أَحَدًا أَنْ يَّقُصَّ بَعْضَ شَعْرِهٖ وَيُعَيِّنُ الشَّيْخُ صَاحِبَ مِقَصٍّ وَسَجَّادَةٍ؛ فَيَجْعَلُ صَلَاتَهٗ عَلَى السَّجَّادَةِ وَقَصَّهٗ رُءُ وسَ النَّاسِ مِنْ تَمَامِ الْمَشْيَخَةِ الَّتِي يَصْلُحُ بِهَا أَنْ يَّكُونَ قُدْوَةً يَّتُوبُ لِلتَّائِبِينَ فَهٰذَا بِدْعَةٌ لَّمْ يَأْمُرِ اللّٰهُ بِهَا وَلَا رَسُولُهٗ؛ وَلَيْسَتْ وَاجِبَةً وَّلَا مُسْتَحَبَّةً عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْ أَئِمَّةِ الدِّينِ؛ وَلَا فَعَلَهَا أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِّإِحْسَانٍ وَّلَا شُيُوخِ الْمُسْلِمِينَ الْمَشْهُورِينَ بِالزُّهْدِ وَالْعِبَادَةِ لَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ وَلَا تَابِعِيهِمْ وَمَنْ بَّعْدَهُمْ مِّثْلُ الْفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ؛ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ أَدْهَمَ؛ وَأَبِي سُلَيْمَانَ الدَّارَانِيِّ وَمَعْرُوفٍ الْكَرْخِيِّ وَأَحْمَد بْنِ أَبِي الْحِوَارِيِّ؛ وَالسَّرِيِّ السَّقَطِيِّ؛ والْجُنَيْدِ

بْنِ مُحَمَّدٍ وَّسَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ التُسْتَرِيِّ وَأَمْثَالِ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَكُنْ هٰؤُلَاءِ يَقُصُّونَ شَعْرَ أَحَدٍ إِذَا تَابَ وَلَا يَأْمُرُونَ التَّائِبَ أَنْ يَّحْلِقَ رَأْسَهُ، وَقَدْ أَسْلَمَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَمْ يَكُنْ يَّأْمُرُهُمْ بِحَلْقِ رُءُوسِهِمْ إِذَا أَسْلَمُوا وَلَا قَصَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَ أَحَدٍ .

''حج وعمرہ کے علاوہ نیکی، دینداری اور زہد سمجھ کر سر منڈوانا ممنوع وحرام ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ توبہ کرنے والے کو سر منڈوانے کا کہتے ہیں۔ یا سر منڈوانا اللہ والوں کا شعار و معیار قرار دینا یا زہد و عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھنا یا اسے دوسروں سے افضل، دیندار اور زاہد سمجھنا یا گناہ سے تائب ہونے والے کے کچھ بال کاٹ دینا، جیسا کہ بزرگوں کی طرف منسوب بعض لوگوں کا وطیرہ ہے کہ جب کسی کو توبہ کرواتے ہیں، تو اس کے کچھ بال کاٹ دیتے ہیں اور بزرگ صاحب کاٹنے والے اور جائے نماز کا تعین بھی کرتے ہیں۔ وہ نماز اس مصلے پر ادا کرتا ہے اور اس کے بال بزرگی کی تکمیل کے لیے سب کے سامنے کاٹے جاتے ہیں، تاکہ توبہ کرنے والوں کے لیے نمونہ بن جائے۔ یہ تو صریح بدعت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی ائمہ دین کے ہاں اس کے واجب، یا مستحب ہونے کی کوئی حیثیت ہے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور زہد و تقوی سے مزین شیوخ المسلمین نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ ایسا کوئی نہ صحابہ میں تھا، نہ ہی تابعین و اتباع تابعین میں۔ جیسا کہ فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، ابوسلیمان دارانی، معروف کرخی، سری سقطی، جنید بن محمد اور

سہل بن عبداللہ تستری وغیرہم رحمہم اللہ گناہ سے توبہ کرتے ہوئے بال نہیں کاٹتے تھے اور نہ کسی توبہ کرنے والے کو کاٹنے کا کہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا عرب مسلمان ہو کر تائب ہوا، لیکن آپ نے انہیں اپنے بال کاٹنے کا نہیں کہا اور نہ ہی خود کسی کے بال کاٹے۔''

(مجموع الفتاویٰ: 21/117-119)

❁ امام بریلویت، احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں، اس میعاد تک کتنے ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں، پھر میعاد گزار کر مزار پر لے جا کر وہ بال اتارتی ہیں، تو یہ ضرور محض بے اصل و بدعت ہے۔''

(فتاوی افریقہ، ص 73)

سوال: محرم کی مجلسوں میں غم حسین رضی اللہ عنہ میں سر منڈوانا کیسا ہے؟

جواب: مصیبت کے وقت سر منڈوانا کبیرہ گناہ ہے، جیسا کہ بعض لوگ محرم میں غم حسین رضی اللہ عنہ میں سر کے بال منڈوا لیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا عمل ہے۔ مومنوں کو چاہیے کہ وہ مصائب و آلام میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کریں۔

❁ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیماری کی حالت میں کہا تھا:

أَنَا بَرِيءٌ مِّمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ.

”جس سے رسول اللہ ﷺ بری ہیں، میں بھی اس سے بری ہوں، رسول اللہ ﷺ مصیبت کے وقت بین اور واویلہ کرنے والی، سر منڈوانے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہیں۔“

(صحیح البخاري : 1296، صحیح مسلم : 104)

سوال: کیا غسل کے وقت قبلہ رخ ہونا ممنوع ہے؟

جواب: ممانعت یا کراہت پر کوئی دلیل معلوم نہیں۔

سوال: کیا دوران غسل بولنا ممنوع ہے؟

جواب: دوران غسل بولنے میں کوئی حرج نہیں، ممانعت کے لیے دلیل چاہیے۔

سوال: کیا مذی اور ودی کے خارج ہونے پر غسل ہے؟

جواب: مذی اور ودی کے خارج ہونے پر غسل نہیں، بلکہ وضو ہے۔

✿ علامہ شرنبلالی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّہٗ لَا یَجِبُ الْغُسْلُ بِخُرُوجِ الْمَذْيِ وَالْوَدْيِ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی کے خروج پر غسل واجب نہیں ہے۔“

(مَراقي الفلاح، ص 44)

ان کے خروج پر وضو ہے۔

✿ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعُھُمْ عَلٰى أَنَّ الْمَذْيَ وَالْوَدْيَ فِیھِمَا الْوُضُوءُ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ مذی اور ودی (کے خروج) پر وضو ہے۔“

(الاستذکار : 157/1)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ يَّسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ، فَسَأَلَ فَقَالَ: تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ.

''مجھے بہت زیادہ مذی آتی تھی، تو چونکہ میرے گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں، اس لیے میں نے ایک صحابی (مقداد رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے سوال کرے، تو انہوں نے سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: وضو کیجئے اور اپنی شرمگاہ کو دھو لیجئے۔''

(صحيح البخاري: 269، صحيح مسلم: 303)

❁ سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا الْمَاءُ بَعْدَ الْمَاءِ فَهُوَ الْمَذْيُ، وَكُلُّ فَحْلٍ يُمْذِي فَتَغْسِلُ مِنْ ذٰلِكَ فَرْجَكَ وَأُنْثَيَيْكَ وَتَوَضَّأْ وُضُوئَكَ لِلصَّلَاةِ.

''جس پانی کے بعد منی نکلتی ہے، اسے مذی کہتے ہیں اور ہر جوان کو مذی آتی ہے، چنانچہ ایسی کیفیت میں آپ شرمگاہ اور خصیتین کو دھو لیا کریں اور نماز والا وضو کر لیا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد: 342/4، سنن أبي داوٗد: 211، سنن التّرمذي: 133، سنن ابن ماجه: 651، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مذی کی بہت شدت پاتا

تھا اور اکثر اس سے غسل کرتا، میں نے اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا يُجْزِيكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوءُ .

''وضو کافی ہے۔''

(سنن أبي داود : 210، سنن التّرمذي : 115، سنن ابن ماجه : 506، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۹۱) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۰۳) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا جنبی قرآن کا فارسی ترجمہ پڑھ سکتا ہے؟

جواب: قرآن کے ترجمہ کا حکم قرآن والا نہیں ہے، جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا، البتہ ترجمہ پڑھ سکتا ہے۔

❀ بعض نے لکھا ہے:

لَوْ كَانَ الْقُرْآنُ مَكْتُوبًا بِالْفَارِسِيَّةِ يُكْرَهُ لَهُمْ (الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ) مَسُّهٗ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا عِنْدَهُمَا عَلَى الصَّحِيحِ .

''قرآن فارسی میں لکھا ہو تو جنبی اور حائضہ کے لیے اس کا چھونا بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے، صحیح قول کے مطابق محمد بن حسن شیبانی اور قاضی ابو یوسف کا بھی یہی فتوی ہے۔''

(الفتاوی الهندیّة، المعروف به فتاوی عالمگیری: 39/1، فتاوی قاضی خان: 86/1)

امت مسلمہ عربی قرآن کے علاوہ کسی قرآن سے واقف نہیں۔ اس کے باوجود قرآنِ کریم کے متعلق گم راہ کن عقیدہ عام کیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قرآنِ کریم

اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام نہیں بلکہ مجازی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کلام کیا ہے، وہ صوت اور حروف پر مشتمل نہیں۔

سوال: کیا جنبی قرآن کریم کی طرف دیکھ سکتا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، جنبی کے لیے صرف قرآن پڑھنا اور پکڑنا ممنوع ہے، دیکھنا ممنوع نہیں ہے۔

سوال: کیا جنبی قرآنی تعویذ پہن سکتا ہے؟

جواب: اگر تعویذ کسی چمڑے وغیرہ میں لپیٹا ہوا ہے، تو پہنا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا جنبی مسائل شرعیہ کی کتابیں پڑھ سکتا ہے؟

جواب: پڑھ سکتا ہے۔

سوال: کیا جنبی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ سکتا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا جنبی دم کے لیے سورت فاتحہ کی تلاوت کر سکتا ہے؟

جواب: سورت فاتحہ قرآن ہے، جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا۔

سوال: کیا جنبی سورت حشر کی آخری آیات، جن میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا ذکر ہے، کی تلاوت کر سکتا ہے؟

جواب: جنبی تلاوت نہیں کر سکتا۔

سوال: کیا بے وضو شخص زبانی تلاوت کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، کر سکتا ہے۔

سوال: کیا گالی نکالنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: گالی کی حرمت اور قباحت اپنی جگہ، مگر اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: جنبی کے لیے طواف کا کیا حکم ہے؟

جواب: جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، طواف کعبہ تو بالا ولیٰ نہیں کر سکتا۔

سوال: کیا جنبی صفا اور مروہ کی سعی کر سکتا ہے؟

جواب: جنبی صفا اور مروہ کی سعی کر سکتا۔ یہی حکم حیض اور نفاس والی عورت کا ہے۔

سوال: اگر کوئی جن آدمی کی شکل دھار کر آیا اور اس نے عورت سے جماع کیا، تو کیا غسل واجب ہوگا؟

جواب: اگر ایسا ہو جائے، تو غسل واجب ہوگا۔

سوال: کھڑے پانی میں غسل جنابت کا کیا حکم ہے؟

جواب: کھڑے پانی میں غسل جنابت سے منع کیا گیا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَغْتَسِلْ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ، فَقَالَ : كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ : يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا .

”کوئی کھڑے پانی میں غسل جنابت نہ کرے۔ ابو سائب رحمہ اللہ نے پوچھا: ابو ہریرہ! پھر وہ کیسے غسل کرے؟ فرمایا: ہاتھوں سے پانی لے کر نہائے۔“

(صحیح مسلم : 283)

سوال: کیا بیوی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، بیوی کے بچے پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالْقَدَحِ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ، زَادَ مَحْمُودٌ : وَهُوَ الْفَرَقُ .

”رسول اللہ ﷺ (کم سے کم) ایک پیالہ (پانی) سے غسل کرلیا کرتے تھے، نیز میں اور آپ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرلیا کرتے تھے۔محمود کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ پیالہ ایک فرق (تین صاع) کے برابر تھا۔“

(صحيح البخاري : 250، صحيح مسلم : 319، المنتقى لابن الجارود : 57)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ فَنَحْمِلُ الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهٖ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحَلَالُ مَيْتَتُهٗ .

”ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! ہم سمندری سفر کرتے وقت اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اگر اس سے وضو کریں، تو پیاسے رہ جاتے ہیں۔کیا ہم سمندری پانی سے وضو کرلیا کریں؟ فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 361/2، موطأ الإمام مالك : 22/1، سنن أبي داوٗد : 83، سنن النّسائي : 59، سنن التّرمذي : 69، سنن ابن ماجه : 386-3246)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“، امام

ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۱۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۳)، حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر لابن حجر: ۱/۱۰) حافظ بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ: ۲/۵۶، ح: ۲۸۱) اور حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۱/۸۲) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (الاوسط: ۱/ ۲۴۷) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

❁ علامہ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ مُتَّصِلٌ ثَابِتٌ. ''اس کی سند متصل، ثابت ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير :346/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ جَلِيلٌ. ''یہ حدیث صحیح اور جلیل القدر ہے۔''

(البدر المُنير :348/1)

سوال: کیا جنبی عرفات میں وقوف کرسکتا ہے؟

جواب: کرسکتا ہے۔

سوال: کیا حالت جنابت میں تورات وغیرہ کو چھونا جائز ہے؟

جواب: قرآن کریم کے علاوہ تمام آسمانی کتب میں تغیر وتبدل ہو چکا ہے، وہ اپنی اصل حالت میں موجود نہیں، لہٰذا اسے چھوتے وقت طہارت ضروری نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا دھوپ میں گرم ہونے والا پانی استعمال کرنے سے برص کی بیماری لاحق ہوسکتی ہے؟

جواب: ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْمَاءِ الْمُشَمَّسِ شَيْءٌ يَصِحُّ مُسْنَدٌ.

”ماءِ مشمس کے بارے میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔“

(الضّعفاء الكبير : 176/2)

سوال: کیا وضو اور غسل میں استعمال ہونے والے پانی کا حکم ایک ہی ہے؟

جواب: وضو اور غسل میں پانی کا حکم ایک ہے، جو پانی وضو کے لیے جائز ہے، وہ غسل کے لیے بھی جائز ہے اور جس پانی سے وضو نہیں ہوسکتا، اس سے غسل بھی نہیں کیا جاسکتا۔

سوال: اُولے کے پانی سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: اُولے کا پانی پاک ہے، اس سے وضو و غسل جائز ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تکبیر کہتے تو قرات سے پہلے ایک لمحہ خاموش رہتے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ قربان، آپ خاموشی کے وقفے میں کیا پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: میں یہ دعا پڑھتا ہوں:

اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ .

''یا اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال، جتنی مشرق اور مغرب میں ہے، یا اللہ! مجھے گناہوں سے یوں پاک کر، جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے، اللہ! میری خطائیں برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔''

(صحيح البخاري : 744؛ صحيح مسلم : 598)

دعا میں اولے سے طہارت کا ذکر ہے، جو اس کے پاک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: کیا بیری کے پتوں والے پانی سے وضو جائز ہے؟

جواب: بیری کے پتوں والے پانی سے وضو جائز ہے، جب بیری کے پتوں والے پانی سے غسل جائز ہے، تو وضو بھی جائز ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک صحابی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ میں کھڑے تھے کہ اچانک اپنی سواری سے گر گئے اور موقع پر ہی فوت ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیں۔''

(صحيح البخاري : 1266، صحيح مسلم : 1206)

❀ سیدہ امِ عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فوت ہوئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات سے فرمایا:

اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، إِنْ رَأَيْتُنَّ، بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ .

”انہیں پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ تین یا پانچ یا ضروری سمجھیں تو اس سے بھی زیادہ دفعہ غسل دیں۔“

(صحيح البخاري : 1253، صحيح مسلم : 939)

وضو اور غسل کے پانی کا حکم ایک ہی ہے۔

سوال: بہتے پانی میں نجاست گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: بہتا پانی پاک ہے، اس میں نجاست گر جائے، تو جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی وصف تبدیل نہ ہو، وہ پانی پاک ہے، اس سے وضو اور غسل کیا جا سکتا ہے۔ جب کوئی وصف بدل جائے، تو اس پر ناپاک ہونے کا حکم آئے گا، اس سے وضو یا غسل جائز نہیں۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کے متعلق سوال ہوا، جس پر جانور اور درندے وارد ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، تو (گندگی گرنے سے جب تک اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے) ناپاک نہیں ہوتا۔“

(مسند أحمد : 26/2، سنن أبي داود : 63، سنن النسائي : 52، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۳۲۔۱۳۳) نے امام بخاری و امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ امام طبری رحمہ اللہ نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس]: 736/2)

اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اگر کھڑے پانی کی مقدار دو مٹکے ہو، تو گندگی گرنے سے تب تک ناپاک نہ ہوگا، جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ قائم ہیں، جب اوصاف ثلاثہ کے قائم رہنے کی صورت میں کھڑے پانی کا یہ حکم ہے، تو بہتا پانی بالاولیٰ پاک ہے۔

سوال: جس پانی کے نجس ہونے کا شک ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی میں اصل پاک ہونا ہے، لہٰذا جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو جائے، پانی پاک رہے گا، شک کی بنا پر نجاست کا حکم نہیں لگے گا، کیونکہ شک سے یقین کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: ایک بہتی ندی میں مردہ جانور پڑا ہے، تو پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے، جب تک ندی کے پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ اصلی حالت میں برقرار رہے۔

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، تو (گندگی گرنے سے جب تک اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(مسند الإمام أحمد: 26/2، سنن أبي داود: 63، واللّفظ لهٗ، سنن النسائي: 52)

جواب: حدیث صحیح ہے۔ اسے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ

(۱۲۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۳۲۔۱۳۳) نے امام بخاری وامام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

۞ امام طبری رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(تہذیب الآثار [مسند ابن عباس]: 736/2)

اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ علامہ رافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

أَلْأَكْثَرُونَ صَحَّحُوا الرِّوَايَتَيْنِ جَمِيعًا، وَقَالُوا إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ، وَعُبَيْدَ اللّٰهِ رَوَيَاهُ عَنْ أَبِيهِمَا .

''اکثر محدثین ان دونوں روایات کو صحیح کہتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ عبداللہ اور عبیداللہ دونوں نے یہ حدیث اپنے والد سے بیان کی ہے۔''

(البدر المنیر :409/1)

۞ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ الْقُلَّتَيْنِ فَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلٰى أَنَّهٗ حَدِيثٌ حَسَنٌ يُحْتَجُّ بِهٖ .

''قلتین والی حدیث کے متعلق اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حسن اور قابل حجت ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ :41/21)

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَفٰى شَاهِدًا عَلٰى صِحَّتِهٖ أَنَّ نُجُومَ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ قَدْ

صَحَّحُوهُ وَقَالُوا بِهٖ وَهُمُ الْقُدْوَةُ وَعَلَيْهِمُ الْمُعَوَّلُ فِي هٰذَا الْبَابِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ گواہی کافی ہے کہ زمینی ستاروں کے جیسے محدثین نے اسے صحیح کہا ہے اور اس کے مطابق مذہب بنایا ہے، یہ محدثین قدوہ ہیں اور احکام ومسائل میں انہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔''

(معالم السنن :36/1)

❁ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

''یہ سند مسلم کی شرط پر ہے۔''

(التلخيص الحبير لابن حجر :36/1)

❁ امام طحاوی حنفی نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(شرح معاني الآثار :16/1)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ ثَابِتٌ، لَا مَغْمَزَ فِيهِ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس میں کوئی ضعف نہیں۔''

(المحلّٰى بالآثار :151/1)

❁ حافظ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

''یہ حدیث حسن ہے۔''

(الأباطيل :321)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ حَسَنٌ ثَابِتٌ .

''یہ حدیث حسن ثابت ہے۔''

(المجموع شرح المهذب :112/1)

❁ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(الأحكام الوسطى :155/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ ثَابِتٌ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے۔''

(البدر المنير :404/1)

❁ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا لِطَعْنٍ فِي مَتْنِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّهٗ فِي نَفْسِهٖ حَدِيثٌ مَّشْهُورٌ، مَعْمُولٌ بِهٖ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ مُعَدَّلُونَ، وَلَيْسَ هٰذَا الْاِخْتِلَافُ مِمَّا يُوْهِنُهٗ، لِأَنَّهٗ يَكُونُ قَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ، أَبْنَاءُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَعًا .

''اس حدیث کے متن میں کوئی طعن نہیں، کیونکہ یہ مشہور اور قابل عمل حدیث ہے۔ اس کے رواۃ ثقہ اور عادل ہیں۔ (سند کا) یہ اختلاف موجب ضعف نہیں، کیونکہ اس حدیث کو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دو بیٹوں عبداللہ اور عبید اللہ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے۔''

(الشافي في شرح مسند الشافعي :80/1)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(طبقات الشافعية الكبرىٰ للسّبكي :245/2)

❁ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(حجة اللّٰه البالغة :253/1)

❁ حافظ علائی رحمہ اللہ اضطراب کے ردو جواب میں فرماتے ہیں:

نَعْلَمُ بِهٰذَا أَنَّ الرَّاوِيَ الْوَاحِدَ إِذَا كَانَ ضَابِطًا مُّتْقِنًا، وَرَوَى الْحَدِيْثَيْنِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ فِيهِمَا؛ أَنَّ كُلًّا مِّنْهُمَا صَحِيحٌ .

''ہم یہ اصول جانتے ہیں کہ ایک ضابط اور متقن راوی دو مختلف سندوں سے دو حدیثیں بیان کرے، تو وہ دونوں صحیح ہوتی ہیں۔''

(جزء في تصحيح حديث القلتين والكلام على أسانيده، ص 35)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَدَارُهٗ عَلَى الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، فَقِيلَ : عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَقِيلَ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَتَارَةً عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَتَارَةً عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَالْجَوَابُ أَنَّ هٰذَا لَيْسَ اضْطِرَابًا قَادِحًا فَإِنَّهٗ عَلٰى تَقْدِيرِ أَنْ يَّكُونَ الْجَمِيعُ مَحْفُوظًا انْتِقَالٌ مِنْ ثِقَةٍ إِلٰى ثِقَةٍ وَعِنْدَ التَّحْقِيقِ؛ اَلصَّوَابُ أَنَّهٗ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

الْمُكَبَّرِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْمُصَغَّرِ وَمَنْ رَوَاهُ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فَقَدْ وَهِمَ .

”سند کا مدار ولید بن کثیر پر ہے، ولید ایک سند میں محمد بن جعفر بن زبیر سے بیان کرتا ہے، دوسری میں محمد بن عباد بن جعفر سے، کبھی عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر سے، تو کبھی عبداللہ بن عبداللہ بن عمر سے۔ جواب یہ ہے کہ یہ ایسا اضطراب نہیں کہ جو حدیث میں جرح کا موجب ہو، کیونکہ ممکن ہے کہ تمام روایات ہی محفوظ ہوں اور ایک ثقہ سے روایت کرنے کے بعد وہی روایت دوسرے ثقہ راوی سے بھی کر دی۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ اس روایت کو ولید بن کثیر نے محمد بن عباد بن جعفر عن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر المکبر کی سند سے بیان کیا ہے، اسی طرح محمد بن جعفر بن زبیر عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر المصغر کی سند سے روایت کیا ہے۔ جس نے بھی اس کے برعکس بیان کیا، وہ وہم ہے۔“

(التّلخیص الحبیر: 36/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْقُلَّتَيْنِ حَسَنٌ، صَحَّحَهُ الْحُفَّاظُ وَحَسَّنُوهُ، وَالرِّوَايَةُ الْأَخِيرَةُ: إِذَا كَانَ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهٗ لَا يُنَجَّسُ، صَحِيحَةٌ، قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: إِسْنَادُهَا جَيِّدٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ: صَحِيحٌ، وَلَا تُقْبَلُ دَعْوٰى مَنِ ادَّعَى اضْطِرَابَهٗ، وَعَلَى الْحَدِيثُ اعْتِرَاضَاتٌ

عَنْهَا أَجْوِبَةٌ صَحِيحَةٌ مَّشْهُورَةٌ .

”حدیث قلتین حسن ہے، اسے حفاظ نے صحیح اور حسن کہا ہے۔ دوسری روایت: ”جب پانی دو قلے ہو تو نجس نہیں ہوتا۔“ بھی ”صحیح“ ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ”جید“ ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔ جو شخص اس حدیث کے مضطرب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی۔ اس حدیث پر اور بھی اعتراضات کیے گئے ہیں، جن کے درست اور مشہور جوابات دیے جا چکے ہیں۔“

(الإيجاز في شرح سنن أبي داود، ص 282-283)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ حکم بن سفیان ثقفی سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ يَتَوَضَّأُ وَيَنْتَضِحُ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے، تو وضو کرتے اور (بعد میں شرمگاہ پر) چھینٹے مارتے۔“

(سنن أبي داود : 166، السّنن الكبرى للنّسائي : 134)

جواب: یہ حدیث مضطرب (ضعیف) ہے۔ حکم بن سفیان یا سفیان بن حکم ثقفی کو قاضی شریک، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابو حاتم، امام علی ابن المدینی اور حافظ ابن القطان فاسی وغیرہم رحمہم اللہ نے تابعی شمار کیا ہے۔ جبکہ امام ابو زرعہ اور حافظ ابن عبد البر رحمہما اللہ سمیت بعض اہل علم اسے صحابی سمجھتے ہیں۔

اضطراب کی صورت یہ ہے کہ بعض رواۃ اس حدیث کو حکم بن سفیان عن النبی کی سند

سے ذکر کرتے ہیں اور بعض رواۃ حکم بن سفیان عن ابیہ عن النبی کی سند سے ذکر کرتے ہیں۔ دونوں میں شدید اضطراب ہے، ترجیح کی کوئی صورت نہیں۔

اہل علم کی تحقیق:

اس حدیث کے متعلق اہل علم کے اقوال ملاحظہ ہوں؛

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِضْطَرَبُوا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث میں رواۃ اضطراب کا شکار ہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 50)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهٗ مُضْطَرِبٌ . ''حکم بن سفیان کی حدیث مضطرب ہے۔''

(الكاشف : 1176)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ اخْتِلَافٌ كَثِيرٌ عَلٰى مُجَاهِدٍ، وَقَدْ أُعِلَّ بِالْاِضْطِرَابِ .

''اس حدیث میں مجاہد پر (راویوں کا) کثیر اختلاف ہے۔ اس حدیث میں (ضعف کا) سبب اضطراب قرار دیا گیا ہے۔'' (اتّحاف المَهَرة : 4/315)

❀ نیز فرمایا:

فِي حَدِيثِهِ اضْطِرَابٌ . ''حکم بن سفیان کی حدیث میں اضطراب ہے۔''

(تقريب التّهذيب : 1442)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کی فصل میں ذکر کیا ہے۔

(خلاصة الأحكام :123/1)

❀ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يَصِحُّ مَتْنُهُ لِأَنَّ فِيهِ اضْطِرَابًا كَثِيرًا .

''اس حدیث کا متن ثابت نہیں، کیونکہ اس میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔''

(تمام المنّة، ص 66)

نوٹ:

وضو کے بعد شرمگاہ یا کپڑے پر چھینٹے مارنے کے متعلق مرفوع روایات ثابت نہیں، البتہ بعض صحابہ اور تابعین وغیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے، لہٰذا اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

سوال: اگر نابالغ کنوئیں سے پانی بھر کر لائے، تو کیا اس سے وضو کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے، کوئی وجہ کراہت یا حرمت معلوم نہیں ہوتی۔

سوال: جو پانی نجاست گرنے سے ناپاک ہو گیا، کیا وہ جانوروں کو پلایا جا سکتا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، پلایا جا سکتا ہے۔

سوال: جس کافر کی مونچھیں بڑھی ہوئی ہوں، اس نے برتن کو منہ لگا کر پیا کہ مونچھیں پانی میں لگ رہی ہیں، کیا اس کا جھوٹا پانی پاک ہے؟

جواب: اس کا جھوٹا پانی پاک ہے، مونچھیں بڑھانا جائز نہیں، مگر اس سے برتن کی بچی ہوئی شے ناپاک نہیں ہوتی۔

سوال: غیر مسلم عورت کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: پاک ہے۔

سوال: پیر یا بزرگ کے جھوٹے کو بطور تبرک تناول کرنا کیسا ہے؟

(جواب): تبرک صرف انبیا کے ساتھ خاص ہے، غیر نبی کی کسی چیز سے تبرک لینا جائز نہیں، صحابہ کرام نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے آثار سے تبرک لیتے تھے، کسی صحابی یا تابعی نے کسی صحابی سے یا اُن کے آثار سے تبرک نہیں لیا، اسی طرح اسلاف اُمت میں سے کسی نے دوسرے سے تبرک نہیں لیا۔

غیر نبی کے جھوٹے سے تبرک لینا بدعت ہے، اس نظریے کا وجود خیر القرون میں نہیں ملتا، یہ بعد میں جاری ہوا۔ اگر غیر نبی کے جھوٹے سے تبرک لینا جائز ہوتا، تو اسلاف اُمت ایسا ضرور کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر علما اور صلحا کی عزت و تکریم کرنے والے تھے۔

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (790ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ بَعْدَ مَوْتِهٖ لَمْ يَقَعْ مِنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى مَنْ خَلْفَهٗ، إِذْ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ فِي الْأُمَّةِ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَهُوَ كَانَ خَلِيفَتَهٗ، وَلَمْ يُفْعَلْ بِهٖ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ، وَلَا عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ كَانَ أَفْضَلَ الْأُمَّةِ بَعْدَهٗ، ثُمَّ كَذٰلِكَ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ، ثُمَّ سَائِرُ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ لَا أَحَدٌ أَفْضَلُ مِنْهُمْ فِي الْأُمَّةِ، ثُمَّ لَمْ يَثْبُتْ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمْ مِّنْ طَرِيقٍ صَحِيحٍ مَّعْرُوفٍ أَنَّ مُتَبَرِّكًا تَبَرَّكَ بِهٖ عَلٰى أَحَدِ تِلْكَ الْوُجُوهِ أَوْ نَحْوِهَا، بَلِ اقْتَصَرُوا فِيهِمْ عَلَى الِاقْتِدَاءِ بِالْأَفْعَالِ وَالْأَقْوَالِ وَالسِّيَرِ الَّتِي اتَّبَعُوا فِيهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُوَ إِذًا

إِجْمَاعٌ مِّنْهُمْ عَلٰى تَرْكِ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ .

''صحابہ کرام نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے علاوہ کسی کے لیے یہ (تبرک) مقرر نہ کیا، کیونکہ آپ ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور آپ ﷺ کے بعد خلیفہ بھی تھے۔ان کے ساتھ اس طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا گیا۔نہ سیدنا عمر سے کوئی اس طرح کا تبرک لیا گیا۔ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سب سے افضل تھے، پھر سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام تھے، کسی صحابی کے بارے میں باسند صحیح ثابت نہیں کہ کسی صحابی یا تابعی نے ان کے ساتھ تبرک والا ایسا سلسلہ جاری کیا ہو، بلکہ انہوں (دیگر صحابہ و تابعین) نے نبی اکرم ﷺ کے اتباع پر مبنی اقوال و افعال اور طریقہ کار میں پہلوں کی پیروی پر اکتفا کیا، لہٰذا یہ ان کی طرف سے تبرک بالآثار کو ترک کرنے پر اجماع ہے۔'' (الاعتصام: 2/8-9)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) لکھتے ہیں:

كَذٰلِكَ التَّبَرُّكُ بِالْآثَارِ؛ فَإِنَّمَا كَانَ يَفْعَلُهُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَكُونُوا يَفْعَلُونَهُ مَعَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، وَلَا يَفْعَلُهُ التَّابِعُونَ مَعَ الصَّحَابَةِ مَعَ عُلُوِّ قَدْرِهِمْ .

''اسی طرح آثار کے ساتھ تبرک کا معاملہ ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے آثار کے ساتھ تبرک لیا کرتے تھے، لیکن آپس میں وہ ایسا نہیں کرتے تھے، نہ ہی تابعین کرام، صحابہ کرام کے آثار کے ساتھ تبرک لیتے تھے، حالانکہ ان کی

قدر ومنزلت بہت بلند تھی۔“

(الحِکَم الجدیدة، ص 55)

۞ علامہ، عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ (1285ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا مَا ادَّعَاهُ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ أَنَّهٗ يَجُوزُ التَّبَرُّكُ بِآثَارِ الصَّالِحِينَ؛ فَمَمْنُوعٌ مِّنْ وُّجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ مَعَ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا فِي حَيَاتِهٖ وَلَا بَعْدَ مَوْتِهٖ، وَلَوْ كَانَ خَيْرًا لَّسَبَقُونَا إِلَيْهِ، وَأَفْضَلُ الصَّحَابَةِ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَقَدْ شَهِدَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَنْ شَهِدَ لَهٗ بِالْجَنَّةِ، وَمَا فَعَلَهٗ أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مَعَ أَحَدٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ السَّادَةِ.

”بعض متاخرین جو صالحین کے آثار سے تبرک لینے (کے جواز) کا دعویٰ کرتے ہیں، تو یہ کئی وجہ سے ممنوع ہے؛ ایک تو اس لیے کہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے آثار سے تبرک نہیں لیتے تھے، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد۔ اگر یہ نیکی کا کام ہوتا، تو سلف ہم سے پہلے ضرور اس کام کو کر چکے ہوتے۔ صحابہ کرام میں سے بزرگ ترین ہستیاں ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم، جو ان صحابہ میں شامل تھے، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی، ان بزرگ ترین ہستیوں کے

آثار سے بھی کسی نے تبرک نہیں لیا۔''

(فتح المجید شرح کتاب التّوحید، ص 142)

✿ علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (1307ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَجُوزُ أَنْ يُّقَاسَ أَحَدٌ مِّنَ الْأُمَّةِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ ذٰلِكَ الَّذِي يَبْلُغُ شَأْنَهٗ؟ قَدْ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَالِ حَيَاتِهٖ خَصَائِصُ كَثِيرَةٌ، لَا يَصْلُحُ أَنْ يُّشَارِكَهٗ فِيهَا غَيْرُهٗ .

''امت میں کسی کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس کرنا جائز نہیں۔کون ہے جو آپ ﷺ کی شان کو پہنچ سکے؟ حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کو بہت سے خصائص حاصل تھے،جن میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔''

(الدّين الخالص : 250/2)

سوال: ماکول اللحم جانوروں اور پرندوں کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جن جانوروں اور پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا جھوٹا پاک ہے، اسے کھایا پیا جاسکتا ہے۔اس پر اجماع ہے۔

✿ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ سُؤْرَ مَا أُكِلَ لَحْمُهٗ طَاهِرٌ، وَيَجُوزُ شُرْبُهٗ وَالْوُضُوءُ بِهٖ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ ماکول اللحم (جانوروں اور پرندوں) کا جھوٹا پاک ہے،اسے پیا بھی جاسکتا ہے اوراس سے وضو بھی جائز ہے۔''

(الإجماع : 13)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ فَلَا خِلَافَ فِي أَنَّهُ طَاهِرٌ .

''ماکول اللحم (جانوروں اور پرندوں) کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(المحلّٰى : 137/1)

❁ علامہ ابن رشد قرطبی مالکی (۵۹۵ھ) لکھتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى طَهَارَةِ أَسْآرِ الْمُسْلِمِينَ، وَبَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور گھریلو جانوروں کا جھوٹا پاک ہے۔''

(بداية المجتهد : 34/1)

سوال: کیا جنبی کا جھوٹا پانی پاک ہے؟

جواب: جنبی کا جھوٹا پاک ہے، اسے پیا بھی جا سکتا ہے اور اس سے وضو و غسل بھی جائز ہے۔

سوال: یقینی پاک پانی کے ہوتے ہوئے، مشکوک پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس پانی کے پاک ہونے کا یقین ہو، اس سے وضو کرنا چاہیے۔

سوال: خچر اور گدھے کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: گدھے اور خچر کے جھوٹے کے متعلق اہل علم کی آراء مختلف ہیں، بعض اہل علم مکروہ سمجھتے ہیں، جبکہ بعض پاک خیال کرتے ہیں۔ جمہور اہل علم کے مطابق گدھے اور خچر کا جھوٹا پاک ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا سُؤْرُ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ فَأَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ يُجَوِّزُونَ التَّوَضُّؤَ بِهٖ .

''اکثر اہل علم کے مطابق خچر اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ:620/21)

سوال: کتے نے برتن کو باہر سے چاٹ لیا، کیا برتن کے اندر والا پانی پاک ہے؟

جواب: برتن کا بیرونی حصہ ناپاک ہو گیا، البتہ برتن کے اندر موجود پانی پاک ہے، اسے پیا جا سکتا ہے، اس سے وضو و غسل جائز ہے۔ برتن کے بیرونی حصے کو سات مرتبہ پانی سے دھویا جائے گا اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر صاف کیا جائے گا۔

سوال: گھوڑے کے جھوٹے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى بَأْسًا بِسُؤْرِ الْفَرَسِ .

''آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے کے جھوٹے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 319، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: گدھے اور خچر کے پسینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے، اگر کپڑے یا بدن کو لگ جائے، تو کوئی حرج نہیں۔ عہد نبوی میں گدھے اور خچر پر عام سواری کی جاتی تھی، سفر کی مشقت میں جانور کا پسینہ جسم اور کپڑے پر لگ جانا بعید نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے اور خچر کے پسینے کو دھونے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا ان کا پسینہ ناپاک نہیں۔

سوال: اگر ہاتھ کو بلی نے چاٹ لیا، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): بلی کا جھوٹا پاک ہے، اگر وہ ہاتھ چاٹ لے، تو کوئی حرج نہیں۔

❀ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی بہو، کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، تو انہوں نے انہیں وضو کے لیے پانی ڈال کر دیا۔ بلی آئی اور پینے لگی۔ انہوں نے اس کی طرف برتن جھکا دیا حتی کہ اس نے سیر ہو کر پی لیا، کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: آپ نے مجھے دیکھ کر کہ میں انہیں دیکھ رہی ہوں فرمایا: اے بھتیجی! کیا آپ تعجب کر رہی ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ (بلی) پلید نہیں ہے، کیوں کہ یہ تم پر گھومنے پھرنے والے مرد یا عورتوں میں سے ہے۔''

(موطأ الإمام مالك :1/23,22، مسند الإمام أحمد : 5/303-309، سنن أبي داوٗد : 75، سنن النّسائي : 68، سنن التّرمذي : 92، سنن ابن ماجه : 367، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۰۴)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۹۹)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۶۰) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے۔

(سوال): پانی میں رہنے والے جانور کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): سمندری جانور کہ جن کی زندگی پانی پر موقوف ہے، کا جھوٹا پاک ہے، کیونکہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

(سوال): شرابی کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شرابی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے۔

(سوال): مستعمل پانی اگر دوسرے پانی میں مل جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: مستعمل پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے، لہٰذا مستعمل پانی کے دوسرے پانی میں مل جانے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

سوال: بارش کے پانی سے ندی بن گئی، اس پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: بارش سے جو ندی بنی ہے، اس کا پانی پاک ہے، بشرطیکہ اس کا رنگ، بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہوا ہو۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾(الفرقان : ٤٨)

''ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ﴾(الأنفال : ١١)

''اس (اللہ) نے تم پر آسمان سے پانی برسایا، تاکہ اس سے تمہیں پاک کردے۔''

سوال: بہتے پانی میں درختوں کے پتے گر جائیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، پانی پاک ہے۔

سوال: کھڑے پانی میں درختوں کے پتے گرے اور پانی کا ذائقہ اور رنگ بدل گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے۔ دراصل رنگ، ذائقہ یا بو کے بدلنے سے پانی اس وقت ناپاک ہوگا، جب اس میں گندگی گرے، اگر کوئی پاک چیز گرے اور رنگ، ذائقہ یا بو بدل جائے، تو کوئی حرج نہیں، پانی پاک ہے، جیسا کہ درختوں کے پتے وغیرہ۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: تیمّم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: وضو یا غسل کے لیے پانی میسر نہ ہو، یا جسم پر پانی لگانا ممکن نہ ہو، تو تیمّم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى أَوْ عَلٰى سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (المائدة : ٦)

”اہل ایمان! نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے چہرہ دھولیں اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھولیں، سر کا مسح کریں اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھولیں، جنبی ہوں، تو غسل کرلیں، مریض ہوں، یا مسافر ہوں، قضائے حاجت سے فارغ

ہوں یا بیوی سے مباشرت کی ہو اور پانی میسر نہ ہو، تو پاک مٹی سے تیمّم کر لیں، چنانچہ چہرے اور ہاتھوں پر مٹی سے مسح کر لیں، اللہ آپ کو تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا، بل کہ یہ چاہتا ہے کہ آپ پاک ہو جائیں، وہ آپ پر اپنی نعمت تمام کرنا چاہتا ہے، تا کہ آپ شکر گزار بن جائیں۔''

ثابت ہوا کہ بیماری لگنے یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، تو تیمّم کر سکتا ہے۔ اس حکم میں جنبی، حائضہ اور نفاس والی بھی شامل ہے۔

سوال: تیمّم کر کے نماز پڑھی، پھر پانی مل گیا، ابھی نماز کا وقت باقی ہے، تو کیا وہ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھے گا؟

جواب: اسے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ تیمّم والی نماز صحیح ہے۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ، فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا، فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ، وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ، ثُمَّ أَتَيَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ: أَصَبْتَ السُّنَّةَ، وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ، وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ.

''دو آدمی سفر میں نکلے۔ نماز کا وقت ہوا، تو ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ دونوں نے پاک مٹی سے تیمّم کر کے نماز ادا کی، پھر نماز کے وقت ہی میں انہیں پانی مل

گیا۔ایک شخص نے تو وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھ لی، جبکہ دوسرے نے ایسا نہ کیا۔پھر دونوں (سفر سے واپسی پر) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ساری بات بتائی۔آپ ﷺ نے نماز نہ دوہرانے والے سے فرمایا: آپ صحیح طریقے پر چلے ہیں اور پہلی نماز ہی آپ کو کافی ہے۔وضو کر کے دوہرانے والے سے فرمایا: آپ کو دوہرا اجر مل گیا ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 338، سنن النسائي : 433، مسند الدارمي : 744، المستدرك للحاكم :1/286، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے شیخین کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تَيَمَّمَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى رَأْسِ مِيلٍ أَوْ مِيلَيْنِ مِنَ الْمَدِينَةِ، فَصَلَّى الْعَصْرِ، فَقَدِمَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، وَلَمْ يُعِدِ الصَّلَاةَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مدینہ سے ایک یا دو میل کی مسافت پر تیمّم کر کے عصر کی نماز ادا کی، پھر واپس (مدینہ) آ گئے،اس وقت سورج بلند ہی تھا،لیکن آپ رضی اللہ عنہما نے نماز نہیں دوہرائی۔''

(سنن الدّارقطني :1/86، المستدرك للحاكم :1/289، السنن الكبرٰى للبيهقي : 1/231، 233، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ فقہائے سبعہ (تابعین میں سے مدینہ منورہ کے سات فقہائے کرام،عروہ بن زبیر،سعید بن مسیّب،قاسم بن محمد بن ابوبکر، خارجہ بن زید، عبیداللہ بن عبد اللہ بن

عتبہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، سلیمان بن یسار رحمہم اللہ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَيَمَّمَ، فَصَلّٰى، ثُمَّ وَجَدَ الْمَاءَ فِي وَقْتٍ أَوْ فِي غَيْرِ وَقْتٍ، فَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ، وَيَتَوَضَّأُ لِمَا يَسْتَقْبِلُ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَيَغْتَسِلُ، وَالتَّيَمُّمُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَالْوُضُوءِ سَوَاءٌ.

''جس شخص نے تیمّم کر کے نماز ادا کی، پھر نماز کے وقت ہی میں پانی ملا یا وقت گزرنے پر، اس نماز کو دوہرانا ضروری نہیں۔ ہاں! آئندہ کی نمازوں کے لیے وضو اور غسل کرنا پڑے گا۔ جنابت اور بے وضو ہونے کے تیمّم کا ایک ہی حکم ہے۔''

(السنن الکبرٰی للبیهقي: 232/1، تاریخ ابن عساکر: 250/40، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: تیمّم کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: غسل اور وضو دونوں کے لیے تیمّم کا ایک ہی طریقہ ہے۔ نیت کریں ''بسم اللہ'' پڑھ کر پاک مٹی پر دونوں ہاتھ ماریں، پھر ہاتھوں کو جھاڑ کر یا پھونک کر چہرے اور ہتھیلیوں کی پشت پر ملیں۔

❁ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کی غرض سے بھیجا۔ میں جنبی ہو گیا، پانی نہ ملا، تو میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے لگا، جیسے کوئی جانور مٹی میں لوٹیں لگاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ، ثُمَّ تَنْفُخَ، ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ.

''آپ کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتے، انہیں

پھونک کر چہرے اور ہتھیلیوں پر پھیر لیتے۔''

(صحيح البخاري : 347، صحيح مسلم : 368، واللفظ لهٗ)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلٰى عَشْرِ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ.

''(تیمّم کی) پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے، اگرچہ وہ دس سال تک (تیمّم) کرتا رہے، پھر جب آپ کو پانی ملے، تو اس سے وضو یا غسل کریں، یہ بہتر ہے۔''

(سنن أبي داود : 332، سنن التّرمذي : 124)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن، صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۹۲)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۱۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۶۲۷) ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

ایوب سختیانی رحمہ اللہ والی سند میں رجل مبہم کی جگہ عمرو بن بجدان کا نام ذکر کرنا خطا اور وہم ہے۔

سوال: جس پر غسل واجب ہو، پانی میسر نہیں، تو وہ کیا کرے؟

جواب: وہ تیمّم کرلے اور نماز پڑھ لے، اس کے لیے ایک بار تیمّم کافی ہے، وضو کے لیے الگ سے تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى

بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُّعْتَزِلٌ لَّمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ : مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ؟ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ الطَّيِّبِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو (دیکھا) ایک آدمی الگ بیٹھا تھا، جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: فلاں! آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی؟ کہنے لگے: اللہ کے رسول! میں جنبی ہو گیا ہوں اور پانی دستیاب نہیں، فرمایا: مٹی استعمال کر لیں، یہی کافی ہے۔''

(صحيح البخاري : 344، صحيح مسلم : 682، المنتقى لابن الجارود : 122)

سوال: ایک شخص بیمار ہے، اسے خود محسوس ہوتا ہے کہ وضو کرنے سے اس کی بیماری بڑھتی ہے، کیا وہ اپنے تجربے کی بنا پر تیمّم کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، اگر اسے محسوس ہو کہ پانی کے استعمال سے اس کی بیماری میں اضافہ ہوتا ہے، تو اسے تیمّم کر لینا چاہیے۔

سوال: جس کے اکثر جسم پر چیچک نکلے ہوں اور اگر وہ پانی استعمال کرے، تو بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو، تو کیا وہ تیمّم کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔

سوال: سرد علاقہ میں ایک شخص بیمار ہے، اس پر غسل واجب ہے، گرم پانی کا بندوبست نہیں، اب اگر وہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرے، تو اسے بیماری کا اندیشہ ہے، اس

کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اسے تیمّم کر لینا چاہیے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا، أَجْنَبَ فِي شِتَاءٍ، فَسَأَلَ فَأُمِرَ بِالْغُسْلِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا لَهُمْ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ ثَلَاثًا قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ الصَّعِيدَ أَوْ التَّيَمُّمَ طَهُورًا.

''ایک آدمی سردی کے موسم میں جنبی ہو گیا۔ اس نے مسئلہ پوچھا، تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے غسل کیا، تو مر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کو برباد کرے، انہوں نے اسے مار ڈالا (یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی) اللہ نے مٹی یا تیمّم کو آپ کے لیے طہارت (پاکیزگی) کا ذریعہ بنایا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 380/1، سنن ابن ماجه: 572، سنن الدّارقطني: 190/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۲۸)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۷۳)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۱۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۱۶۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: اگر سر پر پانی ڈالنا مضر صحت ہو، تو کیا سر کے علاوہ باقی بدن دھو کر غسل کر سکتے ہیں؟

جواب: اگر سر پر پانی ڈالنا ضرر رساں ہے، تو غسل میں سر پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ اس

صورت میں تیمّم بھی کیا جا سکتا ہے، واللہ اعلم!

سوال: ایک شخص سفر پر ہے، اس کے پاس پینے کے لیے اتنا پانی ہے کہ اگر وہ اس سے وضو کرے، تو پیاسا رہ جائے گا اور اگر پینے کے لیے رکھے، تو وضو کے لیے پانی نہیں، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اسے چاہیے کہ پانی کو پینے کے رکھے اور اگر وضو کے لیے پانی میسر نہیں، تو جہاں نماز کا وقت ہو، تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔

سوال: نماز کا وقت ہوا، پانی نہ ملا، تیمّم کر کے نماز شروع کر دی، پھر دوران نماز معلوم ہوا کہ پانی مل گیا ہے، اب کیا کرے؟

جواب: وہ نماز جاری رکھے، اس کی نماز صحیح ہے، تیمّم وضو اور غسل کا بدل ہے۔

سوال: کیا تیمّم کرتے ہوئے دو ضربیں مارنا ثابت ہیں؟

جواب: نبی اکرم ﷺ سے تیمّم کا جو طریقہ ثابت ہے، وہ اس طرح ہے کہ مٹی پر دونوں ہاتھوں کو ایک ہی دفعہ مارا جائے، پھر ان میں پھونکنے کے بعد اپنے چہرے پر مسح کیا جائے، پھر دونوں ہاتھوں کی بیرونی جانب مسح کیا جائے۔

تیمّم میں دو مرتبہ ہاتھ کو زمین پر مارنا ثابت نہیں، اس بارے میں مروی روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں، ملاحظہ فرمائیں؛

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ضَرَبَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ، وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ، ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرٰى، فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ .

”نبی کریم ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو دیوار پر مارا اور انہیں چہرۂ مبارک پر پھیرا،

پھر دوسری دفعہ ہاتھوں کو دیوار پر مارا اور دونوں بازوؤں پر مسح فرمایا۔‘‘

(سنن أبي داوٗد: 330، سنن الدارقطني: 176/1، ح: 665، شرح معاني الآثار: 85/1)

سند ’’ضعیف‘‘ ہے، ابوعبداللہ، محمد بن ثابت عبدی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَكْثَرِ الْمُحَدِّثِينَ .

’’اکثر محدثین کے نزدیک یہ قوی نہیں۔‘‘

(خلاصة الأحكام: 217/1)

سیدنا ابوجُہیم رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

ضَرَبَ الْحَائِطَ بِيَدِهٖ ضَرْبَةً، فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهٗ، ثُمَّ ضَرَبَ أُخْرٰى، فَمَسَحَ بِهَا ذِرَاعَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ .

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار پر ایک ہاتھ مبارک مارا تو اپنے چہرۂ مبارک پر پھیر لیا، پھر دوسری مرتبہ دیوار پر ہاتھ مارا تو کہنیوں تک اپنے ہاتھوں پر مسح فرمایا۔‘‘

(سنن الدّارقطني: 674)

جھوٹی روایت ہے۔

① محمد بن خلف بن عبدالعزیز بن عثمان بن جبلہ کے حالات نہیں مل سکے۔

② ابو حاتم احمد بن حمدویہ بن جمیل بن مہران مروزی کے حالات زندگی پر آگاہی نہیں ہو سکی۔

③ ابوعصمہ نوح بن ابو مریم ’’متروک وکذاب‘‘ ہے۔

ابوعصمہ کی متابعت خارجہ بن مصعب ابوحجاج سرخسی نے کی ہے، یہ بھی جمہور کے

نزدیک ضعیف ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(طبقات المدلّسين، ص 54)

نیز فرماتے ہیں:

تَرَكَهُ الْجُمْهُورُ .

”اسے جمہور نے چھوڑ دیا تھا۔“

(نتائج الأفكار :262/1، كنز العمّال للهندي : 466/9، ح : 26990)

تنبیہ:

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پاس تشریف لائے، اپنے چہرۂ مبارک اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح فرمایا، پھر سلام کا جواب عنایت فرمایا۔“

(سنن الدارقطني :671)

اس روایت میں ذِرَاعَيْهِ (کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں) کے الفاظ ”منکر“ ہیں۔

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ، وَضَرْبَةٌ لِّلذِّرَاعَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ .

”تیمّم میں ایک ضرب (مٹی پر ہاتھ مارنا) چہرے کے لیے اور دوسری ضرب

کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔''

(سنن الدارقطني : 181/1، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 180/1، السنن الكبرٰى للبيهقي : 207/1)

سند ضعیف ہے، ابوالزبیر مکی مدلس ہیں، سماع کی صراحت نہیں کی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ، ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ، وَضَرْبَةٌ لِّلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنَ .

''تیمّم میں دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارا جاتا ہے؛ ایک دفعہ چہرے کے لیے اور دوسری دفعہ کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔''

(سنن الدّارقطني : 180/1، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 179/1، المُعجم الكبير للطّبراني : 3678)

سند سخت ضعیف ہے، علی بن ظبیان ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

تَيَمَّمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضَرْبَتَيْنِ، ضَرْبَةٍ لِّلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ، وَضَرْبَةٍ لِّلذِّرَاعَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ .

''ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر تیمّم کیا؛ ایک دفعہ چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے ہاتھ مارا اور دوسری دفعہ کہنیوں تک بازوؤں کے لیے۔''

(سنن الدّارقطني : 689)

سند سخت ضعیف ہے۔

① سلیمان بن ارقم ''متروک'' ہے۔

❀ حافظ سہیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو مَعَاذٍ سُلَيْمَانُ بْنُ أَرْقَمَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعٍ .

''ابومعاذ سلیمان بن ارقم کے بالا جماع ضعیف ہے۔''

(الروض الأنف : 112/7)

② امام زہری رحمہ اللہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ لِوَجْهِهِ ضَرْبَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرٰى، فَمَسَحَ بِهَا عَلٰى يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ .

''پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی پر ایک دفعہ اپنا دستِ مبارک چہرۂ مبارک پر مسح کے لیے مارا، پھر دوسری دفعہ کہنیوں تک ہاتھوں کے مسح کے لیے مٹی پر ہاتھ مارا۔''

(التّحقيق في مسائل الخلاف لابن الجَوزي : 269، نَصب الرّاية للزّيلعي :154/1)

سند ''ضعیف'' ہے، مثنیٰ بن صباح جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❀ حافظ ہیثمی فرماتے ہیں:

هُوَ مَتْرُوكٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

''جمہور کے نزدیک متروک ہے۔''

(مجمع الزوائد : 297/4)

تنبیہ:

الْمِرْفَقَيْن کے الفاظ سنن کبریٰ بیہقی سے نہیں ملے۔

❀ اسلع بن شریک سے مروی ہے:

ضَرَبَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ نَفَضَهُمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ،

ثُمَّ أَمَرَ عَلٰى لِحْيَتِہٖ، ثُمَّ أَعَادَهُمَا إِلَى الْأَرْضِ، فَمَسَحَ بِهِمَا الْأَرْضَ، ثُمَّ دَلَكَ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرٰى، ثُمَّ مَسَحَ ذِرَاعَيْهِ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا .

''نبی کریم ﷺ نے اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر مارا، انہیں جھاڑا، دونوں کو چہرۂ مبارک پر پھیرا اور داڑھی مبارک پر مسح کیا۔ پھر زمین پر ہاتھوں کو مارا، ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر پھیرا، پھر بازوؤں کے باہر اور اندر والے حصے پر مسح کیا۔''

(سنن الدّارقطني : 179/1، المُعجم الكبير للطّبراني : 876، السنن الكبرٰى للبيهقي :208/1)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① ربیع بن بدر جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② اس کا باپ بدر بن عمرو ''مجہول'' ہے۔

③ ربیع کا دادا عمرو بن جراد سعدی بھی مجہول ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیمّم کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ضَرْبَتَيْنِ؛ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِّلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ .

''تیمّم میں دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارے جائیں؛ ایک دفعہ چہرے کے لیے اور دوسری دفعہ کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔''

(سنن الدّارقطني : 181/1، مسند البزّار : 6088، المستدرك على الصّحيحين للحاكم :179/1-180)

روایت سخت ضعیف ہے۔سلیمان بن ابی داؤد کو جمہور نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

اس روایت کے بارے میں امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، وَسُلَيْمَانُ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ .

''یہ جھوٹی حدیث ہے اور اس کا راوی سلیمان ضعیف ہے۔''

(علل الحديث لابن أبي حاتم :54/1، ح : 137)

❀ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ، وَضَرْبَةٌ لِلْكَفَّيْنِ .

''تیمّم میں مٹی پر ایک ضرب چہرے کے لیے اور دوسری ہتھیلیوں کے لیے ہے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 245/8، ح : 7959)

روایت باطل ہے۔جعفر بن زبیر شامی ''متروک وکذاب'' ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي التَّيَمُّمِ ضَرْبَتَيْنِ؛ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ، وَضَرْبَةٌ لِّلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ .

''تیمّم میں دو ضربیں ہیں؛ ایک چہرے پر مسح کے لیے اور دوسری کہنیوں تک ہاتھوں کے مسح کے لیے۔''

(الكامل لابن عدي : 442/2، مسند البزّار : 240، المحلّٰى لابن حزم : 152/2)

سند ''ضعیف'' ہے۔حَرِیش بن خریت ضعیف ہے۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَرِيشُ بْنُ خِرِّيتٍ مُّتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''حریش بن خریت کے ضعیف ہونے پر (اکثر) محدثین کا اتفاق ہے۔''

(مِصباح الزُّجاجة في زوائد ابن ماجه :153/1)

یوں یہ روایت بھی ''ضعیف'' اور ''منکر'' ہے۔

الحاصل:

رسول اللہ ﷺ سے دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا ثابت نہیں، البتہ سلف کے بعض آثار سے ثابت ہے کہ تیمّم میں دو ضربیں بھی ماری جاسکتی ہیں۔

سوال: ایک شخص نے اسلام قبول کیا، وہ غسل کرنا چاہتا ہے، مگر پانی میسر نہیں، تو کیا وہ تیمّم کرسکتا ہے؟

جواب: قبول اسلام پر غسل مسنون ہے، جب پانی میسر نہیں، تو تیمّم اس کا قائم مقام ہوتا ہے، لہٰذا نومسلم تیمّم کرسکتا ہے۔

سوال: میت کو غسل دینے کے لیے پانی میسر نہیں، تو کیا تیمّم کرا کے دفن کر سکتے ہیں؟

جواب: تیمّم کرایا جاسکتا ہے۔

سوال: نماز کی نیت سے تیمّم کیا، کیا اسی تیمّم سے قرآن کریم کی تلاوت کی جاسکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: اگر جنبی نے قرآن کریم کی تلاوت کے لیے تیمّم کیا، کیا اسی تیمّم سے نفل نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: پڑھ سکتا ہے۔

سوال: کیا نماز عیدین کے لیے تیمّم کیا جاسکتا ہے؟

جواب: اگر پانی میسر نہیں یا پانی استعمال کرنا ممکن نہیں، تو نماز عیدین کے لیے بھی تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

سوال: جو شخص تیمّم نہیں کر سکتا، کیا اسے کوئی دوسرا تیمّم کروا سکتا ہے؟

جواب: کروا سکتا ہے۔ وضو، غسل یا تیمّم میں دوسروں سے مدد لی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا تیمّم میں بازو کا مسح ہے؟

جواب: تیمّم میں صرف ہتھیلیوں کے اندرونی اور بیرونی حصہ کا مسح ہے، پورے بازو کا مسح کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، اس بارے میں مروی تمام مرفوع روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں، البتہ بعض سلف سے تیمّم میں کہنیوں تک مسح بھی ثابت ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو تیمّم کی تعلیم دیتے ہوئے ایک بار ہاتھ زمین پر مارنا کا کہا؟

جواب: سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ، فَأَجْنَبْتُ، فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ، فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هٰكَذَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً، ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِينِ، وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ، وَوَجْهَهٗ.

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے بھیجا۔ میں جنبی ہو گیا۔ مجھے پانی نہ ملا تو میں مٹی میں جانوروں کی طرح لوٹ پوٹ ہوا۔ پھر میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے

فرمایا: آپ اپنے ہاتھوں کے ساتھ یوں کر لیتے تو یہی کافی تھا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک دفعہ اپنے دونوں ہاتھ مبارک زمین پر مارے، پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر پھیرا اور ہر دونوں میں سے ہتھیلی سے مخالف ہاتھ کے باہر والی جانب مسح کیا، پھر دونوں ہتھیلیوں کو اپنے چہرۂ مبارک پر پھیرا۔"

(صحيح البخاري : 347، صحيح مسلم : 368، واللّفظ لهٗ)

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا، وَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ، وَنَفَخَ فِيهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ .

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آپ کے لیے یہی کافی تھا۔پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک زمین پر مارے اور ان میں پھونکا۔پھر ان دونوں کے ساتھ اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔"

(صحيح البخاري : 338)

یہ وہ طریقہ تیمّم ہے، جس کی تعلیم نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دی۔ اس میں زمین پر ایک دفعہ ہاتھ مارنے کا ذکر اور چہرے اور ہتھیلیوں پر پھیرنے کا ثبوت ہے۔

❀ اس کے برعکس علامہ تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

"اس حدیث کا سیاق صاف بتلا رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اصل مقصود تیمّم کے پورے طریقے کی تعلیم دینا نہیں، بلکہ تیمّم کے معروف طریقہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا۔اسی طرح حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہ مطلب

نہیں کہ ایک ضرب یا مسح کفین (دونوں ہتھیلیوں کے اوپر والے حصے پر مسح) کافی ہے، بلکہ الفاظِ مذکورہ سے طریقۂ معروف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔''

(درسِ ترمذی: 1/387-388)

❀ علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''دراصل اشارہ سے تمرغ اور تمعّک کا ردّ کرنا تھا، افعالِ تیمّم کی تعلیم کرنا نہیں تھا۔''

(تقریر ترمذی، ص268)

قارئین کرام! حدیث کے سیاق پر غور کرنے سے علامہ تقی اور علامہ مدنی صاحبان کی خطا واضح ہوتی ہے، کیونکہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی طریقۂ تیمّم اخذ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو اسی کی تعلیم دیتے رہے۔

❀ ابو مالک، غزوان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَّخْطُبُ بِالْكُوفَةِ، وَذَكَرَ التَّيَمُّمَ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ، فَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ.

''میں نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تیمّم کا ذکر کیا، تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔'' (سنن الدّارقطني: 702، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ غَمَسَ بَاطِنَ كَفَّيْهِ فِي التُّرَابِ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا، ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمُفَصَّلِ، وَقَالَ عَمَّارٌ: هٰكَذَا التَّيَمُّمُ.

''آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلیوں کو مٹی میں ڈبویا، ان پر پھونک ماری، پھر اپنے

چہرے اور جوڑ سمیت ہاتھوں پر مسح کیا اور فرمایا: یہ ہے تیمّم کا طریقہ۔‘‘

(سنن الدّارقطني : 703، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث سے جو سمجھا، اسی کی تعلیم لوگوں کو دی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے بڑھ کر مرادِ رسول ﷺ کو پانے والے تھے۔ دین میں صحابہ کا فہم معتبر ہے، بعد والوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ صحابہ کے فہم کے خلاف قرآن وحدیث کی تعبیریں پیش کریں، کیونکہ صحابہ نے قرآن وحدیث کی تعلیم براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے لی ہے، انہیں نبی کریم ﷺ کی صحبت میسر آئی، وہ وحی کے عینی شاہد ہیں۔ لہٰذا ان کی تفسیر اور فہم کے برعکس بعد والوں کے معنی ومفہوم کا کوئی اعتبار نہیں۔

❀ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنْتُ فِي الْقَوْمِ حَتّٰى نَزَلَتِ الرُّخْصَةُ فِي الْمَسْحِ بِالتُّرَابِ إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ، فَأَمَرَنَا، فَضَرَبْنَا وَاحِدَةً لِّلْوَجْهِ، ثُمَّ ضَرَبْنَا أُخْرٰى لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ .

’’میں لوگوں میں تھا، حتی کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی کے ساتھ مسح کرنے کی رخصت نازل ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا تو ہم نے چہرے کے لیے ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ مارا، پھر دوسری مرتبہ کہنیوں تک ہاتھوں پر مسح کے لیے مٹی پر ہاتھ مارا۔‘‘

(مسند البزّار : 1384، نصب الراية : 153/1)

اس کی سند ’’ضعیف‘‘ ہے، زہری اور محمد بن اسحاق مدلس ہیں، سماع کی صراحت نہیں کی۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث بخاری و مسلم کی ہے، اس کے صحیح ہونے

پر اتفاق ہے۔

❁ اس کے برعکس علامہ حسین احمد مدنی، دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''الحاصل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت سند کے اعتبار سے قوی سہی، خصوصاً دوسرے واقعہ کو۔۔؟ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، لیکن اس میں شدید اضطراب ہے؛① آپ کا فعل ہے یا قول؟② تیمّم بکفہ تھا یا بکفیہ (تیمّم ایک ہاتھ سے کیا یا دو ہاتھوں سے؟) ③ مع ظہر الکفین یا الی انصاف الذراعین (صرف ہاتھوں کی اوپر والی جانب مسح کرنا ہے یا نصف ذراع تک؟)۔ ان اضطرابات کی وجہ سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت کیسے قابل عمل ہو سکتی ہے؟'' (تقریر ترمذی، ص265)

اس حدیث کو مضطرب قرار دینا علامہ مدنی صاحب کی علمی خطا ہے، محدثین حدیث میں مہارتِ تامہ رکھنے والے تھے اور حدیث کی مخفی علتوں سے بخوبی واقف تھے، ان میں سے کسی نے بھی اس حدیث میں اضطراب کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

مدنی صاحب نے تین باتیں ذکر کی ہیں، ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے زبانی فرمایا، پھر اسے عملی طور پر کر کے بھی دکھا دیا۔

❁ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: چہرے اور ہتھیلیوں کے لیے ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ ماریں۔

(سنن أبي داوٗد : 327، سنن الترمذي : 144، وقال : حسنٌ صحيحٌ، صحيح ابن خزيمة : 26، صحيح ابن حبّان : 1303)

سند ضعیف ہے، سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ بن دعامہ دونوں ''مدلس'' ہیں، انہوں نے

سماع کی تصریح نہیں کی۔

② صحیح بخاری (343) میں یہی روایت صراحت کے ساتھ یوں آئی ہے:

ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ، وَنَفَخَ فِيهِمَا، ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

''نبی کریم ﷺ نے دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا، ان میں پھونک ماری، پھر دونوں ہاتھوں کے ساتھ چہرے اور دونوں ہتھیلیوں (کی بیرونی جانب) پر مسح کیا۔''

❀ یہی مطلب ومفہوم صحیح بخاری (347) کے ان الفاظ کا ہے:

ضَرَبَ بِكَفِّهِ الْأَرْضَ.

③ سنن ابوداؤد (322) کے الفاظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هٰكَذَا، وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَخَهُمَا، ثُمَّ مَسَّ بِهِمَا وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلٰى أَنْصَافِ الذِّرَاعِ.

''آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ اس طرح کریں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے زمین پر دونوں ہاتھ مبارک مارے، ان میں پھونکا، پھر ان کے ساتھ چہرے پر اور نصف ذراع تک مسح کیا۔''

یہ الفاظ راوی حدیث سلمہ بن کہیل کا شک اور وہم ہیں۔ صحیح حدیث میں کفین (دونوں ہتھیلیوں) کا ذکر ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا رِوَايَةُ الْمِرْفَقَيْنِ، وَكَذَا نِصفِ الذِّرَاعِ، فَفِيهِمَا مَقَالٌ.

’’کہنیوں اور نصف ذراع والی روایات میں کلام ہے۔‘‘

(فتح الباري :445/1)

تنبیہ: ایک روایت میں إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ کے الفاظ ہیں۔

(سنن أبي داوٗد : 328، السنن الکبرٰی للبیهقي :220/1)

اس کی سند’’ضعیف‘‘ ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ قَتَادَةَ عَنْ مُّحَدِّثٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، فَهُوَ مُنْقَطِعٌ، لَا يُعْلَمُ مَنِ الَّذِي حَدَّثَهٗ، فَيُنْظَرُ فِيهِ.

’’رہی قتادہ کی بیان کردہ وہ روایت جس میں ایک محدث کے واسطے سے شعبی سے بیان کرتے ہیں، تو وہ منقطع ہے۔قتادہ کو یہ روایت بیان کرنے والا محدث کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے حالات دیکھے جاتے۔‘‘

(السنن الکبرٰی للبیهقي :220/1)

اس پر ایک اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ یہی روایت مسند طیالسی (ص89) میں موجود ہے اور اس میں شک کے ساتھ یہ الفاظ ہیں:

إِلَى الْكُوعَيْنِ أَوِ الْمِرْفَقَيْنِ.

لیکن یہ اعتراض درست نہیں، کیونکہ یہ شک امام شعبہ رحمہ اللہ کے استاذ سلمہ بن کہیل کا ہے۔ اس حوالے سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ذکر ہو چکا ہے۔ ہماری ذکر کردہ حدیث عمار رضی اللہ عنہ امام شعبہ کے استاذ حکم بن عتیبہ نے شک کے بغیر بیان کی ہے۔ یہ روایت دیگر راویوں کے موافق ہے، لہٰذا اسے ہی ترجیح حاصل ہوگی۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا تیمّم میں انگلیوں کا خلال کرنا ہے؟

جواب: تیمّم میں خلال نہیں ہے، صرف ہاتھوں کے اندرونی اور بیرونی حصے پر مسح کرنا ہے، نیز تیمّم میں داڑھی کا خلال بھی نہیں ہے۔

سوال: جس مٹی کے نجس یا پاک ہونے میں شک ہو، اس سے تیمّم کا کیا حکم ہے؟

جواب: مٹی میں اصل پا کی ہے، جب تک اس کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو، محض شک وشبہ کی وجہ سے اسے ناپاک نہیں کہہ سکتے، لہٰذا اس مٹی سے تیمّم جائز ہے۔

سوال: پاک مٹی دستیاب نہیں، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پانی بھی نہیں ہے اور پاک مٹی بھی نہیں ہے، تو بغیر وضو اور بغیر تیمّم کیے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال: کیا راکھ سے تیمّم جائز ہے؟

جواب: راکھ سے تیمّم جائز نہیں، تیمّم صرف پاک مٹی سے کیا جاسکتا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى أَوْ عَلٰى

سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾(المائدة: ٦)

''اہل ایمان! نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے چہرہ دھولیں اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھولیں، سر کا مسح کریں اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھولیں، جنبی ہوں، تو غسل کرلیں، مریض ہوں، یا مسافر ہوں، قضائے حاجت سے فارغ ہوں یا بیوی سے مباشرت کی ہو اور پانی میسر نہ ہو، تو پاک مٹی سے تیمّم کرلیں، چنانچہ چہرے اور ہاتھوں پر مٹی سے مسح کرلیں، اللہ آپ کو تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا، بل کہ یہ چاہتا ہے کہ آپ پاک ہوجائیں، وہ آپ پر اپنی نعمت تمام کرنا چاہتا ہے، تا کہ آپ شکرگزار بن جائیں۔''

سوال: بھیگی مٹی سے تیمّم کرنا کیسا ہے؟

جواب: خشک مٹی سے تیمّم کرنا چاہیے۔

سوال: جس مسافر کے پاس نہ پانی ہو اور نہ پاک خشک مٹی، ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: کیچڑ سے تیمّم نہ کرے۔

سوال: کسی چیز پر گردوغبار موجود ہے، کیا اس سے تیمّم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: دیوار سے تیمّم کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دیوار مٹی کی ہے، تو اس سے تیمّم کیا جا سکتا ہے اور اگر سیمنٹ وغیرہ کی ہے، تو تیمّم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ سیمنٹ کو مٹی نہیں کہتے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلٰى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَبِي الْجَهْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجَهْمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَيَدَيْهِ .

''میں اور ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ ابوجہیم بن حارث بن صمّہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے، ایک آدمی نے آپ کو سلام کہا، آپ نے جواب نہ دیا، حتی کہ دیوار کے پاس آکر چہرے اور دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔ (یعنی تیمّم کر کے جواب دیا)۔''

(صحيح البخاري : 337، صحيح مسلم : 369، المنتقى لابن الجارود : 127)

سوال: تین اشخاص نے تیمّم کیا، پھر اتنا پانی مل گیا کہ جس سے ایک شخص وضو کر سکتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: تینوں میں سے کوئی ایک شخص وضو کر لے، باقی دو کا تیمّم باقی رہے گا۔

سوال: موزوں پر مسح کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس بارے میں متواتر احادیث ثابت ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ بالا جماع حق ہے، شیعہ اسے دین نہیں مانتے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ صَرَّحَ جَمْعٌ مِّنَ الْحُفَّاظِ بِأَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مُتَوَاتِرٌ .

''حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے صراحت کی ہے کہ موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث متواتر ہے۔''

(فتح الباري :306/1)

❁ امام ابورجاء قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ (۲۴۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الْمَأْخُوذِ فِي الْإِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ : ...... الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''یہ ائمہ اسلام اور اہل سنت کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے کہ......موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔''

(شِعار أصحاب الحديث للحاكم الكبير، ص 30، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَكُلُّ مَنْ لَقِيتُ مِنْهُمْ عَلَى الْقَوْلِ بِهٖ .

''جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں اور جن سے ملاقات کی ہے، سب کے سب بالاجماع موزوں پر مسح کے قائل ہیں۔''

(الأوسط :433/1)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَجَبُ مِنَ الرَّوَافِضِ تَرَكُوا الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مَعْ تَظَاهُرِ الْأَخْبَارِ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتِفَاضَةِ عِلْمِهٖ عَلٰى لِسَانِ الْأُمَّةِ، ...... ثُمَّ اتَّخَذُوهُ شِعَارًا حَتّٰى إِنَّ الْوَاحِدَ مِنْ غُلَاتِهِمْ رُبَّمَا تَأَلّٰى فَقَالَ : بَرِئْتُ مِنْ وِلَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَسَحْتُ عَلٰى خُفَّيَّ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا .

''روافض پر حیرانی ہوتی ہے کہ انہوں نے موزوں پر مسح کو ترک کیا ہے، حالانکہ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح احادیث موجود ہیں اور امت کی زبان پر مشہور ہیں۔...... روافض نے موزوں پر مسح نہ کرنے کو اپنا شعار بنا لیا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض غالی رافضی قسم اٹھاتے وقت کہتا ہے: ''اگر میں نے فلاں کام کیا ہو، تو میں امیر المومنین (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کی ولایت سے بری ہو جاؤں اور موزوں پر مسح کرلوں۔''

(مَعالِم السّنن :51/1)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''موزوں پر مسح کے جواز پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(شرح صحيح البخاري :304/1)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ الْحُكْمُ الْجَلِيلُ الَّذِي فَرَّقَ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَأَهْلِ الْبِدَعِ

وَهُوَ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لَا يُنْكِرُهُ إِلَّا مَخْذُولٌ أَوْ مُبْتَدِعٌ خَارِجٌ عَنْ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ بِالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَسَائِرِ الْبُلْدَانِ إِلَّا قَوْمًا ابْتَدَعُوا فَأَنْكَرُوا الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَقَالُوا : إِنَّهُ خِلَافُ الْقُرْآنِ وَعَسَى الْقُرْآنُ نَسَخَهُ وَمَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يُخَالِفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابَ اللّٰهِ بَلْ بَيَّنَ مُرَادَ اللّٰهِ مِنْهُ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي قَوْلِهٖ : ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ .

”اس حدیث میں ایک جلیل القدر حکم ہے، جس نے اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان فرق کر دیا ہے، وہ ہے: موزوں پر مسح کرنا، اس کا انکار رسوا کن یا بدعتی شخص ہی کرتا ہے، جو مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو چکا ہے۔ حجاز، عراق، شام اور دیگر تمام علاقوں کے فقہا اور محدثین کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، مگر ایک بدعتی گروہ ظاہر ہوا اور انھوں نے موزوں پر مسح کا انکار کر دیا، کہنے لگے: یہ قرآن کے خلاف ہے اور قرآن نے اس حکم کو ختم کر دیا ہے۔ اللہ کی پناہ کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کریں، بلکہ آپ ﷺ نے (اپنی قولی، فعلی اور تقریری احادیث سے) واضح کر دیا ہے کہ اس حکم سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ ”ہم نے آپ پر ”ذکر“

نازل کیا ہے، تاکہ آپ لوگوں کے لیے وحی کی وضاحت کر دیں۔"

(التّمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد :134/11)

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) کہتے ہیں:

إِنَّهَا أَصْلٌ فِي الشَّرِيعَةِ وَعَلَامَةٌ مُفَرِّقَةٌ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْبِدْعَةِ، وَرَدَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ، فَإِنْ قِيلَ : هِيَ أَخْبَارُ آحَادٍ، وَخَبَرُ الْوَاحِدِ عِنْدَ الْمُبْتَدِعَةِ بَاطِلٌ، قُلْنَا : خَبَرُ الْوَاحِدِ أَصْلٌ عَظِيمٌ لَا يُنْكِرُهُ إِلَّا زَائِغٌ، وَقَدْ أَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلَى الرُّجُوعِ إِلَيْهِ ...... الْجَوَابُ الثَّانِي : إِنَّهَا مَرْوِيَّةٌ تَوَاتُرًا؛ لِأَنَّ الْأُمَّةَ اتَّفَقَتْ عَلٰى نَقْلِهَا خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ، وَإِنْ أُضِيفَتْ إِلٰى آحَادٍ، كَمَا أُضِيفَ اخْتِلَافُ الْقِرَاءَاتِ إِلَى الْقُرَّاءِ فِي نَقْلِ الْقُرْآنِ، وَهُوَ مُتَوَاتِرٌ.

"موزوں پر مسح کا جواز شریعت کا بنیادی مسئلہ ہے، نیز اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان حد فاصل ہے۔ موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث آئی ہیں، اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ احادیث اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد (ہم) اہل بدعت کے نزدیک باطل ہوتی ہے، تو ہمارا (اہل سنت کا) جواب یہ ہوگا کہ خبر واحد تو بنیادی چیز ہے، جس کا انکار صرف گمراہ ہی کر سکتا ہے، جبکہ صحابہ کرام کا خبر واحد کی طرف رجوع کرنے پر اجماع ہے۔...... دوسرا جواب یہ ہے کہ موزوں پر مسح کی احادیث متواتر منقول ہیں، کیونکہ ان احادیث کو پے در پے نقل کرنے پر امت نے اجماع کیا ہے، گو کہ انہیں اخبار آحاد کہا گیا ہے، جیسا

کہ قرآن کو نقل کرنے میں قرائتوں کے اختلاف کو بعض قراء سے منسوب کیا گیا ہے، حالانکہ قرآن متواتر ہے۔''

(أحکام القرآن : 73/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ السُّنَّةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَبِغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَالرَّافِضِيَّةُ تُخَالِفُ هٰذِهِ السُّنَّةَ الْمُتَوَاتِرَةَ.

''وضو میں موزوں پر مسح کرنا اور ننگے پاؤں دھونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر سنت ہے، لیکن روافض اس متواتر سنت کے مخالف ہیں۔''

(منهاج السنّة النبويّة : 177/4)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ السُّنَّةُ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَبِغَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَالرَّافِضَةُ تُخَالِفُ هٰذِهِ السُّنَّةَ الْمُتَوَاتِرَةَ.

''موزوں پر مسح کرنا اور پاؤں دھونا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر سنت سے ثابت ہے، لیکن رافضی اس سنت متواترہ کی مخالفت کرتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 386)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَشْرُوعِيَّةُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، قَوْلًا مِّنْهُ وَفِعْلًا، ـــ، وَقَدْ خَالَفَتِ الرَّوَافِضُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ بِلَا مُسْتَنَدٍ، بَلْ بِجَهْلٍ وَضَلَالٍ، مَعَ أَنَّهٗ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ، مِنْ رِّوَايَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

''رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ قولی و فعلی دونوں طرح موزوں پر مسح ثابت ہے۔۔۔لیکن رافضیوں نے جہالت وضلالت کی بنا پر ان تمام احادیث کی مخالفت کی ہے، باوجود اس کے کہ صحیح مسلم میں امیر المومنین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس بارے میں ثابت ہے۔''

(تفسير ابن كثير: 497/2)

سوال: جو موزوں پر مسح کا انکار کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کا انکار صریح گمراہی ہے، بعض اہل علم نے کفر بھی کہا ہے، کیونکہ مسح کے انکار سے متواتر احادیث اور اجماع امت کا انکار لازم آتا ہے۔

❀ علامہ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''موزوں پر مسح کا انکار صرف بدعتی کرتا ہے، جو مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے۔ اس مسئلہ میں حجاز وعراق کے فقہا اور محدثین کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ اہل علم کا جم غفیر اس کے جواز کا قائل ہے، جس کا غلطی اور جھوٹ پر جمع ہونا ناممکن ہے۔ وہ جمہور صحابہ، تابعین اور فقہائے مسلمین ہیں۔ موزوں پر مسح کے جواز پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(الإقناع في مسائل الإجماع: 88/1)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي خَلْفَ مُنْكِرِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

”جو موزوں پر مسح کا منکر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔“

(تبيين الحقائق :135/1)

سوال: کیا عورتیں بھی موزوں پر مسح کر سکتی ہیں؟

جواب: موزوں پر مسح مردوں اور خواتین دونوں کے لیے جائز ہے، بشرطیکہ حالت وضو میں پہنے ہوں۔

سوال: موزے پانی میں بھیگ گئے، کیا اب ان پر مسح ہو سکتا ہے؟

جواب: مسح ہو سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص نے ٹھنڈے پانی کی وجہ سے تیمّم کیا اور موزے پہن لیے، پھر اسے گرم پانی مل گیا، کیا وہ ان موزوں پر مسح کر سکتا ہے؟

جواب: وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا، کیونکہ موزوں پر مسح کے لیے ضروری ہے کہ اسے پانی سے حاصل ہونے والی طہارت کی حالت میں پہنا ہو، نہ کہ تیمّم، کیونکہ تیمّم سے حاصل ہونے والی طہارت عارضی ہے، مستقل نہیں ہے، یعنی تیمّم والی طہارت پانی کی عدم دستیابی یا پانی کے استعمال میں عذر کی صورت میں حاصل ہوئی ہے، جیسے ہی پانی میسر ہوگا، یا پانی کا استعمال ممکن ہوگا، تو تیمّم کی طہارت جاتی رہے گی۔

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلٰى عَشْرِ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهٗ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ .

''(تیمّم کی) پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے، اگر چہ وہ دس سال تک (تیمّم) کرتا رہے، پھر جب آپ کو پانی ملے، تو اس سے وضو یا غسل کریں، یہ بہتر ہے۔''

(سنن أبي داود : 332، سنن التّرمذي : 124، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن، صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۹۲)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۱۱) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۶۲۷) ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

لہٰذا تیمّم کر کے موزے پہنے، تو بعد میں پانی سے وضو کرتے ہوئے ان پر مسح نہیں کر سکتے، بلکہ انہیں اتار کر پاؤں دھونا ضروری ہیں، جمہور کا یہی مؤقف ہے۔

سوال: مسافر اور مقیم کے لیے مسح کی مدت کیا ہے؟

جواب: مسافر کے لیے مسح کی مدت تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات۔ اس مدت کی ابتدا اس وقت سے ہوگی، جب موزے پہن کر پہلی مرتبہ بے وضو حالت میں مسح کرے گا۔ اس وقت سے اگلے دن اسی وقت تک موزوں پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ مسافر کے لیے بھی اسی طرح ہے۔

❀ شریح بن ہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ : عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَسَلْهُ فَإِنَّهٗ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ : جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ .

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا اور ان سے موزوں پر مسح کی بابت سوال کیا،

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جایئے، ان سے پوچھیے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ تو ہم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسح کے لیے) مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن کی رخصت دی ہے۔''

(صحیح مسلم : 276)

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ صَحِيحٌ نَقَلَهُ أَئِمَّةٌ حُفَّاظٌ .

''یہ صحیح ثابت حدیث ہے، اسے ائمہ حفاظ نے نقل کیا ہے۔''

(الاستذكار : 220/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال ہوا، فرمایا:

لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ .

''مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن کی رخصت ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 1292، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، مِنْ مِصْرَ فَقَالَ : مُنْذُ كَمْ لَمْ تَنْزِعْ خُفَّيْكَ؟ قَالَ : مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، قَالَ : أَصَبْتَ السُّنَّةَ .

''آپ رضی اللہ عنہ مصر سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس (مدینہ) آئے، تو

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ نے کب سے موزے نہیں اُتارے؟ عرض کیا: ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، فرمایا: آپ نے سنت کو پالیا۔"

(سنن ابن ماجه: 558، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "صحیح الاسناد" کہا ہے۔

(سنن الدارقطني، تحت الحديث: 757)

اس روایت میں "السنۃ" کے لفظ کو غیر محفوظ قرار دیا گیا ہے۔

(العلل للدارقطني: 148)

بعض اہل علم نے موزوں پر مسح کی عدم توقیت پر اس اثر کو دلیل بنایا ہے، ہمارے مطابق عدم توقیت پر اسے دلیل بنانا درست نہیں، کیونکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن تک مسح کے قائل تھے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۲۶، وسندہ حسن) یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور دیگر صحابہ سے ثابت ہے۔ ممکن ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پہلے عدم توقیت کے قائل ہوں، پھر جب انہیں سنت کا علم ہوا، تو سنت کی موافقت میں توقیت کے قائل ہو گئے ہوں۔

یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عدم توقیت والے قول کو سخت عذر اور ضرورت پر محمول ہے۔

سوال: جرابوں پر مسح کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: جراب سوتی یا اُونی کپڑے سے تیار شدہ پیروں کا لباس ہے۔ جرابوں پر مسح بالاجماع جائز ہے، بشرطیکہ ٹخنوں کو ڈھانپے ہوئے ہوں۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ لَهُمْ مِمَّنْ يُجِيزُ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مُخَالِفٌ .

''جن صحابہ سے جرابوں پر مسح منقول ہے، ان کے مخالف ایسا کوئی صحابی نہیں ہے، جو موزوں پر مسح کا قائل ہو۔''

(المُحلّٰی بالآثار :324/1)

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (٦٢٠ ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، مَسَحُوا عَلَى الْجَوَارِبِ، وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ مُخَالِفٌ فِي عَصْرِهِمْ، فَكَانَ إِجْمَاعًا .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا اور ان کے زمانے میں کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی، تو یہ اجماع ہوا۔''

(المُغني :215/1)

❀ سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا، تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا، اور جرابوں پر مسح کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :188/1، وسندہٗ حسنٌ)

❀ ابو غالب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ .

''میں نے سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کو جرابوں پر مسح کرتے دیکھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :187/1، وسندہٗ حسنٌ)

❀ ابو اسماعیل رجاء بن ربیعہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ الْبَرَاءَ، تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ .

''میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا، تو انہوں نے جرابوں پر مسح کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :188/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عقبہ بن عمرو ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :188/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ راشد بن نجیح رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ دَخَلَ الْخَلَاءَ وَعَلَيْهِ جَوْرَبَانِ أَسْفَلُهُمَا جُلُودٌ وَأَعْلَاهُمَا خَزٌّ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا .

''میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بیت الخلا میں داخل ہوتے دیکھا، آپ نے جرابیں پہن رکھی تھیں، جن کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا اور اوپر والا حصہ اُون کا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر مسح کیا۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 1357، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ بِمَنْزِلَةِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''جرابوں اور موزوں پر مسح کا ایک ہی حکم (یعنی جائز) ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :189/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ سے جرابوں پر مسح کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمایا:

هُمَا بِمَنْزِلَةِ الْخُفَّيْنِ .

''یہ موزوں کے قائم مقام ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :189/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جرابوں پر مسح کرتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة :187/1، وسندهٗ صحيحٌ)

نوٹ:

جرابوں پر مسح کرنا کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔ البتہ پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے، جن میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ نیز بعض تابعین سے بھی جرابوں پر مسح منقول ہے۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے جرابوں پر مسح کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے، ایسی ہی بات ان سے پہلے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے کہی ہے۔

سوال: کیا موزوں پر مسح میں نیت شرط ہے؟

جواب: جی ہاں، ہر عمل میں نیت شرط ہے۔

سوال: موزوں پر مسح کرتے ہوئے کتنی بار ہاتھ پھیرا جائے گا؟

جواب: مسح میں صرف ایک بار ہاتھ پھیرا جائے گا، خواہ وہ مسح سر کا ہو، یا جرابوں اور موزوں کا۔ خواہ وہ مسح تیمّم کا ہو۔

سوال: کیا بوڑھی عورت کو حیض آ سکتا ہے؟

جواب: عمر رسیدہ کو حیض نہیں آ سکتا۔ اسے خون آئے، تو وہ خون استحاضہ کا ہوگا، حیض کا نہیں۔ وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔

❁ امام ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں:

عَنْ عَطَاءٍ فِي امْرَأَةٍ تَرَكَهَا الْحَيْضُ ثَلَاثِينَ سَنَةً، ثُمَّ رَأَتِ الدَّمَ، فَأَمَرَ فِيهَا بِشَأْنِ الْمُسْتَحَاضَةِ .

''امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ایسی عورت کے بارے میں سوال ہوا، جسے تیس سال سے حیض نہیں آیا، وہ خون دیکھے تو کیا کرے؟ آپ نے اسے مستحاضہ قرار دیا۔''

(سنن الدّارمي : 878، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام دارمی رحمہ اللہ سے بوڑھی عورت کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، وَإِذَا طُلِّقَتْ تَعْتَدُّ بِالْأَشْهُرِ .

''وضو کر کے نماز ادا کرے۔ اسے طلاق ہو جائے، تو تین ماہ عدت گزارے۔''

(سنن الدارمي، تحت الحديث : 880)

سوال: کیا حائضہ کے ہاتھ سے پکا ہوا کھانا کھایا جا سکتا ہے؟

جواب: حائضہ کی نجاست حکمی ہوتی ہے، حقیقی نہیں، نجاست اس کے ہاتھ میں نہیں، لہٰذا اس کے ہاتھ کا پکا کھانا کھایا جا سکتا ہے، البتہ اس حالت میں جماع جائز نہیں۔

❁ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾(البقرة : ٢٢٢)

''لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، فرما دیجئے! حیض ناپاکی

ہے، دوران حیض بیویوں سے جماع نہ کریں، ایام مخصوصہ کے اختتام تک ان کے قریب نہ جائیں، وہ غسل حیض سے پاکی حاصل کر لیں، تو حکم الٰہی کے مطابق ان سے مجامعت کر سکتے ہیں۔''

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

یہود عورت کے فطری ایام میں اس کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ .

''جماع کے علاوہ سبھی تعلقات قائم رکھیں۔''

(صحيح مسلم: 302)

❁ سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُّؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ؟ فَقَالَ: وَاكِلْهَا .

''میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حائضہ کے ساتھ کھانے پینے کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: اس کے ساتھ کھا پی لیا کریں۔''

(مسند الإمام أحمد: 342/4، سنن الترمذي: 133، سنن أبي داوٗد: 212، سنن ابن ماجه: 651، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1202) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ، فَيَشْرَبُ، وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ.

''میں حیض میں کوئی مشروب پیتی، پھر برتن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتی۔ آپ ﷺ وہیں سے منہ لگا کر نوش جاں فرماتے، جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا، میں دانتوں سے ہڈی کا گوشت نوچتی، پھر نبی اکرم ﷺ کو پیش کرتی۔ آپ ﷺ اسی جگہ منہ رکھتے، جہاں میں نے رکھا ہوتا (پھر اس سے گوشت اتارتے)۔''

(صحیح مسلم: 300)

سوال: حائضہ کے پسینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حائضہ کا پسینہ پاک ہے، کیونکہ وہ حائضہ نجس نہیں ہوتی۔

❁ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ.

''مؤمن ناپاک نہیں ہوتا۔''

(صحیح مسلم: 372)

❁ نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ يَعْرَقُ فِي الثَّوْبِ، وَهُوَ جُنُبٌ، ثُمَّ يُصَلِّي فِيهِ.

''جنابت کی حالت آپ کو پسینہ آتا، انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :191/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ عطابن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

لَا بَأْسَ أَنْ يَّعْرَقَ الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ فِي الثَّوْبِ، يُصَلِّى فِيهِ .

''جنبی یا حائضہ کو کپڑوں میں پسینہ آیا ہو،تو ان میں نماز پڑھ لے،کوئی حرج نہیں۔''

(سنن الدارمي : 1067، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علاء بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں؛

سَأَلْتُ حَمَّادًا عَنِ الْحَائِضِ تَعْرَقُ فِي ثِيَابِهَا، أَتَغْسِلُ ثِيابَهَا؟ قَالَ : إِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الْمَجُوسُ .

''میں نے حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ حائضہ کو کپڑوں میں پسینہ آجائے،تو انہیں دھوئے؟ فرمایا:ایسا تو مجوسی کرتے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة:191/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُؤْرُهَا وَعَرَقُهَا طَاهِرَانِ وَهٰذَا كُلُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَدْ نَقَلَ ابْنُ جَرِيرٍ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى هٰذَا وَدَلَائِلُهٗ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ ظَاهِرَةٌ مَشْهُورَةٌ .

''حائضہ کا جھوٹا اور اس کا پسینہ طاہر ہے،ان سب باتوں پر اتفاق ہے۔امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے،صحیح احادیث میں اس کے دلائل واضح اور مشہور ہیں۔''

(المَجموع شرح المهذب : 543/2)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا قیس بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ، وَلَمْ يَكُنْ رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ.

''آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر ادا کی، آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی دو رکعت ادا نہیں کی تھیں، تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، تو قیس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فجر کی دو سنتیں ادا کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع نہیں کیا۔''

(صحيح ابن خزيمة: 1116، صحيح ابن حبان: 1563، المستدرك على الصّحيحين للحاكم: 375/1)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سعید بن قیس کا اپنے والد سیدنا قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہو سکا۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَقُولُونَ : إِنَّ سَعِيدًا وَالِدَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ قَيْسٍ شَيْئًا .

”علما کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید کے والد سعید نے اپنے والد قیس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔“

(الاستيعاب : 1297/3)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”غریب“ کہا ہے۔

(أطراف الغرائب والأفراد : 4281)

نوٹ:

جو جماعت سے پہلے فجر کی سنتیں نہ پڑھ سکے، وہ جماعت کے بعد ادا کر سکتا ہے۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا، تو ان کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَهُمَا هَاتَانِ .

”ابو امیہ کی دختر! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت کے بارے میں پوچھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبد قیس کے کچھ لوگ آئے تھے، انہوں نے مجھے ظہر کے بعد والی دو رکعت سے مصروف کر دیا، میں وہی دو رکعت پڑھ رہا ہوں۔“

(صحيح البخاري : 1233، صحيح مسلم : 833)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ السُّنَنَ الرَّوَاتِبَ تُقْضٰى، وَأَنَّ قَضَاءَ هَا جَائِزٌ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَبَعْدَ الْفَجْرِ مِثْلُهٗ، لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سنن رواتب (رہ جائیں، تو ان) کی قضا دی جائے گی، نیز دلیل ہے کہ عصر کے بعد نوافل کی قضا دینا جائز ہے، اسی طرح فجر کے بعد بھی، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔''

(التّنبيه على مشكِلات الهِداية : 694/2)

سوال: اگر نو برس سے پہلے خون آئے، تو کیا وہ حیض شمار ہوگا؟

جواب: نو سال کی عمر سے پہلے خون آجائے، تو یہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ یا دمِ فاسد ہے۔

سوال: اگر حاملہ کو خون جاری ہو جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر حاملہ کو خون آئے، تو وہ دمِ فاسد یا استحاضہ شمار ہوگا، یہ حیض نہیں، کیونکہ حاملہ کو حیض نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے طلاق کی بحث میں غیر حاملہ کی عدت تین حیض بیان کی ہے، جبکہ حاملہ کی وضع حمل بتائی ہے۔ اگر حاملہ کو بھی حیض آ سکتا ہوتا، تو اس کی عدت بھی تین حیض مقرر کر دی جاتی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرْهُ، فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا .

''انہیں حکم دیجئے کہ رجوع کر لیں، پھر طہر یا حمل میں طلاق دیں۔''

(صحيح البخاري : 5251، صحيح مسلم : 1471، واللّفظ لهٗ)

ثابت ہوا کہ حاملہ کو حیض نہیں آ سکتا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کو طہر کے قائم مقام

کہا ہے۔ اگر حمل میں حیض آ سکتا، تو حیض میں طلاق سے ممانعت کیوں اور حمل یا طہر میں طلاق کی اجازت کیوں؟

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِذَا رَأَتِ الْحَامِلُ الصُّفْرَةَ؛ تَوَضَّأَتْ وَصَلَّتْ، وَإِذَا رَأَتِ الدَّمَ؛ اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ، وَلَا تَدَعُ الصَّلَاةَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

''حاملہ زرد پانی دیکھے، تو وضو کر کے نماز پڑھے اور جب خون دیکھے، تو غسل کر کے نماز پڑھے۔ کسی بھی صورت میں نماز نہیں چھوڑ سکتی۔''

(مصنّف عبد الرزّاق :1/317، الأوسط لابن المُنذر : 2/239، وسندہٗ حسنٌ)

❀ نیز فرماتی ہیں:

اَلْحَامِلُ لَا تَحِيضُ، إِذَا رَأَتِ الدَّمَ؛ فَلْتَغْتَسِلْ وَتُصَلِّي .

''حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ خون دیکھے، تو غسل کر کے نماز پڑھے۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 7/423، وسندہٗ حسنٌ)

غسل کا یہ حکم استحبابی ہے، وجوبی نہیں۔

سوال: جس عورت کو زندگی بھر کبھی خون نہیں آیا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جسے کبھی خون نہیں آیا، وہ بدستور پاک رہے گی، نماز روزہ جاری رکھے گی۔

سوال: ایک مہینے میں دو یا تین مرتبہ خون آئے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: عین ممکن ہے کہ ایک مہینے میں دو یا تین بار خون آ جائے۔ اگر ایسا ہو، تو حیض کے دنوں میں نماز سے رک جائے اور حیض کے بعد غسل کر کے نماز روزہ کرے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جَاءَ تْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِحَيْضٍ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ، ثُمَّ صَلِّي .

''سیدہ فاطمہ بنت ابی حُبَیش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! استحاضہ کی مریض ہوں، میں پاک نہیں رہ سکتی۔ کیا نماز چھوڑ سکتی ہوں؟ فرمایا: یہ رگ کا خون ہے۔ (استحاضہ میں مبتلا ہونے کی صورت میں) ماہواری کے ایام میں نماز چھوڑ دیجیے، ماہواری ختم ہو، تو خون دھوئیں اور نماز ادا کریں۔''

(صحيح البخاري : 228، صحيح مسلم : 333)

بیماری کی وجہ سے ایک مہینے میں دو تین بار بھی حیض آ سکتا ہے، اس صورت میں عورت نماز روزہ سے رک جائے گی۔

سوال: حیض روکنے کے لیے دوا استعمال کی، خون رک گیا، کیا عورت پاک ہے؟

جواب: مانع حیض ادویات کا استعمال ممنوع ہے۔ اطبا اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی ادویات کا استعمال طبی اعتبار سے انتہائی مضر ہے۔ حیض کا آنا ایک طبعی اور فطری عمل ہے۔ اس کا روکنا فطرت کے خلاف ہے۔ اس کے بے شمار نقصانات ہیں، جن میں سے چند ایک ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں:

① مانع حیض ادویات کے استعمال سے ماہواری کا عمل بگڑ جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں عورت کا ماں بننا مشکل ہو جاتا ہے، کیونکہ حمل ٹھہرنے کیلئے ایام ماہوای میں ترتیب

اوراعتدال ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں پچاسی فیصد خواتین کواس مشکل کا سامنا ہے۔

② ہارمونز متاثر ہوتے ہیں اور بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

③ مردوں سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً چہرے پر بال اُگ آتے ہیں اور حمل نہیں ٹھہرتا، وغیرہ۔

④ جسمانی توازن بے ڈھنگ ہو جاتا ہے۔

⑤ چہرے پر چھائیاں پڑ جاتی ہیں۔

یہ نقصانات ان خواتین کا مقدر ہیں، جو فطرت کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، اگر کسی نے مانع حیض گولیاں استعمال کر لیں اور ان کی وجہ سے خون رُک گیا، تو اس حالت میں وہ نماز، روزہ، قرآن مجید کی تلاوت، طواف کعبۃ اللہ اور اس طرح ان تمام اعمال سرانجام دے سکتی ہے، جو حالت حیض میں ممنوع تھے، کیونکہ وہ اب مصنوعی طور پر ہی سہی، حالت طہر میں ہے۔

❀ ابن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ امْرَأَةٍ تَحِيضُ، يُجْعَلُ لَهَا دَوَاءٌ، فَتَرْتَفِعُ حَيْضَتُهَا، وَهِيَ فِي قُرْئِهَا كَمَا هِيَ تَطُوفُ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ الطُّهْرَ، فَإِذَا هِيَ رَأَتْ خُفُوقًا، وَلَمْ تَرَ الطُّهْرَ الْأَبْيَضَ، فَلَا.

”عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مانع حیض دوا استعمال کرنے کے بعد طواف کر سکتی ہے؟ فرمایا: جی ہاں، اگر پاکی دیکھتی ہے، تو طواف کر سکتی ہے، البتہ خون کے نشانات دیکھے اور سفیدی نہ دیکھے، تو طواف نہیں کر سکتی۔“

(مصنّف عبد الرزّاق: 1219، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُعَادُ الصَّلَاةُ مِنْ قَدَرِ الدِّرْهَمِ مِنَ الدَّمِ .

''خون کی ایک درہم مقدار سے نماز دوہرائی جائے گی۔''

(سنن الدارقطني: 401/1، الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 138/3، ت: 660، السنن الكبرى للبيهقي: 404/2، الضعفاء الكبير للعقيلي: 561/2)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔ رَوْح بن غُطَيف جزری ضعیف ومتروک ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الثِّقَاتِ، لَا تَحِلُّ كِتَابَةُ حَدِيثِهِ وَلَا الرِّوَايَةُ عَنْهُ .

''یہ ثقہ راویوں کی طرف منسوب جھوٹی احادیث بیان کرتا تھا۔ اس کی حدیث لکھنا اور اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔''

(كتاب المجروحين: 298/1)

❁ دوسری سند [تاریخ بغداد للخطیب: 300/9، الموضوعات لابن الجوزی: 75/2، نصب الرایۃ للزیلعی: 212/1] بھی جھوٹی ہے۔

① نوح بن ابی مریم باتفاقِ محدثین ''ضعیف''، ''متروک'' اور کذاب ہے۔

② امام زہری رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے،

③ ابو محمد صالح بن محمد بن نصر بن محمد بن عیسیٰ، قاسم بن عباد ترمذی، ابو عامر اور یزید ہاشمی کے حالات نہیں ملے۔

❁ اس روایت کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل ثابت نہیں۔“

(الضعفاء الصغير : 45/1، ت : 118)

❁ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بَاطِلٌ .

”یہ حدیث جھوٹی ہے۔“

(الضعفاء الكبير للعقيلي : 56/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْكَرٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ .

”یہ روایت اس سند کے ساتھ منکر ہے۔“

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 138/3)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ مَّوْضُوعٌ، لَا شَكَّ فِيهِ، مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا، وَلَا رَوٰى عَنْهُ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَلَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ ذَكَرَهٗ، وَلَا الزُّهْرِيُّ قَالَهٗ، وَإِنَّمَا هٰذَا اخْتِرَاعٌ أَحْدَثَهٗ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي الْإِسْلَامِ، وَكُلُّ شَيْءٍ يَّكُونُ بِخِلَافِ السُّنَّةِ، فَهُوَ مَتْرُوكٌ، وَقَائِلُهٗ مَهْجُورٌ .

”بلا شبہ یہ جھوٹی روایت ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے، نہ سیدنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے اسے ذکر کیا، نہ زہری رحمہ اللہ نے ایسا کہا، یہ اہل کوفہ کی طرف سے اسلام میں ایجاد کی گئی بدعت ہے۔ ہر خلاف سنت بات متروک اور کہنے والا مردود ہے۔''

(كتاب المجروحين :299/1)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(معرفة السنن والآثار : 355/2، ح : 4910)

❁ علامہ ابن قیسرانی رحمہ اللہ نے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(ذخيرة الحفّاظ : 1153/2)

❁ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے ''موضوعات'' (۲/۷۵) میں ذکر کیا ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے [وَاہٍ] (کمزور) قرار دیا ہے۔

(تنقيح التّحقيق :129/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ بَاطِلٌ ، لَا أَصْلَ لَهٗ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث من گھڑت ہے، محدثین کے نزدیک بے بنیاد ہے۔''

(شرح صحيح مسلم :97/1)

سوال: نفاس کی مدت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نفاس کی کم سے کم مدت مقرر نہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”نفاس والی چالیس دن نماز روزے سے رُکے گی۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 28/4، السنن الكبرٰى للبيهقي :341/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ عَلٰى أَنَّ النُّفَسَاءَ تَدَعُ الصَّلَاةَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، إِلَّا أَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَإِنَّهَا تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي، فَإِذَا رَأَتِ الدَّمَ بَعْدَ الْأَرْبَعِينَ؛ فَإِنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا : لَا تَدَعُ الصَّلَاةَ بَعْدَ الْأَرْبَعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ، وَبِهٖ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد کے اہل علم کا اجماع ہے کہ نفاس والی چالیس دن تک نماز نہیں پڑھے گی۔ہاں اس سے پہلے پاک ہوجائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے گی۔ اگر وہ چالیس دن کے بعد بھی خون دیکھے تو اکثر اہل علم کے نزدیک وہ نماز پڑھتی رہے گی۔اکثر فقہاءِ کرام کا یہی قول ہے۔یہی بات امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ نے کہی ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 139)

تنبیہ:

اس بارے میں مروی ساری کی ساری مرفوع احادیث ضعیف وغیر ثابت ہیں۔البتہ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے اور اجماع امت نے ان سے مستغنی کر دیا ہے۔

سوال: دوران نماز حیض آ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے دوران حیض آ گیا، تو عورت نماز توڑ دے گی، کیونکہ حیض میں نماز روزہ جائز نہیں، اس پر اجماع ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِجْمَاعٌ أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَصُومُ فِي أَيَّامِ حَيْضَتِهَا، وَتَقْضِي الصَّوْمَ، وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ، لَا خِلَافَ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ .

''امتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ عورت ماہواری میں روزے نہیں رکھ سکتی، بلکہ بعد میں قضائی دے گی، البتہ نماز کی قضا نہیں ہے۔ الحمد للہ! اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 107/22)

سوال: حائضہ مغرب اور عشاء کے درمیان پاک ہوئی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب حیض سے پاک ہوئی، اس وقت اگر مغرب کا وقت باقی تھا، تو غسل کے بعد مغرب کی نماز ادا کرے گی۔

سوال: طلوع فجر سے پہلے یا غروب آفتاب سے پہلے پاک ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: غروبِ آفتاب سے پہلے حیض سے پاک ہو، تو عصر ادا کرنا ضروری ہے، طلوعِ فجر سے پہلے پاک ہو، تو نماز عشا ادا کرے گی۔

ایک رائے ہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے پاک ہو، تو ظہر و عصر دونوں ادا کرے اور

طلوعِ فجر سے پہلے پاک ہو، تو مغرب وعشا دونوں ادا کرے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع کیا تھا۔ لہٰذا ظہر وعصر اور مغرب وعشا کا وقت ایک دوسرے کو شامل ہے، ظہر کا عصر کو عصر کا ظہر کو اسی طرح مغرب کا عشاء کو اور عشاء کا مغرب کو۔

❁ ان کے جواب میں امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلْوَقْتُ الَّذِي جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِيهِ؛ خِلَافُ الْوَقْتِ الَّذِي يَبْقٰى مِنَ النَّهَارِ مِقْدَارَ مَا يُصَلِّي فِيهِ الْمَرْءُ رَكْعَةً، لِأَنَّ الْوَقْتَ الَّذِي أَبَاحَتِ السُّنَّةُ أَنْ تُجْمَعَ فِيهِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ هُمَا إِذَا صَلَّاهُمَا فِي وَقْتِهِمَا كَجَمْعَةٍ بِعَرَفَةَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَبِالْمُزْدَلِفَةِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَفِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنْ أَسْفَارٍ، وَكُلُّ ذٰلِكَ مُبَاحٌ يَّجُوزُ الِاقْتِدَاءُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ، إِذْ فَاعِلُهٗ مُتَّبِعٌ لِلسُّنَّةِ، وَالْوَقْتُ الَّذِي طَهُرَتْ فِيهِ الْحَائِضُ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ بِرَكْعَةٍ وَقْتٌ؛ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي أَنَّ التَّارِكَ لِلصَّلَاتَيْنِ حَتّٰى إِذَا كَانَ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ بِرَكْعَةٍ ذَهَبَ لِيَجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَصَلّٰى رَكْعَةً قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَسَبْعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ عَاصٍ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، مَذْمُومٌ إِذَا كَانَ قَاصِدًا لِّذٰلِكَ فِي غَيْرِ حَالِ عُذْرِهٖ، إِذَا كَانَ هٰكَذَا فَغَيْرُ

جَائِزٍ أَنْ يُّجْعَلَ حُكْمُ الْوَقْتِ الَّذِي أُبِيحَ فِيهِ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ حُكْمَ الْوَقْتِ الَّذِي حُظِرَ فِيهِ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا، وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنْ لَّا صَلَاةَ عَلَى الْحَائِضِ، ثُمَّ اخْتَلَفُوا فِيمَا يَجِبُ عَلَيْهَا إِذَا طَهُرَتْ فِي آخِرِ وَقْتِ الْعَصْرِ، فَأَجْمَعُوا عَلٰى وُجُوبِ صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَيْهَا، وَاخْتَلَفُوا فِي وُجُوبِ صَلَاةِ الظُّهْرِ، وَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ يُّوجَبَ عَلَيْهَا بِاخْتِلَافٍ صَلَاةً لَّا حُجَّةَ مَعَ مُوجِبِ ذٰلِكَ عَلَيْهَا، وَفِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ؛ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ» دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ مُدْرِكٌ لِّلْعَصْرِ، لَا لِلظُّهْرِ .

''ان دونوں اوقات میں فرق ہے، پہلا وقت، جس میں نبی کریم ﷺ نے دو نمازیں جمع کی تھیں، دوسرا وقت جس میں صرف ایک رکعت پڑھی جاسکتی ہے اور سورج غروب ہو جاتا ہے، سنت تو یہ ہے دونوں نمازیں ایک نماز کے وقت میں ادا کرلی جائیں، جیسے عرفات میں ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشا یا سفر میں کسی بھی جگہ دونمازوں کا جمع کرنا، یہ سبھی طریقے سنت سے ثابت ہیں، اس لئے جائز ہیں، خلاف سنت یہ ہے کہ غروب آفتاب میں صرف ایک رکعت کی تاخیر ہو، اس وقت آپ ظہر وعصر دونوں نمازیں پڑھیں، ایک رکعت غروب سے پہلے اور سات غروب کے بعد، امت کا اجماع ہے کہ اس صورت میں آپ گنہگار ہوں گے، ماہواری سے فراغت کے بعد والی صورت بعینہٖ یہی ہے،

ماہواری اس وقت ختم ہوئی، جب نماز عصر بھی ادا نہیں کی جا سکتی تھی، علما اس بات پر تو متفق ہیں کہ وہ نماز عصر کی قضا دے گی، نماز ظہر کی قضا ہوگی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، تو اس صورت میں بلا دلیل عورت پر نماز ظہر لازم قرار دینا کیوں کر درست ہوا؟ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ؛ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ . ''جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پا لی، اس نے نماز عصر پا لی۔''

ثابت ہوا کہ جس نے ظہر اور عصر دونوں کو غروبِ آفتاب تک مؤخر کیا، اس کی عصر تو ادا ہوگی، ظہر نہیں۔''

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف: 2/244، 245)

سوال: بیوی حالت نفاس میں ہے، کیا اس سے بوس و کنار جائز ہے؟

جواب: عورت سے حیض اور نفاس کی حالت میں جماع کے علاوہ سب جائز ہے، اس حالت میں عورت سے متمتع ہوا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

یہودی عورت کے فطری ایام میں اس کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ .

''جماع کے علاوہ سبھی تعلقات قائم رکھیں۔''

(صحیح مسلم: 302)

سوال: جو ماہواری میں جماع کو جائز کہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماہواری میں جماع حرام ہے، اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، لہٰذا اس کا انکار کرنے والے پر کفر کا خوف ہے، اس سے توبہ کرائی جائے گی۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وَطْئُ الْحَائِضِ لَا يَجُوزُ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ، كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دورانِ ماہواری عورت کے ساتھ جماع حرام قرار دیا ہے۔ اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی: 624/21)

❀ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا لَوْ جَامَعَ وَهِيَ حَائِضٌ، فَإِنَّهُ يَأْثَمُ إِجْمَاعًا.

''جس نے حالت حیض میں جماع کیا، وہ بالا جماع گناہگار ہے۔''

(سُبُل السّلام: 188/1)

سوال: حالت حیض میں نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: حیض میں نکاح جائز ہے، چوں کہ حیض کے ایام میں جماع جائز نہیں، اس لئے ولی کو چاہئے کہ شادی کا دن طے کرنے سے پہلے بچی کی ماں سے اس کے فطری ایام کے بارے میں معلومات حاصل کر لے اور اسی حساب سے شادی کا دن متعین کرے، تا کہ بچی اذیت کے ایام میں خوامخواہ پریشانی سے دوچار نہ ہو۔

اکثر اوقات شادی دوسرے شہر میں ہوتی ہے، تو ان دنوں میں سفر بھی دشوار ہوتا ہے۔

ویسے بھی ان دنوں میں عموماً طبیعت میں چڑ چڑا پن آ جاتا ہے، وجود سست اور کاہل سا ہو جاتا ہے، طبیعت میں قلق اور تنگی محسوس ہوتی ہے، کھانے پینے کو جی نہیں چاہتا، لہٰذا ایامِ مخصوصہ میں شادی سے مجتنب رہا جائے، الا یہ کہ کوئی اضطراری حالت ہو۔ البتہ اس سلسلے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔

سوال: کیا حائضہ کے ساتھ لیٹنا جائز ہے؟

جواب: حائضہ کے ساتھ لیٹا جا سکتا ہے۔

❁ سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُضْطَجِعَةٌ فِي خَمِيصَةٍ، إِذْ حِضْتُ، فَانْسَلَلْتُ، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي، قَالَ: أَنُفِسْتِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَدَعَانِي، فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيلَةِ.

’’میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر میں لیٹی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ میں چپکے سے کھسکی اور اپنے حیض والے کپڑے پکڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ کو حیض آ گیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔‘‘

(صحيح البخاري: 296، صحيح مسلم: 296)

سوال: کیا عورت نفاس کے دنوں میں کمرے سے باہر نکل سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، نکل سکتی ہے۔

سوال: روزہ رکھا ہے، کہ حیض آ گیا، اب کیا حکم ہے؟

جواب: روزہ توڑ دے، کیونکہ حیض میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔ حیض کی وجہ سے

رمضان کے جتنے روزے نہ رکھ سکے، ان کی قضا اگلے سال تک دینا ضروری ہے۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ؛ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟ .

''کیا ایسا نہیں کہ حائضہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 304، صحيح مسلم : 79)

❀ معاذہ رحمہا اللہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے سوال و جواب بیان کرتی ہیں:

مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ، وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ، فَقَالَتْ : أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ ؟ قُلْتُ : لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ، وَلٰكِنِّي أَسْأَلُ، قَالَتْ : كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ، فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ .

''عرض کیا، حائضہ روزے کی قضائی تو دیتی ہے، نماز کی قضائی کیوں نہیں دیتی؟ فرمایا: آپ حروریہ ہیں؟ عرض کیا نہیں، میں حروریہ نہیں ہوں، فقط سوال کیا ہے، فرمایا: ہم ماہواری میں ہوتیں تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا، نماز کی قضا کا نہیں۔''

(صحيح البخاري :321، صحيح مسلم : 335)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِجْمَاعٌ أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَصُومُ فِي أَيَّامِ حَيْضَتِهَا وَتَقْضِي الصَّوْمَ، وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ، لَا خِلَافَ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ .

''اجماع ہے کہ عورت ماہواری میں روزے نہیں رکھ سکتی، بلکہ بعد میں قضائی دے گی، البتہ نماز کی قضا نہیں ہے۔ الحمدللہ! اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 107/22)

حائضہ روزہ نہیں رکھے گی، یہ مسلمانوں کا اجماعی مسئلہ ہے، البتہ روزے کی حالت میں حیض آ گیا، تو اس روزے کی اور باقی روزے جو رہ گئے، ان کی قضا دے گی۔

سوال: کیا حیض ونفاس والی عورت قرآن کریم کی تلاوت سن سکتی ہے؟

جواب: حیض ونفاس میں قرآن کریم کی تلاوت سنی جا سکتی ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ يَتَّكِئُ فِي حِجْرِي؛ وَأَنَا حَائِضٌ، ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود پہ سر رکھ کر قرآن کی تلاوت فرماتے، جبکہ میں حائضہ ہوتی۔''

(صحيح البخاري : 297، صحيح مسلم :301)

سوال: کیا نفاس والی عورت سجدہ شکر ادا کر سکتی ہے؟

جواب: حیض اور نفاس والی سجدۂ شکر ادا کر سکتی ہے۔ سجدۂ شکر کے لیے طہارت ضروری نہیں، کیونکہ سجدۂ شکر نماز نہیں اور طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔

تنبیہ:

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لَا يَسْجُدُ الرَّجُلُ؛ إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ.

''سجدہ صرف وضو کی حالت میں کریں۔''

(السنن الكبرٰى للبيهقي :1/90، 91، وسندهٗ صحيحٌ)

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان استحباب پر محمول ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس قول کو درجِ ذیل عنوان کے تحت نقل فرمایا ہے:

بَابُ اسْتِحْبَابِ الطُّهْرِ لِلذِّكْرِ وَالْقِرَائَةِ .

”ذکراورقراءت کے لیے طہارت مستحب ہے۔“

سجدۂ تلاوت کے لیے بھی طہارت (وضو) ضروری نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ سُجُودِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ الْمُشْرِكِينَ، وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ؛ لَيْسَ لَهٗ وُضُوءٌ .

”مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنے کا بیان؛ حالانکہ مشرک نجس ہوتا ہے۔اس کا کوئی وضونہیں ہوتا۔“

(صحيح البخاري :146/1)

معلوم ہوا کہ سجدۂ شکراور سجدۂ تلاوت کے لیے طہارت ضروری نہیں۔ لہٰذا عورت دورانِ ماہواری سجدۂ شکرادا کرسکتی ہے۔

سوال: اگرعورت عادت کے دنوں سے پہلے پاک ہوگئی،تو کیا غسل کے بعداس سے جماع جائز ہے؟

جواب: اگرعورت اپنے عادت کے دنوں سے پہلے پاک ہوگئی،توغسل کے بعداس سے جماع کیا جاسکتا ہے،وہ نماز روزہ بھی جاری رکھے گی۔

سوال: کیا استحاضہ والی عورت نماز روزہ کرے گی؟

جواب: استحاضہ ایک بیماری ہے،اس سے عورت ناپاک نہیں ہوتی، بلکہ جوعورت اس بیماری کا شکار ہو،وہ پاک رہتی ہے،نماز روزہ کرے گی،اس سے جماع بھی جائز ہے۔ اگراسے ہمیشہ خون جاری رہتا ہے،تو وہ حیض والے دنوں میں نماز روزہ ترک کردے گی اور

اس کے بعد غسل کر کے نماز روزہ جاری رکھے گی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَّحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي .

''سیدہ ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کے بارے میں سوال کیا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ان کے غسل کا برتن دیکھا۔ وہ خون سے بھرا ہوا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک آپ کو حیض (کی پہلے سے معلوم مدت) روکے رکھے، رُکی رہیں، پھر غسل کریں اور نماز ادا کریں۔''

(صحیح مسلم : 334)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالْاِعْتِكَافُ وَقِرَآةُ الْقُرْآنِ وَمَسُّ الْمُصْحَفِ وَحَمْلُهٗ وَسُجُودُ التِّلَاوَةِ وَسُجُودُ الشُّكْرِ وَوُجُوبُ الْعِبَادَاتِ عَلَيْهَا فَهِيَ فِي كُلِّ ذٰلِكَ كَالطَّاهِرَةِ وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''نماز، روزہ، اعتکاف، تلاوت قرآن، مصحف کو چھونے اور اُٹھانے، سجدہ تلاوت، سجدہ شکر اور واجب عبادات میں مستحاضہ کا حکم پاک عورت کی طرح ہے،اس پر اجماع ہے۔''(شرح النّووي : 17/4)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جس مستحاضہ کو مسلسل خون آتا ہے، کیا وہ نماز پڑھے گی؟

جواب: مستحاضہ وضو کر کے نماز پڑھے گی، چاہے اسے دوران نماز خون آتا رہے، وہ نماز جاری رکھے گی۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اِعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِّنْ أَزْوَاجِهٖ مُسْتَحَاضَةٌ، فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ، وَالصُّفْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا، وَهِيَ تُصَلِّي .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اعتکاف کیا، آپ مستحاضہ تھیں، سرخ اور زرد خون جاری رہتا تھا، بسا اوقات ہم ان کے نیچے طشت رکھ دیتیں اور وہ نماز پڑھتیں۔“

(صحيح البخاري : 2037)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ كَالطَّاهِرَةِ فِي الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَغَيْرِهِمَا، فَكَذَا فِي الْجِمَاعِ، وَلِأَنَّ التَّحْرِيمَ إِنَّمَا يَثْبُتُ بِالشَّرْعِ، وَلَمْ

يَرِدِ الشَّرْعُ بِتَحْرِيمِهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَأَمَّا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالِاعْتِكَافُ وَقِرَائَةُ الْقُرْآنِ وَمَسُّ الْمُصْحَفِ وَحَمْلُهُ وَسُجُودُ التِّلَاوَةِ وَسُجُودُ الشُّكْرِ، وَوُجُوبُ الْعِبَادَاتِ عَلَيْهَا؛ فَهِيَ فِي كُلِّ ذٰلِكَ كَالطَّاهِرَةِ، وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ.

''مستحاضہ کا حکم نماز، روزہ اور جماع میں عام عورت کی طرح ہے۔ کسی چیز کی حرمت شریعت ہی سے ثابت ہوسکتی ہے اور اس بارے میں شریعت نے کوئی حرمت بیان نہیں کی۔ واللہ اعلم! رہا نماز، روزہ، اعتکاف، قرآنِ کریم کی قرأت، مصحف کو چھونا اور اسے اٹھانا، سجدۂ تلاوت، سجدۂ شکر اور عبادات کا وجوب، تو اس میں وہ عام عورت کی طرح ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 17/4)

سوال: مستحاضہ کے غسل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: مستحاضہ کے لئے حیض کے بعد غسل کرنا فرض ہے۔ اس کے علاوہ کوئی غسل فرض نہیں، البتہ ہر نماز کے لئے الگ غسل کرنا یا دو نمازوں کے لیے ایک غسل مستحب ہے۔

ہر نماز کے لیے الگ غسل:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَأَنَّهَا اسْتُحِيضَتْ لَا تَطْهُرُ، فَذُكِرَ شَأْنُهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنَّهَا لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ،

وَلٰكِنَّهَا رَكْضَةٌ مِّنَ الرَّحِمِ، فَلْتَنْظُرْ قَدْرَ قُرْئِهَا الَّتِي كَانَتْ تَّحِيضُ لَهَا، فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ تَنْظُرْ مَا بَعْدَ ذٰلِكَ، فَلْتَغْتَسِلْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ .

''سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ، سیدہ امِ حبیبہ بنتِ جحش کو استحاضہ کی ایسی شکایت تھی کہ پاک ہی نہیں ہوتی تھیں۔ ان کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حیض نہیں بلکہ رحم کی ایک چوٹ ہے۔ وہ اپنے (استحاضہ سے پہلے کے) حیض والے دنوں کو دیکھ کر اتنے دن نماز چھوڑ دیں۔ پھر اس کے بعد دیکھیں اور (استحاضہ کی صورت میں) ہر نماز کے لئے غسل کریں۔''

(سنن النّسائي :209، مسند الإمام أحمد : 128/6، شرح معاني الآثار للطحاوي : 198/1، السنن الكبرٰى للبيهقي :349/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ صحیح بخاری (327) اور صحیح مسلم (63/334) میں ہے:

كَانَتْ تَّغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ .

''سیدہ امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے لئے الگ غسل کرتی تھیں۔''

دو نمازوں کے لئے ایک غسل:

مستحاضہ ظہر وعصر کے لئے الگ، مغرب وعشاء کے لئے الگ اور فجر کے لئے الگ غسل کر سکتی ہے۔ اس غسل کی صورت میں جمع صوری کرے گی۔ وہ یوں کہ ظہر کو اس کے آخری وقت میں ادا کرے گی، جونہی نماز کا وقت ختم ہو اور عصر کا وقت شروع ہو، تو عصر کی نماز ادا کر لے۔ حقیقتاً ہر نماز اپنے اپنے وقت میں ادا ہوگی، جبکہ صورتاً دونوں جمع ہوں گی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اُسْتُحِيضَتِ امْرَأَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُمِرَتْ أَنْ تُعَجِّلَ الْعَصْرَ وَتُؤَخِّرَ الظُّهْرَ، وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا، وَأَنْ تُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلَ الْعِشَاءَ، وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا، وَتَغْتَسِلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ غُسْلًا .

''عہدِ رسالت میں ایک عورت کو استحاضہ کا عارضہ لاحق ہوا۔ اسے حکم دیا گیا کہ نمازِ عصر مقدم اور نمازِ ظہر مؤخر کرے اور ان دونوں کے لئے ایک غسل کرے، اسی طرح نمازِ مغرب کو مؤخر اور نمازِ عشا کو مقدم کرکے ان دونوں کے لئے ایک غسل کر لے اور نمازِ فجر کے لئے ایک غسل کرے۔''

(سنن أبي داوٗد : 294، سنن النسائي : 214، وسندهٗ صحيحٌ)

بغیر غسل نماز ادا کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ غسل کر لینا مشروع اور مستحب ہے۔

سوال: مستحاضہ سے جماع کا کیا حکم ہے؟

جواب: استحاضہ محض ایک بیماری ہے، اس کا پاکی ناپاکی سے کوئی تعلق نہیں، مستحاضہ پر کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں، نہ عبادات کے حوالے سے اور نہ معاملات کے حوالہ سے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرة : ٢٢٣)

''بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ اپنی کھیتی کو جیسے چاہو، آؤ۔''

آیت کے عموم سے معلوم ہوا کہ استحاضہ میں مجامعت جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ممانعت ثابت نہیں۔

❁ علامہ مرغینانی حنفی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

دَمُ الْاِسْتِحَاضَةِ كَالرُّعَافِ الدَّائِمِ، لَا يَمْنَعُ الصَّوْمَ وَلَا الصَّلَاةَ وَلَا الْوَطْئَ .

''استحاضہ کا خون، دائمی نکسیر کی طرح ہے۔ روزے، نماز اور جماع سے رکاوٹ نہیں۔''

(الهداية، ص 64، فتاویٰ عالمگیری :1/39)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ كَالطَّاهِرَةِ فِي الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَغَيْرِهِمَا، فَكَذَا فِي الْجِمَاعِ، وَلِأَنَّ التَّحْرِيمَ إِنَّمَا يَثْبُتُ بِالشَّرْعِ، وَلَمْ يَرِدِ الشَّرْعُ بِتَحْرِيمِهٖ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ...... وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''مستحاضہ کا حکم نماز، روزہ اور جماع میں عام عورت کی طرح ہے۔ کسی چیز کی حرمت شریعت ہی سے ثابت ہوسکتی ہے اور اس بارے میں شریعت نے کوئی حرمت بیان نہیں کی۔ واللہ اعلم!......اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 4/17)

سوال: نجس کپڑے میں جان بوجھ کر نماز پڑھی، کیا حکم ہے؟

جواب: نجس کپڑے میں نماز نہیں ہوتی، نماز میں بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے، جان بوجھ کر نجس کپڑے میں نماز پڑھنا حرام اور ناجائز ہے۔

سوال: اگر کسی شخص کو نماز کا کہا جائے اور وہ کپڑوں کے پلید ہونے کا بہانہ لگائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اسے توبہ کرنی چاہیے، خود کو پاک صاف

رکھنا چاہیے، ورنہ عذاب قبر کا شکار ہوگا، نیز اسے نماز پنجگانہ کی پابندی کرنی چاہیے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِى كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، قَالُوا :يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا .

''رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے جرم میں عذاب نہیں دیا جا رہا، ایک تو ان میں سے وہ تھا، جو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا، پھر آپ نے تر ٹہنی پکڑی، اس کے دو حصے کیے اور دونوں قبروں میں گاڑ دیا، صحابہ نے عرض کیا: آقا! آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں نہیں سوکھیں گی، ان سے عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی۔''

(صحيح البخاري : 218، صحيح مسلم : 292)

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة :371/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الصَّحِيحُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَثُبُوتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح اور ثابت ہونے پر اتفاق ہے۔“

(البدر المنير : 346/2)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ذَكَرَ بَعْضُهُمُ السِّرَّ فِي تَخْصِيصِ الْبَوْلِ وَالْغِيبَةِ وَالنَّمِيمَةِ بِعَذَابِ الْقَبْرِ، وَهُوَ أَنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، وَفِيهِ أُنْمُوذَجُ مَا يَقَعُ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنَ الْعِقَابِ وَالثَّوَابِ، وَالْمَعَاصِي الَّتِي يُعَاقَبُ عَلَيْهَا الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَوْعَانِ؛ حَقُّ اللّٰهِ، وَحَقُّ الْعِبَادِ، وَأَوَّلُ مَا يُقْضٰى فِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ حُقُوقِ اللّٰهِ الصَّلَاةُ، وَمِنْ حُقُوقِ الْعِبَادِ الدِّمَاءُ، وَأَمَّا الْبَرْزَخُ فَقَضٰى فِيهِ فِي مُقَدَّمَاتِ هٰذَينِ الْحَقَّيْنِ وَوَسَائِلِهِمَا، فَمُقَدَّمَةُ الصَّلَاةِ، الطَّهَارَةُ مِنَ الْحَدَثِ وَالْخَبَثِ، وَمُقَدَّمَةُ الدِّمَاءِ النَّمِيمَةُ وَالْوَقِيعَةُ فِي الْأَعْرَاضِ، وَهُمَا أَيْسَرُ أَنْوَاعِ الْأَذٰى، فَيُبْدَأُ فِي الْبَرْزَخِ بِالْمُحَاسَبَةِ وَالْعِقَابِ عَلَيْهِمَا .

”پیشاب اور غیبت چغلی کو عذاب قبر کے ساتھ خاص کرنے میں کیا راز ہے، بعض اہل علم نے اس کا ذکر کیا ہے کہ قبر، آخرت کی پہلی منزل ہے، اس میں ایک نمونہ دکھایا گیا ہے کہ قیامت کے دن کیا جزا سزا ملے گی۔ روز قیامت

بندے کو جن گناہوں پر سزا ملے گی، اس کی دو قسمیں ہیں: ① حقوق اللہ، ② حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے جس کا فیصلہ کیا جائے گا، وہ نماز ہے اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون (قتل) کا فیصلہ ہوگا۔ برزخ (قبر) میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق اور جو گناہ ان کا سبب بنتے ہیں، کا فیصلہ کیا ہے۔ پس نماز کا پیش خیمہ طہارت ہے، جو حدث اور گندگی سے پاک ہونے کے لیے کی جاتی ہے۔ اور چغلی اور عزت دری خون (قتل) کا پیش خیمہ ہے، کسی کو اذیت پہنچانے کے لیے یہ دونوں کام بہت آسان ہیں۔ اسی لیے برزخ (قبر) میں بھی ان دونوں (پیشاب اور چغلی غیبت) کا حساب اور عذاب ہوگا۔''

(تفسیر ابن رجب: 361/2)

سوال: جو شخص نجس کپڑوں میں نماز پڑھنے کو جائز سمجھے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جان بوجھ کر نجس کپڑوں میں نماز کو جائز کہنے والا گمراہ ہے، بلکہ استخفاف کرتے ہوئے ایسا کرنے والا کافر ہے، کیونکہ وہ دین کے بنیادی اور اجماعی مسئلہ کا انکار کر رہا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (المدثّر: ٤)

''(اے نبی!) اپنے کپڑے پاک رکھیے۔''

❀ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى غَسْلِ النَّجَاسَاتِ كُلِّهَا مِنَ الثِّيَابِ وَالْبَدَنِ

وَأَلَّا يُصَلَّى بِشَيْءٍ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي الثِّيَابِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ (نماز کے لیے) کپڑے اور بدن سے ہر طرح کی نجاست کو دور کرنا ضروری ہے، نیز (اجماع ہے کہ) زمین یا کپڑے پر کچھ نجاست لگی ہو، تو (اس کو دور کیے بغیر) نماز نہ پڑھی جائے۔''

(الاستذکار: 331/1)

سوال: کپڑے پر شراب لگ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: شراب حرام ہے، نجس نہیں۔ اس کے نجس ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں۔ اگر جسم یا کپڑے کے کسی حصہ پر لگ جائے، تو کپڑا یا جسم پلید نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر حرام چیز کا پلید اور ناپاک ہونا ضروری نہیں، مگر ہر پلید چیز حرام ہے۔ مثلاً زہر حرام ہے، مگر پلید نہیں، کہ جس جگہ لگ جائے، اسے دھونا ضروری ہو۔

شراب کے نجس نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ جب اسے حرام قرار دیا گیا، تو صحابہ کرام نے شراب سے بھرے مٹکے مدینہ کی گلیوں میں بہا دیے۔ (بخاری: ۲۴۶۴، مسلم: ۱۹۸۰) اگر یہ نجس ہوتی، تو صحابہ اسے راستوں میں نہ بہاتے اور نبی کریم ﷺ نے منع بھی نہیں فرمایا۔

لہٰذا کپڑے کو شراب یا کوئی نشہ آور شے لگ جائے، تو وہ کپڑا پلید نہیں۔

نیز الکوحل بھی اگر چہ نشہ آور شے ہے، مگر یہ بھی نجس نہیں، لہٰذا جسم یا کپڑے کو لگ جائے، تو پلید نہیں ہوتا۔ جس عطر اور پرفیوم میں الکوحل ملا ہوا ہو، اس کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، ایسا پرفیوم لگا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

سوال: کپڑے پر نجاست کی ایک دو بوندے گری ہیں، کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر معلوم ہو کہ کس جگہ گری ہیں، تو اس مقام کو دھو لیا جائے، ورنہ جس جگہ پر نجاست کی قطرے گرنے کا شک ہو، وہاں چھینٹے مار لیے جائیں۔

(سوال): نجس تیل سر پر لگا لیا، کیا حکم ہے؟

(جواب): اسے دھو کر زائل کرنا ضروری ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِ الصَّلَاةَ.

''نماز میں کسی کی ہوا خارج ہو جائے، تو وہ نماز سے نکل جائے، وضو کرے اور نماز دوبارہ ادا کرے۔''

(سنن أبي داود: 205)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ مسلم بن سلام حنفی مجہول ہے، سوائے ابن حبان رحمہ اللہ کے کسی نے توثیق نہیں کی۔ حافظ ابن قطان رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول الحال'' کہا ہے۔

(بيان الوهم والإيهام: 191/5)

امام ابن شاہین رحمہ اللہ (تاریخ الثقات: ۱۳۹۱) نے جس ''مسلم حنفی'' کی توثیق کی ہے، وہ کوئی اور راوی ہے، مسلم بن سلام حنفی نہیں، کیونکہ ابن شاہین رحمہ اللہ نے مسلم حنفی کا شاگرد سفیان ذکر کیا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسلم بن سلام حنفی سے سفیان کا روایت کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سند میں موجود مسلم بن سلام کی ابن شاہین رحمہ اللہ نے توثیق کی ہے، درست نہیں۔

❀ اس حدیث کے متعلق حافظ ابن قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ إِذَنْ لَا يَصِحُّ . ''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(بيان الوهم والإيهام : 191/5)

تنبیہ:

نماز میں قے یا نکسیر آ جائے یا بے وضو ہو جائے، تو نماز سے نکل جائے، وضو کرے اور جہاں پر نماز چھوڑی ہو، وہاں سے شروع کرے، بشرطیکہ اس نے اس دوران کلام نہ کیا ہو۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فِي بَطْنِهِ رُزْءً، أَوْ قَيْئًا، أَوْ رُعَافًا، فَلْيَنْصَرِفْ، فَلْيَتَوَضَّأْ، فَإِنْ تَكَلَّمَ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ، وَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّمِ احْتَسَبَ بِمَا صَلَّى .

''اگر کوئی نماز کے دوران پیٹ میں ہوا محسوس کرے، یا اسے قے آ جائے یا نکسیر پھوٹ پڑے، تو وہ نماز سے نکل جائے اور وضو کرے، اس دوران اس نے کسی سے بات چیت کی، تو از سر نو نماز پڑھے، ورنہ پہلے والی نماز پر بنا ڈالے۔''

(معرفة السنن والآثار للبيهقي : 173/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِذَا رَعَفَ انْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى وَلَمْ يَتَكَلَّمْ .

''آپ رضی اللہ عنہ کی نکسیر پھوٹ گئی، تو نماز سے نکلے اور وضو کیا، واپس آ کر پہلی نماز پر بنا ڈالی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے (اس دوران) کلام نہیں کیا۔''

(موطأ الإمام مالك : 38/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

رَعَفَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَأَتٰى حُجْرَةَ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُتِيَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى عَلٰى مَا قَدْ صَلّٰى .

''آپ رحمہ اللہ کی دوران نماز نکسیر پھوٹ گئی، تو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس آئے، پانی لایا گیا، آپ رحمہ اللہ نے وضو کیا، پھر واپس جا کر پہلی نماز پر ہی بنا ڈال دی۔''

(موطأ الإمام مالك :38/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا شہید کا خون پاک ہے؟

جواب: شہید ہو یا غیر شہید، ہر انسان کے زخم سے بہنے والا خون پاک ہے، اس کے نجس ہونے پر کوئی معتبر دلیل نہیں۔

سوال: اگر ناف سے کوئی مادہ نکلے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ناف سے کوئی چیز نکلے، تو وہ نجس نہیں، نہ اس سے وضو ٹوٹتا ہے۔

سوال: شیر خوار بچے نے کپڑے پر قے کر دی، کیا حکم ہے؟

جواب: قے نجس نہیں۔

سوال: حلال جانور کے زخم سے بہنے والے خون کا کیا حکم ہے؟

جواب: حلال جانور کے زخم سے بہنے والا خون یا پیپ نجس نہیں، حلال جانور کا صرف وہ خون نجس ہے، جو ذبح کرتے وقت بہے، اسے ''دمِ مسفوح'' کہتے ہیں۔

❀ علامہ سمرقندی حنفی رحمہ اللہ (۵۴۰ھ) لکھتے ہیں:

نَقُولُ : الْحَيَوَانُ إِذَا ذُبِحَ إِنْ كَانَ مَأْكُولَ اللَّحْمِ يَطْهُرُ بِجَمِيعِ

أَجْزَائِهِ إِلَّا الدَّمَ.

''ہم کہتے ہیں: ماکول اللحم جانور کو ذبح کیا جائے، تو اس کے تمام اعضا پاک ہیں، سوائے دمِ مسفوح (ذبح کے وقت بہنے والے خون) کے۔''

(تحفة الفقهاء :70/1)

سوال: ہاتھی کے سونڈ کی رطوبت کپڑے پر لگ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کپڑا پلید نہیں ہوتا۔

سوال: مچھر کا خون کپڑے کو لگ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: گدھے کا لعاب کپڑے کو لگ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کپڑا پاک ہے۔

سوال: جو بچہ مردہ پیدا ہو، وہ پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: بچہ زندہ پیدا ہو یا مردہ، ہر دو صورت پاک ہوتا ہے۔

سوال: انڈا جیب میں رکھ کر نماز پڑھی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: حرام جانوروں کے دودھ کا کیا حکم ہے؟

جواب: حرام جانوروں کا دودھ بھی حرام ہے، مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ ناپاک بھی ہو، کیونکہ ہر حرام چیز ناپاک نہیں ہوتی، البتہ ہر ناپاک چیز حرام ضرور ہوتی ہے۔

سوال: ریشم کے کیڑے کی بیٹ کا کیا حکم ہے؟

جواب: پاک ہے۔

سوال: ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کپڑے کی نجاست ایسی ہے کہ پاک کپڑے کو لگ گئی ہے، تو پاک کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر ناپاک کپڑے کی نجاست خشک ہے کہ پاک کپڑے پر نہیں لگی، تو پاک کپڑا پاک ہی رہے گا۔

سوال: جس جگہ پر گوبر وغیرہ کا لیپ کیا ہو، وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں، حلال جانوروں کا گوبر پلید نہیں۔

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''قبیلہ عکل یا عرینہ کے کچھ لوگ آئے، ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیت المال کی اونٹنیوں کے پاس جانے اور ان کا پیشاب اور دودھ پینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ چلے گئے، جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ یہ خبر صبح ہی پہنچ گئی، آپ نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا، جب دن چڑھ آیا تو ان کو پکڑ لایا گیا۔ آپ نے حکم دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے، ان کی آنکھیں نکال دی گئیں اور ان کو پتھریلی زمین میں پھینک دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن ان کو پانی دیا نہ گیا۔ ابو قلابہ تابعی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا یہ انجام اس لئے ہوا کہ انہوں نے قتل کیا، چوری کی، ایمان لانے کے بعد مرتد ہوئے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان جنگ کیا۔''

(صحيح البخاري: 233، صحيح مسلم: 1671)

فقہائے امت نے اس حدیث سے یہی سمجھا ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب وغیرہ

پاک ہوتا ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس واقعے میں حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے کی دلیل موجود ہے کیونکہ حرام چیزوں کو بطور دوائی استعمال کرنا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نماز کے لیے اپنے منہ اور وہ کپڑے دھونے کا حکم نہیں ملا جن کو یہ پیشاب لگتا تھا۔ کسی وضاحت کو وقت ضرورت سے مؤخر کرنا جائز ہی نہیں (اگر یہ پیشاب ناپاک تھا تو اسی وقت ان کو وضاحت کی جانی چاہیے تھی)۔''

(زاد المَعاد : 84/4)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔''

(صحیح البخاري : 234، صحیح مسلم : 524)

اس حدیث سے ائمہ حدیث اور فقہائے امت نے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے کو ثابت کیا ہے

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ بکریوں کے باڑوں میں نماز کی اجازت اور اونٹوں کے باڑوں میں نماز کی ممانعت والی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَبِهٖ يَقُولُ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ.

''ہمارے اصحاب (محدثین) کے ہاں اسی پر عمل ہے، نیز امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی فتوی ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 349)

سوال: پانی میں انسان کا ناخن گر گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: پانی پاک ہے، انسانی ناخن نجس نہیں۔

سوال: کتے کا بدن کپڑوں کو لگ گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کپڑے پاک ہیں۔

سوال: گوشت خراب ہو گیا، کیا وہ ناپاک ہے؟

جواب: خراب گوشت ناپاک نہیں۔

سوال: چھوٹے بچے کو پیشاب کراتے ہوئے بھی قبلہ رو ہونا منع ہے؟

جواب: بچے کو پیشاب کراتے ہوئے بھی قبلہ کا خیال رکھنا چاہیے۔

سوال: کیا پیشاب کرتے وقت سورج یا چاند کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا ممنوع ہے؟

جواب: ممانعت یا کراہت پر کوئی دلیل معلوم نہیں۔

سوال: قبرستان میں قضائے حاجت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قبرستان میں قضائے حاجت کرنا بہت برا ہے، یہ زائرین کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔

سوال: قضائے حاجت کے دوران چھینک آئے، تو کیا کرے؟

جواب: قضائے حاجت کے دوران چھینک آئے، تو جواب نہ دے، بلکہ قضائے حاجت کے بعد الحمد للہ کہے۔ اسی طرح چھینکنے والے کا بھی جواب نہ دے۔

سوال: قضائے حاجت کے دوران کسی نے سلام کہا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: قضائے حاجت کے دوران سلام کا جواب نہ دے، بلکہ قضائے حاجت کے بعد جواب دے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلٰى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَبِي الْجَهْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجَهْمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ .

”میں اور ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ ابوجہیم بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے، ایک آدمی نے آپ کو سلام کہا، آپ نے جواب نہ دیا، حتی کہ دیوار کے پاس آکر چہرے اور دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔ (یعنی تیمّم کر کے جواب دیا)۔“

(صحيح البخاري : 337، صحيح مسلم : 369، المنتقى لابن الجارود : 127)

سوال: کیا دوران قضائے حاجت شرمگاہ کو دیکھنا ممنوع ہے؟

جواب: ممنوع نہیں۔

سوال: کیا قضائے حاجت کے دوران تھوکنا ممنوع ہے؟

(جواب): ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): کیا قضائے حاجت کے دوران کھنکارنا ممنوع ہے؟

(جواب): نہیں۔

(سوال): کیا قضائے حاجت میں ڈھیلے استعمال کرنا جائز ہے؟

(جواب): جائز ہے۔

❁ عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قِيلَ لِسَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخَرَاءَ ةَ؟ قَالَ : أَجَلْ، لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا أَوْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَأَنْ لَّا يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ .

''سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمھیں ہر چیز سکھائی ہے، حتی کہ بول و براز کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔ انھوں نے کہا: جی ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے، دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے اور تین سے کم ڈھیلے استعمال کرنے، نیز گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے بھی روکا ہے۔''

(صحیح مسلم: 262، المنتقی لابن الجارود: 29)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْحِجَارَةِ ...... جَائِزٌ .

''فقہا کا اتفاق ہے کہ پتھروں سے استنجاء جائز ہے۔''

(مَراتب الإجماع، ص 20)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْفُقَهَاءَ الْيَوْمَ مُجْمِعُونَ عَلٰى أَنَّ الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَأَنَّ الْأَحْجَارَ رُخْصَةٌ وَّتَوْسِعَةٌ وَأَنَّ الْاِسْتِنْجَاءَ بِهَا جَائِزٌ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ .

''اس وقت فقہا کا اجماع ہے، پانی سے استنجا کرنا زیادہ اچھا اور پاکیزگی کا باعث ہے اور ڈھیلے استعمال کرنا رخصت ہے، نیز ڈھیلے سے استنجا کرنا سفر اور حضر دونوں میں جائز ہے۔''

(الاستذكار: 214/1)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ الْاِسْتِجْمَارِ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ استنجا میں ڈھیلے استعمال کرنا جائز ہے۔''

(مجموع الفتاوى: 167/22)

سوال: استنجا میں پانی اور ڈھیلے دونوں استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: بہتر ہے۔

سوال: وضو کے بقیہ پانی کو استنجا کے لیے استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: شرعاً کوئی ممانعت یا کراہت نہیں۔

سوال: کیا استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جا سکتا ہے؟

جواب: کیا جا سکتا ہے۔

سوال: دائیں ہاتھ سے استنجا کا کیا حکم ہے؟

جواب: استنجا بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے، البتہ عذر کی صورت میں دائیں ہاتھ سے استنجا کیا جا سکتا ہے، بغیر عذر دائیں ہاتھ سے استنجا ممنوع ہے۔

(صحيح مسلم : 262، عن سلمان الفارسي رضي اللّٰه عنه)

سوال: پیشاب کے راستے سے خون یا پیپ نکل آئی، وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو ٹوٹ گیا ہے، پیشاب کے راستے سے جو بھی خارج ہو، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: لیٹ کر پیشاب یا پاخانہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: بغیر عذر ایسا کرنا نا مناسب اور خلاف ادب ہے۔

سوال: اگر طبی ضرورت کی وجہ سے استنجا نہ کر سکتا ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ایسا عارضہ لاحق ہو کہ پانی یا ڈھیلے سے استنجا ممکن نہیں، تو ایسا شخص مجبور و معذور ہے، وہ بغیر استنجا نماز پڑھ سکتا ہے۔

سوال: سردیوں میں گرم پانی سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: جو خود استنجا نہ کر سکتا ہو، تو کیا اس کی بیوی اسے استنجا کرا سکتی ہے؟

جواب: کرا سکتی ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۵۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا تمبا کو ناپاک ہے؟

جواب: تمبا کو خبائث میں سے ہے، مضرِ صحت ہے، حرام ہے، مگر نجس نہیں۔

سوال: جسم پر صابن خشک ہو گیا، کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: عقیدہ توحید کے بعد سب سے پہلا فرض نماز کا ہے، اس کی ادائیگی ہر مسلمان بالغ مرد و عورت پر واجب ہے، اس کا مستقل تارک کافر ہے اور اس میں سستی کرنے والا فاسق اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔

❀ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ نَجْدٍ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهٖ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتّٰى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ : لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ، قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ : لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ، قَالَ : وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ : لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ، قَالَ : فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ : لَا أَزِيدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْ هٰذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : أَفْلَحَ، إِنْ صَدَقَ .

''ایک نجدی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، آواز کی بھنبھناہٹ تو سنائی دے رہی تھی، لیکن بات سمجھ نہیں آ رہی تھی، یہاں تک کہ وہ (آپ کے) قریب ہو گیا، اس نے آپ سے اسلام کی بابت دریافت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا: اس کے علاوہ کوئی اور نماز بھی فرض ہے؟ فرمایا: نہیں! مگر نفلی نماز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماہِ رمضان کے روزے بھی فرض ہیں۔ پوچھا: اس کے علاوہ کوئی اور روزہ بھی مجھ پر فرض ہے؟ فرمایا: نہیں! ہاں نفلی روزے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اسے صدقہ (زکوۃ) کے متعلق بتایا، اس نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی صدقہ فرض ہے؟ فرمایا: نہیں! مگر نفلی صدقہ ہے۔ اس کے بعد وہ جاتے ہوئے کہہ رہا تھا: اللہ کی قسم! میں اس میں کوئی اضافہ کروں گا، نہ کمی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اپنی بات میں سچا ہے، تو کامیاب ہو گیا۔''

(صحيح البخاري : 46، صحيح مسلم : 11، المنتقى لابن الجارود : 144)

سوال: جو نماز کی فرضیت کا انکار کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر، مرتد، ملحد اور زندیق ہے۔ اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔ نماز کی فرضیت پر کئی قرآنی آیات، متواتر احادیث اور امت مسلمہ کا اجماع شاہد ہیں، یہ شریعت کا اہم ترین، بنیادی اور متفقہ رکن ہے، جس کا انکار صریح الحاد ہے۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

تَرْكُ جَحْدٍ لِلصَّلَاةِ وَهُوَ كُفْرٌ بِإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ .

''اُمت کا اجماع ہے کہ نماز کا منکر کافر ہے۔''

(مَعالم السّنن : 314/4)

❀ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ جَاحِدَ فَرْضِ الصَّلَاةِ كَافِرٌ يُقْتَلُ إِنْ لَمْ يَتُبْ مِنْ كُفْرِهٖ ذٰلِكَ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے، اگر اپنے کفر سے تائب نہ ہو، تو اسے قتل کر دیا جائے۔''

(الاستذکار : 149/2)

❀ علامہ ابن الاثیر جزری رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَنْكَرَ فَرْضِيَّةَ أَحَدِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ كَانَ كَافِرًا بِالْإِجْمَاعِ .

''جس نے اسلام کے کسی رکن کی فرضیت کا انکار کیا، وہ بالاجماع کافر ہے۔''

(النّهاية في غريب الحديث والأثر : 187/4)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ مُنْكِرًا لِوُجُوبِهَا فَهُوَ كَافِرٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ خَارِجٌ مِنْ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ .

''جو نماز کے وجوب کا منکر ہو، وہ اس کے کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 70/2)

❁ علامہ ابن مودود موصلی بلدحی حنفی رحمہ اللہ (٦٨٣ھ) لکھتے ہیں:

هِيَ فَرِيضَةٌ مَحْكَمَةٌ يَكْفُرُ جَاحِدُهَا وَلَا يَسَعُ تَرْكُهَا، ثَبَتَتْ فَرَضِيَّتُهَا بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ .

''نماز محکم فریضہ ہے، اس کا منکر کافر ہے، نماز ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔ اس کی فرضیت کتاب وسنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔''

(الاختيار لتعليل المختار : 37/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِذَا جَحَدَ وُجُوبَهَا فَهُوَ كَافِرٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''اگر کوئی نماز کے وجوب کا منکر ہو، تو اس کے کافر ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(مَجموع الفتاوی : 308/28)

❁ فقہائے احناف نے لکھا ہے:

مُنْكِرُ فَرْضِيَّتِهَا كَافِرٌ لِثُبُوتِهَا بِالْأَدِلَّةِ الْقَطْعِيَّةِ الَّتِي لَا احْتِمَالَ فِيهَا فَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُرْتَدِّ .

”نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے، کیونکہ نماز ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہے، جن میں کوئی احتمال نہیں، لہٰذا ایسے شخص کا حکم مرتد والا ہے۔“

(درر الحکام :50/1، مَجمع الأنھر لشیخي زادہ :146/1)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَیْنَ الْمُسْلِمِینَ فِي کُفْرِ مَنْ تَرَکَ الصَّلَاۃَ مُنْکِرًا لِوُجُوبِھَا .

”مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو نماز کے وجوب کا منکر ہو، وہ کافر ہے۔“

(نیل الأوطار :361/1)

سوال: قضائے عمری کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: رمضان میں جمعۃ الوداع کے موقع پر ایک بدعت تراش لی گئی ہے، اسے قضائے عمری کہتے ہیں۔ نماز ایجاد کر کے اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی گھڑ لی گئی ہے۔ یہ ائمہ محدثین کے عقیدہ وعمل کے خلاف ہے۔

علمائے امت کے متفقہ فہم اور اجماع کے برخلاف کسی رائے کو دین کا درجہ دینا دراصل اسلام میں رخنہ اندازی کرنا ہے۔

❀ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُہٗ : الزَّائِدُ فِي کِتَابِ اللّٰہِ، یَجُوزُ أَنْ یُّرَادَ بِہٖ مَنْ یُّدْخِلُ فِي کِتَابِ اللّٰہِ مَا لَیْسَ مِنْہُ، أَوْ أَنْ یُّأَوِّلَ بِمَا یَأْبٰی عَنْہُ اللَّفْظُ وَیُخَالِفُ الْمُحْکَمَ، کَمَا فَعَلَتِ الْیُھُودُ بِالتَّوْرَاۃِ مِنَ التَّبْدِیلِ وَالتَّحْرِیفِ، وَالزِّیَادَۃُ فِي کِتَابِ اللّٰہِ کُفْرٌ، وَّتَأْوِیلُہٗ بِمَا یُخَالِفُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ بِدْعَۃٌ .

”کتاب اللہ میں زیادتی سے مراد ان چیزوں کا اضافہ ہے، جو کتاب اللہ میں نہیں تھیں یا یہود ونصاری کی طرح تحریف وتبدل پر مبنی ایسی تاویل کرنا، جو ظاہر نص اور محکم کے مخالف ہو۔ کتاب اللہ میں زیادتی کفر ہے اور اس کی قرآن وسنت کے مخالف تاویل بدعت ہے۔“

(شرح المشکٰوۃ: 772/2)

✿ علامہ فخر رازی (۶۰۶ھ) اپنے استاذ سے نقل کرتے ہیں:

قَدْ شَاهَدْتُ جَمَاعَةً مِنْ مُقَلِّدَةِ الْفُقَهَاءِ، قَرَأْتُ عَلَيْهِمْ آيَاتٍ كَثِيرَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي بَعْضِ الْمَسَائِلِ، وَكَانَتْ مَذَاهِبُهُمْ بِخِلَافِ تِلْكَ الْآيَاتِ، فَلَمْ يَقْبَلُوا تِلْكَ الْآيَاتِ وَلَمْ يَلْتَفِتُوا إِلَيْهَا وَبَقُوا يَنْظُرُونَ إِلَيَّ كَالْمُتَعَجِّبِ، يَعْنِي كَيْفَ يُمْكِنُ الْعَمَلُ بِظَوَاهِرِ هٰذِهِ الْآيَاتِ مَعَ أَنَّ الرِّوَايَةَ عَنْ سَلَفِنَا وَرَدَتْ عَلٰى خِلَافِهَا، وَلَوْ تَأَمَّلْتَ حَقَّ التَّأَمُّلِ وَجَدْتَ هٰذَا الدَّاءَ سَارِيًا فِي عُرُوقِ الْأَكْثَرِينَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا .

”میں مقلدین فقہا کی ایک جماعت کے سامنے بعض ایسے مسائل پر آیات سے استدلال کرتا، جو مذہب امام کے خلاف ہوتے، تو ان آیات کو قبول کرنے کی بجائے تعجب سے میری طرف دیکھنے لگتے، یعنی ان آیات پر عمل کیسے ممکن ہے، ہمارے اسلاف کا مذہب جن کے مخالف ہو؟ اگر آپ تدبر کریں، تو نظر آئے گا کہ یہ بیماری اکثر اہل دنیا کی رگوں میں سرایت کر چکی ہے۔“

(تفسیر الرّازي: 1631)

قضائے عمری کا اسلام میں وجود نہیں۔

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

حَدِيثُ مَنْ قَضٰى صَلَاةً مِّنَ الْفَرَائِضِ فِي آخِرِ جُمُعَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ كَانَ ذٰلِكَ جَابِرًا لِّكُلِّ صَلَاةٍ فَائِتَةٍ فِي عُمُرِهٖ إِلٰى سَبْعِينَ سَنَةً، بَاطِلٌ قَطْعًا لِّأَنَّهٗ مُنَاقِضٌ لِّلْإِجْمَاعِ عَلٰى أَنَّ شَيْئًا مِّنَ الْعِبَادَاتِ لَا يَقُومُ مَقَامَ فَائِتَةِ سَنَوَاتٍ ثُمَّ لَا عِبْرَةَ بِنَقْلِ النِّهَايَةِ وَلَا بِبَقِيَّةِ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ فَإِنَّهُمْ لَيْسُوا مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَلَا أَسْنَدُوا الْحَدِيثَ إِلٰى أَحَدٍ مِّنَ الْمُخَرِّجِينَ .

”حدیث ’جس نے رمضان کے آخری جمعہ کو قضا نماز پڑھی، یہ اس کی عمر کے ستر برس تک فوت ہونے والی تمام نمازوں کا کفارہ ہوگی۔‘ قطعی باطل ہے، کیوں کہ اجماع سے ثابت ہے کہ فوت شدہ عبادات کی کمی پوری نہیں ہو سکتی اور یہ اس اجماع کے مخالف ہے، دوسرے یہ کہ صاحب ہدایہ اور شارحین ہدایہ کی نقل غیر معتبر ہے، یہ لوگ نہ تو خود محدث تھے، نہ انہوں نے روایت کی نسبت کسی محدث کی طرف کی ہے۔“

(الأسرار المرفوعة، ص 356، ح: 519)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا مَوْضُوعٌ لَّا إِشْكَالَ فِيهِ وَلَمْ أَجِدْهُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْكُتُبِ الَّتِي جَمَعَ مُصَنِّفُوهَا فِيهَا الْأَحَادِيثَ الْمَوْضُوعَةَ وَلٰكِنَّهٗ

اشْتَهَرَ عِنْدَ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُتَفَقِّهَةِ بِمَدِينَةِ صَنْعَاءَ فِي عَصْرِنَا هٰذَا وَصَارَ كَثِيرٌ مِّنْهُمْ يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ وَلَا أَدْرِي مَنْ وَّضَعَهٗ لَهُمْ، فَقَبَّحَ اللّٰهُ الْكَذَّابِينَ .

''اس کے من گھڑت ہونے میں کوئی دوسری رائے نہیں ۔ یہ تو موضوعات پر لکھی جانے والی کتابوں میں بھی نہیں پائی جاتی، اس دور میں فقیہانِ صنعاء کے ہاں مشہور ہو چکی ہے۔ وہ کثیر تعداد میں اس پر عامل ہیں، میں نہیں جانتا اسے کس نے گھڑا؟ بہر کیف اللہ جھوٹوں کو برباد کرے۔''

(الفوائد المَجموعة، ص 54، ح : 115)

الحاصل:

فوت شدہ نمازوں پر توبہ ہے۔قضائے عمری نامی کسی نماز کا اسلام میں وجود نہیں، لہٰذا اس بدعت سے خود بھی بچیں اور لوگوں کو بھی آگاہ کریں۔

سوال: جو نمازی نماز میں خشوع اختیار نہیں کرتے، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں خشوع اختیار کرنا ضروری ہے، جس نماز میں خشوع وخضوع نہ رہے، وہ نماز سکون واطمینان سے خالی ہو جاتی ہے، نماز کے تمام فوائد وثمرات سے محرومی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قرابت حاصل نہیں ہوتی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ، الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾(الماعون : ٣-٤)

''ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے، جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔''

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو نماز میں دھیان اور توجہ نہیں رکھتے، بلکہ دنیا کی

سوچوں میں گم رہتے ہیں، زبان سے اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں اور دل و دماغ دنیاوی اُمور میں مشغول ہوتا ہے۔

مؤمن نماز میں خشوع اختیار کرتا ہے، اسے نماز میں سکون آتا ہے، اس کے اعضا، دل، دماغ سب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اسے نماز کا نور نصیب ہوتا ہے، وہ قرب الٰہی میں جگہ پاتا ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ، الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾

(المؤمنون: ١ـ٢)

''یقیناً وہ مومن فلاح پا گئے، جو نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں۔''

ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے، ان کی مرادیں پوری کرتا ہے، اُن کو خیر کی توفیق دیتا ہے، بالفاظ دیگر وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں جیتے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي، لَأُعْطِيَنَّهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهٗ.

''(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:) میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی

آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ مجھ سے مانگے، تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے، تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 6502)

مطلب کہ وہ اپنے اعضا سے وہی کام کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ، فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَكُشِفَتْ لَهُ الْحُجُبُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ، وَاسْتَقْبَلَتْهُ الْحُورُ الْعِينُ، مَا لَمْ يَمْتَخِطْ أَوْ يَتَنَخَّعْ .

''بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے، تو اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اس کے اور رب کے درمیان پردے ہٹ جاتے ہیں اور حور عین اس کا استقبال کر رہی ہوتی ہیں، جب تک کہ وہ ناک نہ سنکے یا کھکارے نہ۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 7980)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① ابو غالب طریف بن صلت کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

② حجاج بن عبداللہ بن ہارون کون ہے؟ معلوم نہیں۔

③ اسماعیل شامی کا تعین و توثیق معلوم نہیں۔

④ اسماعیل شامی کا سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں ہو سکا۔

سوال: کیا سجدہ تلاوت کرنے پر شیطان روتا ہے؟

جواب: جی ہاں، جب سجدہ والی آیت پڑھی جائے اور سجدہ کیا جائے، تو شیطان دیکھ کر روتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي، يَقُولُ : يَا وَيْلَهُ ـوَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ : يَا وَيْلِي- أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ .

”جب ابن آدم آیت سجدہ کی تلاوت کر کے سجدہ کرتا ہے، تو شیطان الگ ہو کر رونے لگ جاتا ہے، کہتا ہے: ہائے، مجھ پر افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا، اس نے سجدہ کیا، تو اس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم ہوا، میں نے انکار کیا، تو میرے لیے جہنم ہے۔“

(صحيح مسلم :81)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ صَبَاحٍ، وَلَا رَوَاحٍ إِلَّا وبقَاعُ الْأَرْضِ تُنَادِي بَعْضُهَا بَعْضًا : يَا جَارَةُ هَلْ مَرَّ بِكِ الْيَوْمَ عَبْدٌ صَالِحٌ صَلَّى عَلَيْكِ أَوْ ذَكَرَ اللّٰهَ؟ فَإِنْ قَالَتْ : نَعَمْ، رَأَتْ لَهَا بِذٰلِكَ عَلَيْهَا فَضْلًا .

”ہر صبح اور شام زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں: اے میری

پڑوسن! کیا آج تمہارے اوپر کوئی اللہ کا نیک بندہ گزرا ہے، جس نے تجھ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہو یا اللہ کا ذکر کیا ہو؟ تو اگر وہ ہاں میں جواب دے، تو زمین کا ٹکڑا اس وجہ سے خود پر اس کی فضیلت سمجھتا ہے۔''

(المعجم الأوسط للطّبراني : 562)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔ صالح بن بشیر مری ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

❀ الزہد لابن المبارک (۳۳۹) وغیرہ والی موقوف سند بھی سخت ضعیف ہے۔

① موسیٰ بن عبیدہ ربذی ''ضعیف ومنکر الحدیث'' ہے۔

② یزید بن ابان رقاشی ''ضعیف'' ہے۔

③ یزید رقاشی کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع کا بھی مسئلہ ہے۔

❀ مصنف ابن ابی شیبہ (۳۴۷۵۷) والی موقوف سند بھی ضعیف ہے۔

① محمد بن خالد کا تعین نہیں ہو سکا۔

② محمد بن خالد کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ملا۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَدَا إِلٰی صَلَاةِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَايَةِ الْإِيمَانِ، وَمَنْ غَدَا إِلَى السُّوقِ غَدَا بِرَايَةِ إِبْلِيسَ .

''جو نماز فجر کے لیے گیا، وہ ایمان کے جھنڈے کے ساتھ گیا اور جو صبح کے وقت بازار کو گیا، وہ ابلیس کے جھنڈے کے ساتھ گیا۔''

(سنن ابن ماجه : 2234)

(جواب): روایت ضعیف اور منکر ہے۔ عیسیٰ بن میمون بصری ''ضعیف، متروک ومنکرالحدیث'' ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(الضعفاء الكبير للعقيلي: 418/3، وسندهٔ صحيحٌ)

(سوال): نماز کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): نماز کو بروقت ادا کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کا وقت مقرر کیا ہے، جس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾(النساء: ١٠٣)

''یقیناً نماز مومنوں کے لئے وقت مقررہ پر فرض ہے۔''

❀ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾

(البقرة: ٢٣٨)

''نماز عصر اور دوسری تمام نمازوں کی محافظت ومواظبت کریں اور اللہ کے حضور مطیع وفرماں بردار بن کر کھڑے ہوں۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَلَّكُمْ سَتُدْرِكُونَ اَقْوَامًا يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ لِغَيْرِ وَقْتِهَا فَإِنْ اَدْرَكْتُمُوهُمْ فَصَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ لِلْوَقْتِ الَّذِي تَعْرِفُونَ ثُمَّ صَلُّوا مَعَهُمْ وَاجْعَلُوهَا سُبْحَةً.

”آپ کا ایسے لوگوں سے پالا پڑ سکتا ہے، جو اصل وقت سے ہٹ کر نماز ادا کریں گے، اگر ایسا ہو جائے تو آپ اصل وقت پر گھر میں نماز پڑھ لینا، پھر نفل کی نیت سے ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا۔“

(مسند الإمام أحمد :379/1، سنن ابن ماجه : 1255، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۳۳۱) اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۶۴۰) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❀ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا؟ أَوْ يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا؟ قَالَ : قُلْتُ : فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ : صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ، فَصَلِّ، فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ .

”اس وقت آپ کا طرز عمل کیا ہوگا، جب امرا نمازیں تاخیر سے ادا کریں گے؟ عرض کیا: آپ ہی راہنمائی فرما دیں! فرمایا: نماز اپنے وقت پر ادا کر لیجئے، بعد میں ان کے ساتھ بھی ادا کر لینا، وہ آپ کے لئے نفل ہو جائے گی۔“

(صحيح مسلم : 648)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

مَعْنٰى يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ، يُؤَخِّرُونَهَا؛ فَيَجْعَلُونَهَا كَالْمَيِّتِ الَّذِي خَرَجَتْ رُوحُهٗ، وَالْمُرَادُ بِتَأْخِيرِهَا عَنْ وَقْتِهَا، أَيْ عَنْ وَقْتِهَا الْمُخْتَارِ لَا عَنْ جَمِيعِ وَقْتِهَا، فَإِنَّ الْمَنْقُولَ عَنِ الْأُمَرَاءِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ إِنَّمَا هُوَ تَأْخِيرُهَا عَنْ وَقْتِهَا الْمُخْتَارِ .

''نماز کو مردہ کرنے سے مراد نماز کی تاخیر ہے، یعنی وہ نماز کو بے روح کر دیں گے، تاخیر وقت کا مطلب مختار وقت سے موخر کرنا ہے نہ کہ نماز کا کل وقت ضائع کر کے پڑھنا، کیوں کہ ہر دور کے حکمران نماز کو مختار وقت سے لیٹ کرتے آئے ہیں، ایسا نہیں تھا کہ کل وقت کو ضائع کر کے پڑھتے ہوں۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيَلِي أُمُورَكُمْ بَعْدِي رِجَالٌ يُّطْفِئُونَ السُّنَّةَ، وَيَعْمَلُونَ بِالْبِدْعَةِ، وَيُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ مَّوَاقِيتِهَا فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَدْرَكْتُهُمْ، كَيْفَ أَفْعَلُ؟ قَالَ : تَسْأَلُنِي يَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ! كَيْفَ تَفْعَلُ؟ لَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ .

''میرے بعد جلد ہی امور حکومت ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جائیں گے، جو سنتوں کو مٹائیں گے اور بدعات زیر عمل لائیں گے، نماز تاخیر سے ادا کریں گے، عرض کیا: اللہ کے رسول! اگر میرا ان سے واسطہ پڑ جائے، میرا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ فرمایا: ام عبد کی اولاد! مجھ سے پوچھتے ہو! آپ بتلائیں کہ خود کیا کرو گے؟ یاد رکھیو! اللہ کے نافرمان کی اطاعت نہیں ہے۔''

(مسند الإمام أحمد وزوائدہٗ : 399/1، سنن ابن ماجه : 2865، وسندہٗ حسنٌ)

اس مرفوع صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ نمازوں کو ان کے اوقات سے لیٹ کر کے پڑھنے والا اللہ کا نافرمان ہے، تو نافرمانوں کی اقتدا میں نماز لیٹ نہیں کرنی چاہیے، بلکہ بر وقت ادا کرنی چاہیے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ مِّيقَاتِهَا، وَيَخْنُقُونَهَا إِلٰى شَرَقِ الْمَوْتٰى، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ قَدْ فَعَلُوا ذَالِكَ، فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا، وَاجْعَلُوا صَلَاتَكُمْ مَعَهُمْ سُبْحَةً .

''عنقریب آپ پر ایسے امرا مسلط ہو جائیں گے، جو نماز کو وقت سے لیٹ کر کے ادا کریں گے، حتی کہ غروب آفتاب تک نماز کو مؤخر کریں گے، جب انہیں ایسا کرتے دیکھیں، تو اپنے وقت پر نماز ادا کر لینا اور ان کے ساتھ پڑھی گئی نماز کو نفل بنالینا۔''

(صحیح مسلم : 534)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَقَدِ ابْتُلِيَ زَمَنُنَا هٰذَا مِنْ بَيْنِ الْأَزْمِنَةِ وَدِيَارِنَا هٰذِهِ مِنْ بَيْنِ دِيَارِ الْأَرْضِ بِقَوْمٍ جَهِلُوا الشَّرْعَ وَشَارَكُوا فِي بَعْضِ فُرُوعِ الْفِقْهِ فَوَسَّعُوا دَائِرَةَ الْأَوْقَاتِ وَسَوَّغُوا لِلْعَامَّةِ أَنْ يُّصَلُّوا فِي غَيْرِ أَوْقَاتِ الصَّلَاةِ فَظَنُّوا أَنَّ فِعْلَ الصَّلَاةِ فِي غَيْرِ أَوْقَاتِهَا شُعْبَةٌ مِّنْ شُعُبِ التَّشَيُّعِ وَخَصْلَةٌ مِّنْ خِصَالِ الْمَحَبَّةِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا وَأَهْلُ الْبَيْتِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ بُرَاءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْمَقَالَةِ مَصُونُونَ عَنِ الْقَوْلِ بِشَيْءٍ مِّنْهَا وَلَقَدْ صَارَتِ الْجَمَاعَاتُ الْآنَ تُقَامُ فِي جَوَامِعِ صَنْعَاءَ لِلْعَصْرِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَلِلْعِشَاءِ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ وَصَارَ غَالِبُ

الْعَوَّامِّ لَا يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ إِلَّا عِنْدَ اصْفِرَارِ الشَّمْسِ فَيَا لِلّٰهِ وَلِلْمُسْلِمِينَ مِنْ هٰذِهِ الْفَوَاقِرِ فِي الدِّينَ .

''دیگر زمانوں کی نسبت ہمارے زمانے میں اور دیگر علاقوں کی نسبت ہمارے علاقے میں ایک ایسی جماعت نمودار ہوئی ہے، جو شریعت سے بہری ہے اور فقہی فروعات میں گھس کر نمازوں کے دائرہ اوقات کو وسیع کر رہی ہے، انہوں نے عوام کو اجازت دے رکھی ہے کہ آپ نمازوں کے اوقات کے علاوہ کسی وقت میں نماز ادا کر لیں۔ان کا خیال ہے کہ اصل تشیع اسی میں ہے اور اہل بیت سے محبت کی نمایاں نشانی ہے۔ یہ لوگ خود تو گمراہ ہیں ہی، دوسروں کے لیے بھی گمراہی کا سامان بنے ہوئے ہیں۔اہل بیت عظام رحمہم اللہ ان سب اقوال سے قطعا بری ہیں۔اب تو شہر صنعاء کی مساجد میں عصر کی جماعتیں نماز ظہر کے فورا بعد اور عشا کی نماز مغرب کے فورا بعد کھڑی کر دی جاتی ہیں۔اکثر لوگ تو ظہر و عصر سورج زرد ہونے کے بعد ہی ادا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی دینی آزمائش و مصائب سے حفظ و امان میں رکھے۔''

(السیل الجرّار :185/1)

سوال: نماز فجر سے پہلے نوافل ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہمارے مطابق فجر کی سنتوں اور نماز فجر کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے۔ جن اہل علم نے کراہت کی بات کی ہے، وہ تنزیہ پر محمول ہے۔تفصیل ملاحظہ ہو:

❀ اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ، لَا

يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ .

''رسول اللہ ﷺ طلوع فجر کے بعد ہلکی سی دو رکعت ادا فرماتے۔''

(صحيح مسلم : 723)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ، كَرِهُوا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ طلوع فجر کے بعد صبح کی سنتوں سے زائد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔'' (سنن التّرمذي، تحت الحديث : 419)

امام ترمذی رحمہ اللہ کے دعویٰ اجماع پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ معترض ہیں:

دَعْوَى التِّرْمِذِيِّ الْإِجْمَاعَ عَلَى الْكَرَاهَةِ لِذٰلِكَ عَجِيبٌ، فَإِنَّ الْخِلَافَ فِيهِ مَشْهُورٌ .

''امام ترمذی رحمہ اللہ کا یہ دعویٰ تعجب خیز ہے، یہ تو مشہور اختلافی مسئلہ ہے۔''

(التلخيص الحبير : 191/1، ح : 278)

عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَلِّ مَا شِئْتَ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَكْتُوبَةٌ، حَتّٰى تُصَلِّيَ الصُّبْحَ .

''جتنی چاہیں نماز پڑھیں، فرشتے اس وقت تک حاضر رہتے ہیں، جب تک فجر کی نماز نہیں ہو جاتی۔''

(سنن أبي داوٗد : 1277، وأصلهٗ في مسلم : 832)

مؤذن رسول سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا نُهِينَا إِلَّا عَنْ صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ .

”نبی کریم ﷺ نے ہمیں صرف طلوعِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔“

(مسند الطّيالسي : 1213، مسند الإمام أحمد : 12/6، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

مَنْ شَاءَ أَنْ يُّصَلِّيَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَلْيَفْعَلْ .

”جس کا دل چاہے، طلوعِ فجر کے بعد نماز پڑھ لے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 355/2، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ منصور بن عبدالرحمٰن غدانی بصری اشل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ أَبُو حَصِينٍ الشَّعْبِيَّ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنْ رَّجُلٍ بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ وِرْدِهٖ شَيْءٌ، وَهُوَ يُصَلِّي، وَقَدْ طَلَعَ الْفَجْرُ، فَقَالَ : يَقْرَأُ بَقِيَّةَ وِرْدِهٖ .

”میں سن رہا تھا کہ ابو حصین رحمہ اللہ نے امام شعبی رحمہ اللہ سے سوال کیا: ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، فجر طلوع ہوگئی، مگر اس کا کچھ وظیفہ باقی رہ گیا، کیا وہ ادا کر لے؟ جواب دیا: وہ اپنا بقیہ وظیفہ پڑھ لے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 355/2، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا إِسْحَاقَ وَالْحَكَمَ، يُصَلِّيَانِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ .

”میں نے ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ اور حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ طلوع فجر کے بعد نماز پڑھ رہے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 355/2، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ: عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ نَظَرَ إِلٰى رَجُلٍ صَلّٰى بَعْدَ النِّدَاءِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَأَكْثَرَ الصَّلَاةَ، فَحَصَبَهٗ، ثُمَّ قَالَ : إِذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدُكُمْ يَعْلَمُ، فَلْيَسْأَلْ، إِنَّهٗ لَا صَلَاةَ بَعْدَ النِّدَاءِ، إِلَّا رَكْعَتَيْنِ، قَالَ : فَانْصَرَفَ، فَقَالَ : يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَتَخْشٰى أَنْ يُّعَذِّبَنِي اللّٰهُ بِكَثْرَةِ الصَّلَاةِ؟ قَالَ : بَلْ أَخْشٰى أَنْ يُّعَذِّبَكَ اللّٰهُ بِتَرْكِ السُّنَّةِ .

”سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ایک شخص اذان فجر کے بعد دو سنتوں سے زیادہ نماز پڑھ رہا ہے، آپ نے اسے کنکری ماری اور فرمایا: علم نہ ہو، تو پوچھ لینا چاہیے کہ اذان کے بعد صرف دو رکعت ہیں۔ وہ شخص نماز پڑھنے کے بعد ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: ابو محمد! آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ کثرت نماز پر مجھے عذاب دے گا؟ فرمایا: نہیں! خدشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ترک سنت پر عذاب دے گا۔“

(الفقية والمتفقّه للخطيب البغدادي : 381/1، وسندهٗ حسنٌ)

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نماز فجر سے پہلے نوافل کو جائز نہیں سمجھتے تھے، ان کی بنیاد یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر سے پہلے صرف دو سنتیں ادا کی ہیں، لہٰذا اسی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ مگر سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی یہ رائے دیگر اہل علم کے موافق نہیں، نیز ممانعت کی جو وجہ بیان کی، وہ بھی درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ تسلیم ہے کہ فجر سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے صرف دو رکعتیں ادا کیں، مگر نبی کریم ﷺ نے مطلق نوافل سے منع بھی فرمایا، مطلق نوافل ممنوعہ اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت ادا کیے جا سکتے ہیں، اب چونکہ فجر سے پہلے نوافل ممنوع نہیں، جیسا مذکور بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

ثابت ہوا کہ نماز فجر سے پہلے نوافل ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ دیگر اہل علم کا موقف ہے۔

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا یہ استدلال بالکل برحق ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کسی موقع پر کسی کام کو ترک کرنا ہی اس کے عدم مشروع ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔

❀ آپ رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

”بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے، اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔“

(صحيح البخاري : 1597، صحيح مسلم : 1270)

❀❀❀❀❀❀❀